دیوانِ آبرو

مُرتّبہ

ڈاکٹر محمد حسن

ترقی اردو بیورو نئی دہلی

دیوانِ آبرو

مُرتّبہ

ڈاکٹر محمد حسن

ترقی اردو بیورو نئی دہلی

D I E W A N-E-A A B R O

Edited By

Prof Mohd Hasan

130201

سنہ اشاعت . 1990 ــــ 1911 شک

پہلا اڈیشن : 2000

قیمت : /25

سلسلۂ مطبوعات ترقی اردو بیورو 636

ناشر : ڈائرکٹر ترقی اردو بیورو ، ویسٹ بلاک 8 آر کے پورم نئی دہلی-110066

طابع : جے . کے آفسٹ پرنٹرز . دہلی

پیش لفظ

ہندوستان میں اردو زبان و ادب کی ترقی و ترویج کے لیے ترقی اردو بیورو (بورڈ) قائم کیا گیا۔ اردو کے لیے کام کرنے والا یہ ملک کا سب سے بڑا ادارہ ہے جو دو دہائیوں سے مسلسل مختلف جہات میں اپنے خاص خاص منصوبوں کے ذریعہ سرگرم عمل ہے۔ اس ادارہ سے مختلف جدید اور مشرقی علوم پر مشتمل کتابیں خاصی تعداد میں سماجی ترقی، معاشی حصول، عصری تعلیمی اور معاشرہ کی دوسری ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے شائع کی گئی ہیں جن میں اردو کے کئی ادبی شاہکار، بنیادی متن، قلمی اور مطبوعہ کتابوں کی وضاحتی فہرستیں تکنیکی اور سائنسی علوم کی کتابیں، جغرافیہ، تاریخ، سماجیات، سیاسیات، تجارت، زراعت، لسانیات، قانون، طب اور علوم کے کئی دوسرے شعبوں سے متعلق کتابیں شامل ہیں۔ بیورو کے اشاعتی پروگرام کے تحت شائع ہونے والی کتابوں کی افادیت اور اہمیت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ مختصر عرصہ میں بعض کتابوں کے دوسرے تیسرے ایڈیشن شائع کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ ترقی اردو بیورو نے اپنے منصوبوں میں کتابوں کی اشاعت کو خاص اہمیت دی ہے۔ کیونکہ کتابیں علم کا سرچشمہ رہی ہیں اور بغیر علم کے انسانی تہذیب کے ارتقاء کی تاریخ مکمل نہیں تصور کی جاتی۔ جدید معاشرے میں کتابوں کی اہمیت مُسلّم ہے۔ بیورو کے اشاعتی منصوبہ میں اردو انسائیکلو پیڈیا، ذولسانی اور اردو۔ اردو لغات بھی شامل ہیں۔

ہمارے قارئین کا خیال ہے کہ بیورو کی کتابوں کا معیار اعلا پائے کا ہوتا ہے اور وہ ان کی ضرورتوں کو کامیابی کے ساتھ پورا کررہی ہیں۔ قارئین کی سہولتوں کا مزید خیال کرتے ہوئے کتابوں کی قیمت بہت کم رکھی جاتی ہے تاکہ کتاب زیادہ سے زیادہ ہاتھوں تک پہنچے اور وہ اس بیش بہا علمی خزانہ سے زیادہ سے زیادہ مستفید اور مستفیض ہوسکیں۔

یہ کتاب بھی بیورو کے اشاعتی پروگرام کی ایک کڑی ہے۔ امید ہے کہ آپ کے علمی ادبی ذوق کے تسکین کا باعث بنے گی اور آپ کی ضرورت کو پورا کرے گی۔

ڈاکٹر فہمیدہ بیگم

ڈائرکٹر ترقی اردو بیورو

فہرست مضامین

تعارف

آبرو شمالی ہند میں اُردو کے پہلے شاعروں میں ہیں۔ ان کا کلام شمالی ہند کی اُردو شاعری کی اوّلین یادگاروں میں سے ہے فائز کا جو کلام اب تک دستیاب ہوا ہے وہ ۱۱۴۳ھ ہجری میں نظرِ ثانی کے بعد مرتب ہوا ہے حاتم کا قدیم دیوان نایاب ہے اور ان کا "دیوان زادہ" بہت بعد میں مرتب ہوا۔ آبرو کا انتقال ۱۱۴۶ھ ہجری میں ہوا اور ان کا دیوان اپنے دور کی عکاسی کے اعتبار سے صحیح معنوں میں گویا مرقعِ دہلی ہے۔ یہ تاریخی یادگار ادبی اور جمالیاتی کیف سے بھی خالی نہیں ہے۔

کلیاتِ آبرو کے چھ مخطوطے اس وقت تک دریافت ہو چکے ہیں۔ ایک خدابخش لائبریری پٹنہ میں ہے دوسرا رامپور میں۔ تیسرا پٹیالہ میں چوتھا کنگز کالج کیمبرج کی لائبریری انگلستان میں موجود ہے۔ پانچواں فورٹ ولیم کالج کا نسخہ ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ کی لائبریری میں ہے اور چھٹا مولانا عبدالحق کے ذاتی کتب خانے کا ہے جو اب انجمن ترقی اُردو پاکستان کراچی کی ملکیت ہے۔ ان مخطوطات کی فراہمی کے سلسلے میں ڈاکٹر مشفق خواجہ اور ڈاکٹر مسعود حسین خاں کا شکریہ واجب ہے۔

محمد حسن

پروفیسر اردو
جواہر لعل نہرو یونی ورسٹی
نئی دلی ۶۷

دیباچہ

ادبی شہرت اور ناموری پُراسرار طلسم سے کم نہیں، کبھی غالب کے اُردو کلام کی بنا پر شہرت کا قصرِ اعلیٰ تعمیر ہوتا ہے جسے زندگی بھر شاعر 'بے رنگ من است' سے تعبیر کرتا رہا۔ کبھی جوہرِ قابل کو وقت کی گرد اس طرح دھندلاتی ہے کہ اس کا نشان تک باقی نہیں رہتا۔ ادبی تاریخ دراصل ہر دور کے بدلتے ہوئے مذاقِ سلیم کا آئینہ دار ہوتی ہے یہ بھی ہوتا ہے کہ روایت کا محل جن بنیادوں پر چنا جاتا ہے اکثر ان کو فراموش کر دیا جاتا ہے جن کا خون اور پسینہ اس کی بنیاد میں صرف ہوتا ہے جو کسی طرزِ نو کی داغ بیل ڈالتے ہیں اور خونِ جگر سے نقش و نگار بناتے ہیں آگے آنے والے ان کے چراغوں سے اپنی مشعلیں روشن کرتے ہیں اور ان مشعلوں کی روشنی میں چراغوں کی لویں دھندلا جاتی ہیں اور پھر عالی شان انتہاؤں کی توصیف کرنے والی نگاہیں پلٹ کر ان ابتدائی روشنیوں کو فراموش کر دیتی ہیں، جنھوں نے ابتداؤں کو ممکن بنایا تھا۔

اردو شاعری کا قصر بھی ایسے لاتعداد ابتدائی نقوش کی بنیاد پر تعمیر ہوا ہے۔ ہمارے بزرگوں میں کئی ایسے جیالے گذرے ہیں جنھوں نے طرزِ نو اور آئینِ تازہ کی دریافت میں جگر خون کیا ہے۔ ادبی تاریخ نے ان کا نام دبی زبان سے لیا اور ان کے نام ایسے فراموش کر دیے گئے کہ ان کی داستان بھی داستانوں میں نہ رہی، ان کا کلام طاقِ نسیاں کی زینت ہوا اور ہمارے ادیبوں کی یاد اللہ بھی دور ہی کی رہی نجم الدین

شاہ مبارک آبرو (متوفی سنہ ۱۱۴۶ھ) کا حال عبرتناک ہے۔ ہر مورخِ ادب نے ان کا نام لیا ہے بعض نے چند سطریں ان کے لیے وقف بھی کی ہیں۔ قدیم تذکرہ نویسوں میں سے اکثر نے ان کی اولیت کا اعتراف کیا ہے۔ حاتم کے حوالے سے مصحفی نے لکھا ہے کہ

> سنہ ۲ محمد شاہی میں ولی کا دیوان دلی آیا اور اس کے اشعار خورد و بزرگ کی زبان پر جاری ہوئے تو جن شعرا نے سب سے پہلے اپنے ہندی کلام کی بنیاد ایہام گوئی پر رکھی ان میں ناجی مضمون اور آبرو تھے۔ حاتم دیوان زادے کے دیباچے میں اپنی شاعری کی ابتدا ۱۰۲۸ھ قرار دیتے ہیں اور اپنے معاصرین میں شاہ مبارک آبرو، شرف الدین مضمون، شیخ احسن اللہ، شاکر ناجی، غلام مصطفےٰ یکرنگ اور مرزا جان جاناں مظہر کے نام لیتے ہیں بعض تذکرہ نویس یہاں تک کہتے ہیں کہ ان شعرا سے قبل دلی میں اُردو شعر و شاعری کا چرچا نہ تھا لیکن آبرو کا دیوان ابھی تک گمنامی میں پڑا رہا اور اس کے شاعرانہ خصوصیات پر توجہ نہ کی گئی۔ بعض تذکروں کے بیانات مولانا حسرت موہانی کا انتخاب اور دو مضامین کے علاوہ ان کے باب میں اور کوئی اہم تحریر نہیں ملتی۔

حالات زندگی

آبرو کے حالات زندگی کے بارے میں ہماری معلومات ناقص ہیں۔ ان کا نام نجم الدین تھا عرف شاہ مبارک آبرو تخلص تھا مشہور صوفی بزرگ محمد غوث گوالیاری کے پوتے تھے نامور فارسی دان اور عالم خان آرزو کے رشتے دار اور شاگرد تھے۔ گوالیار میں پیدا ہوئے سنہ پیدائش غالباً ۱۰۹۵ کے لگ بھگ تھا ملازمت شاہی کے سلسلے سے وابستہ رہے اور غالباً اسی سلسلے میں فتح علی گردیزی صاحب تذکرہ گردیزی کے والد کی رفاقت میں

۱-۲۔ صرف تاریخ محمدی میں ان کا نام شاہ مبارک اللہ اور کریم الدین کے تذکرے میں نجم الدین علی خان ملتا ہے۔

۳-۴۔ مجمع النفائس نسخہ رام پور ص ۵۷۹ بحوالہ کلب علی خان فائق (اورینٹل کالج میگزین، لاہور مئی ۱۹۶۰ء)

۵۔ مقالہ جناب قاضی عبدالودود، معاصر پٹنہ دور اول

۶-۷۔ یہ معلومات تذکرہ گردیزی، مجموعۂ نغز، مخزن نکات اور خوش معرکۂ زیبا سے حاصل کی گئی ہیں۔

نارنول میں بھی رہے دہلی آئے اور عہد محمد شاہی میں " درویش منشی اور مشرب قلندر" مشہور تھے خان آرزو نے ۱۱۴۳ ہجری کے لگ بھگ نسبتی کے دیوان کا انتخاب کیا تھا اسے آبرو نے مستعار لیا تھا ۱۱۴۹ھ میں دہلی میں انتقال ہوا تاریخ ۲۴ رجب تھی اور ان کی قبر دلی میں مزار سید حسن رسول نما کے نزدیک ہے۔ بعض تذکرہ نویس ان اطلاعات میں اضافہ کرتے ہیں تو ان کے چلیے اور وضع قطع کے بارے میں چند جملے نقل کر دیتے ہیں " شخصے بود یک چشم و بارش و عصا" اور ان کی یک چشمی دوستوں میں جملے بازی کا موضوع بنتی رہی۔ چنانچہ قائم نے مخزن نکات میں بے نوا کے حال میں یہ واقعہ نقل کیا ہے:۔

" محمد شاہ کے ابتدائی ایام حکومت میں دہلی آیا اور ہر ایک سے ملاقات کی ایک دن مشاعرہ کی محفل میں گیا۔ میاں شاہ مبارک آبرو نے دیکھا، لیکن مزاج پرسی نہ کی کچھ دیر بعد جب بے نوا اسے مخاطب ہوئے تو بے نوا نے کہا کہ میاں آبرو صاحب آپ مخلصوں کے احوال سے اس قدر تغافل کرتے ہیں جیسے آپ کی آنکھ میں ہماری جگہ ہی نہیں، چونکہ آبرو یک چشم تھے اس لیے یہ لطیفہ برمحل تھا حاضرین مجلس ہنس پڑے۔"

قائم نے ایک اور واقعہ لکھا ہے کہ آبرو کے اس شعر کی تعریف میں کہا کہ " کانے نے کیا اندھا شعر کہا ہے:

تمھارے لوگ کہتے ہیں کمر ہے
کہاں ہے کس طرح کی ہے کدھر ہے

سعادت خان ناصر نے خوش معرکۂ زیبا میں مرزا مظہر جان جاناں لکھا ہے اور آبرو میں مکا برہ ہو یہ بیت اس کی مذمت میں مظہر نے کہی:

آبرو کی آنکھ میں اک گانٹھ ہے
آبرو سب شاعروں کی ... ہے

جواب آبرو:

جب سنی سنت پر چڑھے تو پان کھانا رسم ہے
آبرو جگ میں رہے تو جان جانا پشم ہے

۸۔ ایضاً

اس کے علاوہ بعض تذکرہ نویسوں نے آبرو کی حسن پرستی اور عاشق مزاجی کا ذکر کیا ہے۔ قائم لکھتے ہیں کہ "حسن پرستی میں بڑی شہرت تھی چنانچہ حسینوں کی آرائش کے سلسلے میں ڈیڑھ سو اشعار کی مثنوی بھی لکھی ہے۔" قاسم مجموعۂ نغز میں لکھتے ہیں کہ "میر مکھن پاک باز تخلص سے جو سید شاہ کمال بخاری کے بیٹے تھے دلچسپی رکھتے تھے۔ چنانچہ بعض اشعار میں اس کا اظہار بھی کیا ہے"۔ کریم الدین نے بھی اس دلی تعلق پر زور دیا ہے اور آبرو کا ایک شعر بھی نقل کیا ہے:

مکھن میاں غضب ہیں فقیروں کے حال پر
آتا ہے ان کو جوش جمالی کمال پر

اوّلیت کا مسئلہ

اس مختصر سے تعارف کے بعد ان کے کلام کی تاریخی اہمیت کا سوال قابلِ غور ہے۔
دیوانِ فائز دہلوی کے دیباچے میں پروفیسر مسعود حسن رضوی لکھتے ہیں:

"حاتم ۱۱۲۸ھ سے فارسی میں شاعری کر رہے تھے مگر جب محمد شاہی عہد کے دوسرے سال یعنی ۱۱۳۲ھ میں ولی کا دیوان دہلی آیا اور ان کا کلام ہر طبقے میں مقبول ہوا تو حاتم نے ناجی، مضمون اور آبرو کے ساتھ اردو میں شعر کہنا شروع کیا۔ فائز اپنا کلیات جس میں اردو دیوان بھی شامل ہے ۱۱۲۷ھ میں مرتب کر چکے تھے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ فائز کا کلیات مرتب ہو چکنے کے ایک سال بعد حاتم نے فارسی میں اور پانچ سال بعد اردو میں شعر کہنا شروع کیا۔ اس طرح حاتم اور ان کے ساتھ اردو شاعری شروع کرنے والے تمام شاعروں پر فائز کا تقدم ثابت ہے۔"

اس دلیل میں کئی باتیں قابلِ توجہ ہیں۔ حاتم کی اولیت کی بنیاد "دیوان زادے" کے دیباچے میں ان کے اس بیان پر قائم کی گئی تھی۔

"از سنہ یک ہزار و ہشت تا یک ہزار شصت دلو کہ قریب چہل سال باشد نقد

[1] دیوان زادۂ حاتم۔ مخطوطۂ رامپور (خاتمۂ کلام)

عمر دریں فن صرف نمودہ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ در شعر فارسی پیروئے مرزا صائب است و در ریختہ ولی را استاد می داند اول کسے کہ دریں فن دیوان ترتیب نمود او بود۔ ۔ ۔ ۔ ۔ دیوانِ قدیم از بست و پنج سال در بلادِ ہند مشہور است و بعد ترتیب آں تا امروز کہ سنہ احد عزیز الدین عالمگیر بادشاہ شد۔ ۔ ۔ ۔ ہر رطب و یابس کہ زبان ایں بے زبان برآمد داخل دیوان قدیم نمودہ؟

حاتم کا دوسرا دیوان مصحفی کے حوالے سے تذکرۂ ہندی میں ملتا ہے جو مندرجہ ذیل ہے:

روزے پیش فقیر نقل می کرد کہ سنہ دو دیم فردوس آرام گاہ دیوانِ ولی در شاہجہان آباد آمدہ و اشعارش بر زبان خورد و بزرگ جاری گشتہ۔ بادو سہ کسی کہ مراد از ناجی و مضمون و آبرو باشد بنائے شعرِ ہندی را بہ ایہام گوئی نہادہ داد معنی یابی و تلاش مضمون تازہ می دادیم؟

ان دونوں بیانات میں تضاد ہے پہلے بیان کے مطابق حاتم نے شاعری ۱۰۲۸ ہجری میں شروع کی دوسرے بیان کے مطابق ۱۱۳۲ھ کے لگ بھگ پروفیسر مسعود حسن رضوی نے ان میں اس طرح تطابق پیدا کیا ہے کہ ۱۰۲۸ھ میں حاتم نے فارسی میں شعر گوئی شروع کی ہوگی اور ۱۱۳۲ھ کے لگ بھگ ریختہ میں۔ یہ استدلال حتمی نہیں خصوصاً اس وقت جبکہ دیوان زادہ کے مخطوطہ رام پور کے مطابق کم سے کم ایک غزل ایسی بھی ملتی ہے جو ۱۱۳۰ھ میں مظہر جان جاناں کی زمین "آشیاں اپنا" میں کہی گئی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اول تو اس کو تسلیم کرنے کا واضح جواز موجود نہیں کہ حاتم نے ریختہ گوئی ۱۱۳۲ھ سے قبل شروع نہیں کی تھی اور ۱۱۲۹ھ سے وہ محض فارسی میں شعر کہتے تھے دوسرے یہ کہ ۱۱۳۲ھ سے قبل اردو میں شعر کہنے کا رواج ہو چکا تھا۔

البتہ حاتم کے پہلے دیوان کی ترتیب و تدوین کی تاریخ کا تعین جب تک نہ کیا جائے اس وقت تک انھیں پہلا صاحب دیوان شاعر قرار دینا دشوار ہے حاتم اسی دیباچے میں ۱۰۶۸ھ میں لکھتے ہیں کہ دیوان قدیم ۲۵ سال سے بلاد ہند میں مشہور ہے اس حساب سے دیوان قدیم غالباً ۱۱۴۳ھ میں مرتب ہوا ہوگا جبکہ آبرو کا سال وفات ۱۱۴۶ھ ہے اور یقیناً آبرو کا دیوان اس سنہ سے قبل مرتب ہو چکا تھا۔ عین ممکن ہے کہ حاتم پر اولیت آبرو

کو حاصل ہو اس کا ایک ثبوت اس بات سے بھی مل سکتا ہے کہ حاتم کے دیوان زادے میں آبرو کی طرح میں تین غزلیں ملتی ہیں جو ۱۱۳۷ھ ۱۱۴۰ھ اور ۱۱۴۴ھ کی تصنیف ہیں اس کے علاوہ دیوان زادے کے دیباچے میں حاتم آبرو کے اشعار نقل کرتے ہیں:

و لفظ درو برو از داو کہ فعل و حروف باشد بیش از قول شاہ مبارک آبرو بندہ در دیوانِ قدیم خود بداشت و معاصرین دیگر مثل شرف الدین مضمون و شیخ احسن اللہ و میر شاکر ناجی و غلام مصطفےٰ یک رنگ و مرزا جانجاناں مظہر وغیرہ نیز .... داشتند - شاہ آبرو ....

وقت جن کا ریختہ کی شاعری میں صرف ہے
ان سی کہتا ہوں بوجھو حرف میرا ژرف ہے
جو کہ لاوے ریختہ میں فارسی کے فعل و حرف
لغو ہیں گے فعل اس کے ریختہ میں حرف ہے

اس سے ظاہر ہے کہ حاتم نے آبرو سے اثر قبول کیا۔ آبرو کا انتقال ۱۱۴۶ ہجری میں ہوا اس کا امکان ہے کہ انھوں نے اپنے انتقال سے تین چار سال قبل دیوان ترتیب دیا ہو - دیوانِ آبرو کے مخطوطہ فورٹ ولیم کالج کلکتہ کے اندر جو ترقیمہ ہے اس کی عبارت یہ ہے:

"دیوانِ آبرو بتاریخ بیست و دویم ذی الحجہ ۱۸ھ بوقت سپہری تحریر یافت"

ظاہر ہے کہ اس سے مراد ۱۸ جلوس محمد شاہی ہے اس لحاظ سے یہ مخطوطہ ۱۱۴۶ھ میں لکھا گیا یہ مخطوطہ نہایت غلط سلط لکھا گیا ہے لہذا یہ مصنف کا اپنا مرتب کردہ نہیں ہو سکتا اس سے یہ اندازہ لگانا بعید از قیاس نہیں کہ اس سے قبل دیوانِ آبرو مرتب ہو چکا تھا اور یہ اس کی نقل ہے اگر تین چار سال قبل ہی دیوانِ آبرو کی ترتیب کر لی جائے تو آبرو اگر شمالی ہند میں اردو کے پہلے صاحب دیوان شاعر نہ سہی تو کم سے کم ان کا دیوان شمالی ہند کا سب سے پہلا دستیاب شدہ اردو دیوان ضرور قرار پاتا ہے۔

رسالہ فائز کی اولیت کا سوال - پروفیسر مسعود حسن رضوی کے نزدیک فائز کی اولیت ان کے اس بیان پر مبنی ہے:

"مخفی نماند کہ ایں رسالہ در ابتدائے سنِ شباب چناں چہ مذکور شد مرقوم شدہ

بود منجملہ آں اشعار نیشیے داشتم کہ موافق طبع خود پارۂ انتخاب کردہ بود و از دے
آں منتخب اکثر عزیزاں نقول بر داشتہ بودند و فقیر نظر بر آں کہ رطب و یابس
در کلام می باشد ارادۂ نظرِ ثانی بر آں داشت ۔ لیکن تا پانزدہ سال میسر نیامد کہ
اشغال دیگر درمیاں بود ۔ بعد از انقضاے ایں مدت در سنہ یک ہزار و یک
صد و چہل و دو فرصتے اتفاق افتاد نظر ثانی بر آں مجموعہ کردم۔ [1]

اس سے پروفیسر مسعود حسن رضوی یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ ۱۱۴۲ھ میں انھوں نے اس مجموعے پر
نظرِ ثانی کی جو پندرہ سال قبل ۱۱۲۷ھ سنِ شباب میں مرتب کیا گیا تھا اس میں یہ فرض
کر لیا گیا ہے کہ نظرِ ثانی سے پہلے بھی اس مجموعے میں اُردو کلام شامل رہا ہوگا یہ عین
ممکن ہے کہ اُردو کلام نظرِ ثانی کے وقت شامل کر لیا گیا ہو اور اس سے قبل اس مجموعے
میں شامل نہ رہا ہو ۔

قاضی عبدالودود [2] نے تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس دعوی کے لیے معقول
شواہد موجود نہیں ہیں کہ ۱۱۲۷ھ کے مرتب کردہ کلیات میں فائز کا اُردو کلام بھی شامل
رہا ہوگا یہ عین ممکن ہے کہ اردو دیوان بعد کا اضافہ ہو ۔ کلیات پر نظرِ ثانی ۱۱۴۲ھ میں
ہوئی اس لیے :

"یہ کہنا بھی ممکن نہیں کہ ۱۱۲۷ھ میں فائز کی ریختہ گوئی کا آغاز ہو چکا تھا
۱۱۴۲ھ سے کتنے سال قبل اس کی ابتدا ہوئی اس کا فیصلہ موجودہ مواد کی
مدد سے نہیں ہو سکتا ۔"

اس کی دلیل قاضی صاحب نے یہ بھی پیش کی ہے کہ کم از کم اردو دیوان کی دو مثنویوں
میں اس بات کی داخلی شہادت ملتی ہے کہ ان کا اضافہ بعد میں کیا گیا ایک مثنوی جس کے
چند اشعار مقدمے میں درج ہیں اس میں بادشاہوں کے عبرتناک انجام کا ذکر ہے ۔
عالمگیر کے سالِ وفات کے ۱۴ سال بعد تک جتنے بادشاہ ہوئے ہیں سب کے نام آئے ہیں

---

۱ ۔ سید مسعود حسن رضوی ۔ شمالی ہند میں اُردو کا پہلا صاحبِ دیوان شاعر ۔ مقدمہ ص ۲ مطبوعہ
انجمن ترقی اُردو (ہند)

۲ ۔ قاضی عبدالودود ۔ عیارستان ص ۹

ایک مصرع میں محمد شاہ کا نام ہے جس کا سال جلوس ۱۱۳۱ھ ہے۔

پس از وے محمد شہ آمد پدید

ظاہر ہے کہ یہ مثنوی ۱۱۲۷ھ میں شاملِ کلیات نہیں کی جا سکتی تھی اسی طرح فہرست آکسفرڈ میں جس مثنوی کا ذکر ہے وہ ۱۱۴۴ھ کی تصنیف ہے۔ اس کے علاوہ فائز نے اپنی ایک غزل کے مقطع میں یک رنگ کا ایک مصرع تضمین کر دیا ہے:

فائز کو بھایا مصرعِ یک رنگ اے سجن
"گر تم ملو گے غیر سے دیکھو گے ہم نہیں"

یک رنگ حاتم کے ہمعصروں میں شمار کیے جاتے ہیں۔ پروفیسر مسعود حسن رضوی نے اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ یک رنگ در اصل حاتم وغیرہ سے بہت پہلے اُردو میں شعر کہنے لگے تھے۔[۲] اس طرح مسعود صاحب نے فائز کو میر جعفر زٹل یا زٹلی کے معاصرین میں شمار کیا ہے میر جعفر زٹل کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ عہد فرخ سیر میں قتل کر دیے گئے تھے اس لحاظ سے فائز میر زٹل سے عمر میں بہت کم اور یک رنگ اور حاتم وغیرہ کے ہمعصر قرار پاتے ہیں کیونکہ ان کی عمر کا تعین اس طرح کیا گیا ہے کہ ۱۱۴۲ھ میں ان کی عمر پینتالیس پچاس برس کی ہوگی ۱۱۴۲ھ میں فائز نے نظر ثانی کی اور "تاریخ محمد شاہی" میں ۱۱۵۱ھ کے تحت یہ عبارت موجود ہے کہ ترتیب کے وقت بقول فائز کے "شباب کی ابتدا" تھی اور نظر ثانی ترتیب سے ۱۵ سال بعد ہوئی۔ اس کا تعین دشوار ہے کہ "شباب کی ابتدا" سے فائز کی مراد ۱۵ سال ہے یا ۲۵ سال اس کے علاوہ یک رنگ کے بارے میں جو باتیں اس وقت تک معلوم ہو چکی ہیں وہ یہ ہیں:

۱۔ ان کا نام غلام مصطفٰے خان (مجموعہ نغز) یا مصطفٰے قلی خان (تذکرہ میر حسن) یا مصطفٰے خان (طبقات سخن) تھا بعض کے نزدیک آرزو کے شاگرد تھے۔ (مخزن نکات) بعض کے نزدیک میاں آبرو کے شاگرد تھے (تذکرہ میر حسن) بعض انھیں مرزا مظہر جان جاناں کا شاگرد بتاتے ہیں (مجموعہ نغز، تذکرۂ ہندی اور میاں آبرو کا معاصر قرار دیتے ہیں۔ یہ محمد شاہی دور کے عمدہ میں اور خان جہاں لودھی کے بنا ئرمیں تھے (تذکرۂ میر حسن و مخزن نکات) اور "سلک ملازمان شاہی" سے منسلک تھے (ایضاً) یہ بھی معلوم ہے کہ ان کے ایک برادرِ حقیقی دلاور خان ہم رنگ شاعر تھے (مخزن نکات) اور ان کے

[۱] قاضی عبدالودود۔ عیارستان۔ ص ۶
[۲] سید مسعود حسین رضوی۔ شمالی ہند میں اردو کا پہلا صاحب دیوان شاعر۔ ص ۸

شاگردوں میں بیرنگ محمد اسمٰعیل بے تاب اور میاں مکھن پاک باز[1] تھے (تذکرۂ عشقی، تذکرۂ شورش) تذکرۂ گلشن عشق نے پاک باز کو غزلت اور یک رنگ کا شاگرد بتایا ہے۔ صاحب مخزن نکات قائم چاند پوری نے ان کا دیوان دیکھا تھا اور اشعار کا انتخاب دیوان ہی سے کیا تھا لکھتا ہے:

"ابیات دیوانش ہمگی و تمامی قریب پانصد شعر خواہد بود۔ ۔ ۔ ابیاتے کہ از دیوانش فراہم آوردہ ام ایں است۔"

"آب حیات میں" مولانا محمد حسین آزاد نے اس پر اضافہ کیا ہے:

"مگر یہ لوگ باانصاف ہوتے تھے اور ہر کام کے حسن و قبح کو خوب سمجھتے تھے اس لیے باوجود کہن سالی اور کہنہ مشقی کے آخر عمر میں کلام اپنا مرزا جان جاناں مظہر کو بھی دکھاتے تھے۔"

"تذکرۂ ہندی" میں مصحفی نے ان کی شاگردی کے بارے میں مختلف اقوال نقل کرنے کے بعد لکھا:

"از فحوائے کلامش می تراود کہ شاگرد مرزا مظہر خواہد بود۔"

آبرو کے دیوان میں یک رنگ کا ذکر دو اشعار میں آیا ہے۔

آبرو یک رنگ نیں تفسیر اوس خط کی لکھی
صفحۂ سادہ رقم ہونے میں قرآں ہو گیا

سخن یک رنگ کا سب گانٹھ باندھو
تو یہ گوہر ہیں بحر آبرو کے

پروفیسر مسعود حسن رضوی نے اس کی توجیہہ فرمائی ہے کہ یہاں آبرو تخلص کے بجائے لغوی معنی میں آیا ہے جس کی مثالیں اس دور کے بعض دوسرے شعرا کے ہاں بھی مل جاتی ہیں جنھوں نے اپنے تخلص کو مقطع میں لغوی معنوں میں استعمال کیا ہے۔ اس بنا پر وہ اس

1۔ یہ وہی میاں مکھن پاک باز ہیں جن کے بارے میں صاحب چمنستان شعرا کا بیان ہے کہ یہ اپنے کلام میں فارسی اضافت نہیں آنے دیتے ہیں

شعر سے یہ نتیجہ نہیں نکالتے کہ یکرنگ آبرو کے شاگرد تھے۔

فائز کے دور میں یک رنگ کے کلام کے مشہور ہو جانے کا ثبوت موجود ہے اور یہ بھی علم ہے کہ انھوں نے خان آرزو۔ مرزا مظہر جان جاناں یا آبرو سے اصلاح لی تھی۔ جس کے یہ معنی ہوئے کہ موخرالذکر دونوں حضرات ریختہ گوئی میں خصوصیت کے ساتھ استادی کا درجہ حاصل کر چکے تھے۔ پھر یہ بھی معلوم ہے کہ یک رنگ نے جو ریختہ گوئی کے اعتبار سے فائز سے پہلے یا ان کے دور میں مشہور ہو چکے تھے ریختہ کا دیوان مرتب کیا تھا جو قائم کی نظر سے گذرا تھا اس لیے یہ بھی ممکن ہے کہ فائز کے زمانے میں ہی یا ان کے دیوان سے کچھ قبل یک رنگ نے ریختہ کا دیوان مرتب کیا ہو یا ان کے اساتذہ میں سے کسی نے کلیات مرتب کی ہو۔ ان میں خان آرزو یا مظہر جان جاناں کے ریختے کے دیوان کا تذکرہ نہیں ملتا اور نہ کسی تذکرہ نویس کی نظر سے یہ دواوین گذرے ہیں البتہ آبرو کا دیوان آج بھی ملتا ہے۔ اتفاق سے دیوان آبرو کے جتنے نسخے دستیاب ہوئے ہیں ان میں کسی کے بارے میں یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ وہ آبرو کی زندگی میں مرتب ہوا۔ نسخۂ رام پور کے مرتب نے اشارہ کیا ہے یہ نسخۂ آبرو کے انتقال کے بعد مرتب ہوا۔ دیوان میں غزل کے ایک دو شعر نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے:

غزل کہ آخرِ وقت گفتہ بعد ازیں ہیچ شعرے نہ گفتہ:

خدا وندا اٹھا دے درمیاں سوں ہجر کے پردے\
ہمارے دام میں صیاد کو لیا یا ہمیں پردے

کئی عشاق معشوقوں کے دیداروں کے ہیں کے دے\
غبار غم بھی دلداروں کی تصویراں کے ہیں گردے"

لیکن یہ پوری غزل نسخہ کیمبرج میں موجود ہے اور اس کے باقی تین اشعار سے یہ قیاس غلط ثابت ہوتا ہے کہ یہ غزل آخر وقت میں لکھی گئی ہوگی، اگر آخر وقت سے مراد وقت مرگ نہیں ہے بلکہ یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ اس غزل کے بعد آبرو نے شعر کہنا چھوڑ دیا تھا تو کم سے کم اس غزل کے اشعار سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا:

نتیجا پرورش کا ان کی بے مہری و خنکی ہے\
یہ لونڈے پیار کے حق میں گویا پاتے ہیں پروردے

نہیں ہے بار دنیا خوب ان بے درد لوگوں کو
خداوندا مجھے خلوت سرا اک دے پئے پردے

غرض فائز کی تقدیم کا فیصلہ مندرجہ ذیل وجوہ سے دشوار ہے

پہلے اس وجہ سے کہ ۱۱۴۲ھ میں فائز نے کلیات پر نظر ثانی کی لیکن یہ طے نہیں کہ اس سے قبل ۱۱۲۷ھ کے لگ بھگ مرتب شدہ کلیات میں اُردو کلام شامل تھا یا نہیں اور یہ بات یقینی ہے کہ نظرِ ثانی کرتے وقت کلام میں اضافہ کیا گیا جس کا ثبوت محمد شاہ کے ذکر سے ملتا ہے۔ دوسرے اس وجہ سے کہ فائز نے یک رنگ کے مصرعے پر گرہ لگائی ہے اور یک رنگ صاحبِ دیوان شاعر تھے اور یہ طے کرنا دشوار ہے کہ یک رنگ نے دیوان کب مرتب کیا تھا۔

تیسرے۔ اس وجہ سے کہ حاتم نے دیوان زادہ کے مخطوطۂ رام پور کے مطابق (اگر یہ تاریخ کتابت کی غلطی نہیں ہے تو) ۱۱۴۰ھ میں مظہر کی زمین "آشیاں اپنا" میں غزل لکھی اور ۱۱۳۱ھ سے ۱۱۴۲ھ تک ولی، مضمون، شاکر ناجی آبرو، مظہر، آرزدہ کی طرحوں پر غزلیں کہی ہیں ان میں فائز کی طرح پر کوئی غزل نہیں ہے اس سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ کم سے کم اس دور میں فائز کا اردو کلام مقبولِ خاص و عام نہیں ہوا گو ان کے فارسی کلام نے شیخ علی حزیں سے بھی خراجِ تحسین وصول کیا ہے۔ اس بحث سے یہ نتیجہ نکالنا غلط نہ ہوگا کہ فائز کی موجودہ کلیات کو جو نظرِ ثانی کے بعد مرتب ہوئی۔ شمالی ہند میں اردو کے پہلا دیوان قرار دینے کے لیے ہمارے پاس قطعی اور مستحکم دلائل موجود نہیں ہیں۔ فائز کے بعد اولیت کے اعزاز کا حق صرف حاتم اور آبرو کو ملتا ہے۔ حاتم کا دیوان دستیاب نہیں ہوتا صرف نظرِ ثانی کے بعد مرتب کیا ہوا دیوان زادہ ملتا ہے جو یقیناً بہت بعد کا کلام ہے ایسی صورت میں آبرو کا دیوان یقیناً شمالی ہند میں اُردو کا پہلا مستند دیوان ہے جو اب تک دریافت کیا جا سکا ہے۔ اس اعتبار سے آبرو کے کلام کا مطالعہ شمالی ہند کے قدیم ترین شعری مجموعے کا مطالعہ ہے اور تاریخی اور ادبی دونوں حیثیتوں سے نہایت اہم ہے۔

۱۔ قاضی عبدالودود صاحب نے پروفیسر مسعود حسن رضوی کی کتاب فائز دہلوی پر تبصرہ کرتے ہوئے عیارستان میں حزیں اور فائز کی خط و کتابت کا حوالہ دیا ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حزیں فائز کے معترف تھے

طرزِ کلام

مقدمۂ شعر و شاعری میں حالی لکھتے ہیں :

"ہر زبان میں نیچرل شاعری ہمیشہ قدما کے حصے میں رہی ہے اگر قدما کے اول طبقے میں شاعری کو قبولیت کا درجہ حاصل نہیں ہوتا انھیں کا دوسرا طبقہ اس کو سڈول بناتا ہے اور سانچے میں ڈھال کر اس کو خوشنما اور دلربا صورت میں ظاہر کرتا ہے۔"[1]

قدما کی مثال وہ اس باورچی سے دیتے ہیں جس نے ایسے مقام پر جہاں لوگ سالم، کچے اور الونے ماش مونگ پانی میں بھیگے ہوئے کھاتے تھے انھیں پانی میں اُبال کر اور نمک ڈال کر لوگوں کو کھلایا انھوں نے اپنی معمولی غذا سے اسی کو بہت غنیمت سمجھا۔

آبرو قدما کے اسی طبقے سے تعلق رکھتے ہیں اور ان سے قبل بھی اُردو میں شعر کہنے کی روایت شمالی ہند میں موجود تھی جس کا رشتہ بعض لوگ امیر خسرو سے جا ملاتے ہیں۔ لیکن ان میں سے اکثر حضرات فارسی کے شاعر تھے اور اُردو میں شعر گوئی صرف منہ کا مزا بدلنے کے لیے کرتے تھے آبرو کے بارے میں بھی بعض تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ پہلے انھوں نے فارسی میں شعر کہنا شروع کیا مثلاً صاحب طبقاتِ سخن لکھتے ہیں :[2]

۱۔ مقدمہ شعر و شاعری ص۹۱

۲۔ طبقاتِ سخن مخطوطہ، شاعری شاہجہاں پوری فیض عام کالج لائبریری

"پیشتر مشق فارسی می کرد ہرگاہ دیوانِ ہندی شاہ ولی اللہ از گجرات بدارالخلافہ آید او نیز ہندی اختیار کرد۔"

اس کا ثبوت ان کے ایک شعر سے بھی ملتا ہے؛

ریختے کے شعر یہ لکھتے ہیں اس کوں دارسی
آبرو کہہ اوتا ہے یہ شعر جس کو پارسی

آبرو نے ریختے میں شعر گوئی اس وقت شروع کی جب فارسی کا سکہ چلتا تھا اور متاخرین شعرائے فارسی کا کلام مقبول تھا اس میں شک نہیں کہ آبرو نے فارسی اور برج دونوں کے شعری رنگ و آہنگ سے اثرات قبول کیے اور اپنے دور کے مزاج کو پوری طرح اپنایا لیکن اس کا اظہار ریختے میں ہوا اور اسی بے ساختگی اور بانکپن کے ساتھ ہوا جو محمد شاہی دور کی خصوصیت ہے۔

محمد شاہی دور کے مزاج کے بارے میں ڈاکٹر سید عبداللہ نے لکھا ہے؛

یہ تحریک مغل ہندی کلچر کی تحریک تھی۔ محمد شاہ خالص راجپوتی طرزِ حیات کا حامی نہ تھا مگر مغلئی طرزِ حیات کو دوبارہ زندہ کرنا بھی اس کے بس کی بات نہ تھی لہذا وہ ایک ایسے کلچر کی بنیاد رکھنا چاہتا تھا جو قومی اور نسلی بھی ہو اور دیسی و مقامی بھی جس کی جڑیں اسی سرزمین میں پیوست ہوں ۔۔۔۔ اس کا ایک رخ ملکی شاعری (ریختہ) کا فروغ تھا اور دوسرا قومی فن کا احیا۔۔۔۔ محمد شاہ کے زمانے میں قوالی کی ایک خاص وضع موسیقی کے مخلوط راگ اور مصوری کا ایک خاص دبستان، کہانی اور ناٹک کی ایک خاص شکل اس زمانے کے فن اور تہذیبی فیشن میں داخل ہو چکے تھے۔[1]

محمد شاہی دور کے مزاج کو پہچاننے کے لیے صرف فنونِ لطیفہ کی اس مغل ہندی شکل کو پہچاننا ہی کافی نہیں ہے بلکہ اس کھلے ڈلے اور بانکے رویے کو جاننا بھی ضروری ہے، جو اس وقت کی زندگی کا جوہر تھا۔ اس اندازِ نظر کو بانکپن کے لفظ سے ظاہر کیا جاسکتا ہے۔ میر کا ایک مصرعہ ہے؛

کفنی پہنی سو زعفرانی تھی

"یہ نک داری" اس دَور کے مختلف شعراء کے لب و لہجے کی خصوصیت ہے، یہ

ہماری گفتگو سب سے جُدا ہے
ہمارے سب سخن ہیں بانکپن کے — حاتم

"نک داری" اور "بانکپن" کے الفاظ اس دَور کی شاعری میں عموماً اور آبرؔو کے کلام میں بالخصوص کلیدی الفاظ کا درجہ رکھتے ہیں۔

طور کیا پوچھتے ہو کافر کا
شوخ ہے بانکا ہے سپاہی ہے — آبرو

مل گیا تھا باغ میں معشوق اک نکدار سا
رنگ و رو میں پھول کی مانند سج میں خار سا — آبرو

سر پہ یہ بلدار بانکے طور پگڑی کیوں سجی
اس قدر بھی جان جائز نہیں ہے قبلہ کی کجی — آبرو

وہی دلدار خوش آیا ہے جو ہووے بانکا
خوب لگتی نہیں وہ تیغ جو خمدار نہیں — مضمون

لباس اور ناز و انداز میں بھی یہی نک داری مدنظر رہتی ہے اس کی مثالیں آبرؔو کی غزلوں میں جا بجا بکھری ہوئی ہیں اور "مثنوی در موعظہ آرائشِ معشوق" میں مربوط اور مرتب شکل میں ملتی ہیں۔

آبرو کی ایک اور خصوصیت خوش وقتی اور مزے داری ہے۔ آبرؔو زمانے کے مدوجزر دیکھے اور ان کے نشانات ان کے کلام میں جا بجا ملتے ہیں[1]۔ لیکن اس کے باوجود ان کی شاعری کا لب و لہجہ خوش دلی اور خوش وقتی کا ہے ان کی شاعری کی فضا تمام تر مجلسی ہے ان کے ہاں یارانِ عاشق مزاج کا مجمع ہے۔ خوش مذاقوں اور عیش و عشرت کے متوالوں

۱۔ نقد میر۔ مطبوعہ جہانگیر بک ڈپو کھاری باؤلی دہلی ص ۴۲۸

کا جمگھٹا ہے. بقول ڈاکٹر سید عبداللہ "سر جوڑ جوڑ کر بیٹھنے اور مجلسی سفاہتوں[1]" کا سماں ہے اس مجلسی آہنگ میں رکاوٹیں اور پابندیاں بہت کم ہیں اور بے جھجک اور بے محابا لطف لینے کے مواقع بہت ہیں۔ یہاں عشق و عاشقی بھی اتنا "اپنے لہو میں آگ جلنے کا نام" نہیں ہے جتنا نشاطِ زیست کا بہانہ ہے۔ یہ نشاطِ زیست نت نئے جلوے دکھاتا ہے، کبھی امرد پرستی کی شکل میں کھل کھیلتا ہے، کبھی درد فراق کا روپ بھرتا ہے، کبھی لذتِ وصل کا رنگ پکڑتا ہے کہیں رقص و نغمہ سے دل بستگی کی شکل میں سامنے آتا ہے کبھی حسن پرستی، خوش لباسی خوش ادائی کی شگفتگی بن کر مقابل ہوتا ہے۔

آبرو سے زیادہ شاید ہی کسی اُردو شاعر کے کلام میں موسیقی سے دل بستگی اور رقاصاؤں اور موسیقاروں سے یہ شگفتگی ملے۔ نعمت خاں، سدارنگ، مولا، جمال، پنا سے ان کا تعلق خاطر ان کی غزلوں سے جا بجا نمایاں ہوتا ہے۔

میٹھے بچن سنادے طوطی کوں تب لجادے
جب ناچنے میں آوے تب مور ہے مولا

الٰہی شکر میں کرتا ہوں تیرا
سرلو تو نیں نعمت خاں کو پھیرا

خدا تجھے بھی کرنے باغ بیچ راگ کے سبز
تری صدائیں کیا ہے ہیں نہال جمال

قیامت راگ ظالم بھاؤ کافر گت ہے اے پنا
تمھاری چیز سو دیکھی سو اک آفت ہے اے پنا

اس کے علاوہ راگ، راگنی، سُر، تال وغیرہ کی اصطلاحیں کثرت سے اور کیفیت کے ساتھ آبرو کے کلام میں استعمال ہوئی ہیں اس کے داخلی شواہد موجود ہیں کہ سدارنگ جی سے

---

1 - مرقع دہلی (ذکر ارباب طرب)

آبرو کو خاص طور پر عقیدت اور قربت تھی۔

بھولوگے تم اگر جو سدا رنگ جی ہمیں
تو نانو مین بین کے تم کوں دھریں گے ہم

پوری غزل شاید سدا رنگ جی کے آگے سے جاتے وقت کہی گئی ہے۔ سدا رنگ محمد شاہی دور کے عہدِ آفریں بین نواز تھے۔ ان کا تفصیلی ذکر مرقع دہلی میں موجود ہے۔ نعمت خان کے بارے میں صاحب مرقع دہلی نے لکھا ہے:

" در ہندوستان وجودش از نعمت ہائے عظمٰی است ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اختراع نغمات وایجاد شعبات ید طولیٰ دارد و با نامکان پیشین پہلو می زند و موجد خیالہائے رنگین است ۔ ۔ ۔ ۔ و مقتضائے تمنائے ذاتی غیر از بادشاہ ہیچ کس سرفرو نمی آید "[1]

اسی طرح کی دل بستگی اور شیفتگی دوسرے اربابِ فن سے بھی ملتی ہے۔ آبرو رقص اور موسیقی کی کیفیات سے بے اختیار ہو کر تعریف کرنے میں راگ، بھاؤ اور گت پر جھومتے ہیں اور داد دیتے ہیں، سُر اور تال پر بے اختیار ہو اٹھتے ہیں۔ یہ بے اختیاری ایک جمال دوست حسن پرست اور رنگین مزاج کی بے اختیاری ہے۔ جس نے مولانا محمد حسین آزاد کے لفظوں میں" رواج عام کے راجہ کی ہولی کی چھینٹیں فخر سمجھ کر سر و دستار پر لی ہیں"۔ آبرو کا دیوان اس لحاظ سے مرقع دہلی ہے۔

آبرو کی حسن پرستی کھلی ڈلی ہے ان کے نزدیک عشق سوز و گداز، محرومی اور مایوسی، ضبطِ نفس اور دردمندی سے عبارت نہیں بلکہ نشاطِ زیست کا مظہر ہے اسی لیے ان کو زندگی کی خوبصورت چیزوں سے پیار ہے ان میں یارانِ با مزا کے مجمعے بھی شامل ہیں اور ان مجمعوں کا سب سے بڑا موقع تہواروں میں ملتا ہے لہذا انھیں تہوار عزیز ہیں۔ بسنت اور ہولی سے انھیں رغبت ہے میلے ٹھیلے بھلے لگتے ہیں۔ بسنت کی ردیف کے ساتھ انھوں نے دو غزلیں کہی ہیں۔ ہولی پران کی نظم اس تہوار کی پوری کیفیت کو بیان کرتی ہے اسی

۱۔ کوثر تسنیم صاحب لکھتے ہیں: سدا رنگ اور ادا رنگ نے خیال کی ادائیگی کو اس قدر مرغوب خاطر بنا دیا ہے کہ دھرپد کا رنگ پھیکا پڑ گیا۔ رسالہ آج کل موسیقی نمبر۔ ماہ اگست ۱۹۵۶ء

راستے سے وہ ہند درسم ورواج، دیومالا اور تلمیحات تک پہنچتے ہیں۔ ان حوالوں کو جس بے ساختگی اور مزے سے اپنے کلام میں سمو لیتے ہیں اس کا جواب ہمارے شعرا کے ہاں بہت کم ملے گا۔

خوش یوں قد خم شیخ کا ہے معتقداں کو
جیوں کشن کو کبجا کا لگے کوب پیارا

مرا اے ماہ رو کیوں خوں اپنے سر چڑھاتے ہو
رکت چندن کا یہ کس واسطے ٹیکا لگاتے ہو

تری گلی کی خاک کوں کر آبرو بھبھوت
اودھوت خاکسار مثال ملنگ ہے

ہنس ہاتھ کو پکڑنا کیا سحر ہے پیارے
پھونکا ہے تم نے منتر گویا کہ ہم کو چھوکر

پھر کرا ہے صنم زنّار کوں کا جرکی ہر ساعت
(پہن)
تری چشم سیہ کرلی ہے عاشق ساتھ کافر
(کاجل)

ترے زنان پن کی نازک ہے شکل بندھنی
تصویر پدمنی کی اب چاہیے چترنی

حسن پرستی اور نشاط زیست سے یہ والہانہ دل بستگی لباس کے ذکر اور خوش پوشی کی تفصیل کی شکل میں بھی ملتی ہے اس سے نہ صرف اس زمانہ کی پوشاک کا اندازہ ہوسکتا ہے بلکہ اس دور کی سج دھج، بانکپن اور نک داری کا بھی پتہ چلتا ہے۔ آبرو کے ہاں لباس کی تفصیلات لکھنؤ کے بعض شعرا کے کلام کی طرح بے نمک اور محض بیانیہ نہیں ہیں بلکہ رعایت لفظی کے باوجود ان شعروں میں بھی ایک مزا ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

زرد پھینٹا سج کے تم نے خوب جھلکائی بسنت
سر چڑھا کیونکر نہ لیں جب اس طرح آئی بسنت

ہو کے دیوانہ گریباں چاک سب کرتا ہے شہر
وہ پَری پیکر سجے جس وقت جاما گھوم کا

بر میں سجن کے قادری از بس کہ تنگ ہے
غنچے کے دل میں رشک سیں خوں جائے رنگ ہے

چیرے نے سرخ پیترے سارے جگت کو موہا
اے شوخ پیترے سر پہ یہ آج خوب سوہا

لگ چپ جس گھڑی سے بہیر (راہن) بیٹھے
پھٹے یارب یہ محمودی کا جاما

اب تو سجا ہے جاما اس شوخ نے چکن کا
کیوں کر رہے نہ ہم سیں وہ سرو قد کشیدہ

شکست پے بہ پے یوں خوش نما ہے دل کی تنگی میں
کہ جوں سیّیں براں کی قادری اوپر رفو کیجے

آبرو کے کلام کی سب سے بڑی خصوصیت ایہام گوئی قرار دی جاتی ہے۔ تمام تذکرہ نویس متفق ہیں کہ ایہام گوئی کے موجد نہ سہی تو اردو شاعری میں اس کو رواج دینے والوں میں ان کا نام سرِفہرست ہے۔ ایہام یقیناً ان کے کلام میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے مگر بدقسمتی سے اس کا ایک نتیجہ یہ بھی ہوا کہ تمام ناقدوں نے آبرو کو ایہام گو کہہ کر ان کے کلام کی دوسری خصوصیات اور کیفیات کو نظر انداز کر دیا۔ ایہام کے بارے میں تفصیلی

بحث" دہلی میں اُردو شاعری کے فکری اور تہذیبی پس منظر" میں پیش کی جا چکی ہے۔ اس کے بعض اقتباسات یہاں درج کیے جاتے ہیں۔

"ایہام (۱) بلاشبہ عربی لفظ ہے۔ فن بدیع کی شاید سبھی کتابوں میں "صنعت ایہام" کا ذکر موجود ہے اور اس سلسلے میں لفظ ایہام کے لغوی معنی بھی بتائے گئے ہیں۔ ان کتابوں میں فارسی کی سب سے قدیم کتاب رشید وطواط کی حدائق السحر فی دقائق الشعر ہے جس کی تصنیف کو تقریباً سوا آٹھ سو برس گزر چکے ہیں۔ اس میں ایہام کے معنی "بدگمان افگندن" لکھے ہیں۔ اس کے بعد شمس قیس رازی کی کتاب المعجم فی معاییر اشعار العجم ہے۔ بدیع کی بعض دوسری مستند کتابوں میں مثلاً مجمع الصنائع مصنفہ نظام الدین احمد حدائق البلاغہ مصنفہ شمس الدین فقیر اور مختصر البدائع مؤلفہ رجب علی امانی میں بھی ایہام کے صرف اصطلاحی معنی بتائے گئے ہیں۔ فخری بن امیری نے صنائع الحسن میں ایہام کے لغوی معنی بھی بتائے ہیں اور وہ ہیں "بگمان وہم انداختن"

ایہام گوئی کے رواج کی دو وجوہ قابل غور ہیں ایک یہ کہ ہر ایسے دور میں جب محفل نشاط گرم ہو اور عیش و مستی کی طرف لوگوں کی توجہ مبذول ہو الفاظ کے پہلو دار استعمال کی طرف ذہن منتقل ہونے لگتا ہے۔ اس کی دو وجہیں ہوتی ہیں ایک اس وجہ سے کہ عشق و عاشقی داخلی جذبہ کے ساتھ ساتھ ایک اجتماعی عیش و نشاط کا موضوع بن جاتی ہے اور کلبۂ احزان کے بجائے میلے ٹھیلوں، مجلسوں اور محفلوں میں بھی زیر بحث آتی ہے اور عشق کا بیان رمز و کنائے میں مزا دیتا ہے اور اسی لیے پہلو دار الفاظ کا استعمال لامحالہ زیادہ ہونے لگتا ہے۔ دوسرے اس وجہ سے کہ ایسے دور میں جب محفلیں آباد ہوں اور اجتماعی زندگی کا راگ رنگ ہر طرف بکھرا ہوا ہو ضلع جگت اور ذومعنی الفاظ سے پھبتی کنایہ اور بدیہہ گوئی میں لطف پیدا ہو جاتا ہے۔

ایک اور اہم وجہ یہ بھی ہے کہ ریختہ گو شعرا کو اس دور میں خصوصیت کے ساتھ اپنی وسعت داماں کا احساس ہوا ہوگا۔ ایک طرف تو وہ عربی اور فارسی کے الفاظ اور تراکیب مضامین اور تلمیحات کو بے محابا استعمال کر سکتے تھے۔ دوسری طرف کھڑی بولی اور

عام بول چال کے الفاظ اور ہندی افعال و اسما ان کے اپنے تھے۔ بول چال کے محاورے اور بات چیت کے موڑ پھیر اور نئے نئے پہلو بھی پیدا ہو رہے تھے۔ اس لیے لفظ اور محاورے کی حیثیت ہشت پہلو نگینہ کی سی ہو رہی تھی جس سے مختلف کام لیے جا سکتے تھے۔ ان الفاظ و تراکیب کی نوعیت کو متعین کرنے اور ان کو واضح شکل میں ڈھالنے کا کام ایہام گو شعرا کے ہاتھوں شروع ہوا۔

ایہام گوئی کے خلاف مشاہیر کے اقوال کثرت سے ملتے ہیں" نکات الشعرا" میں میر نے احسن اللہ کے بارے میں لکھا ہے:

"... طبعش بسیار مائل بہ ایہام بود ازیں جہت شعراد بے رتبہ ماند"... [1]

میر حسن نے اپنے تذکرے میں نسبتاً زیادہ متوازن رائے دی ہے اور اسد یار خاں انسان کے ذکر میں لکھا ہے:

باید دانست کہ سخن سنجان آں زمان در پے صنعت ایہام بودند و تلاش لفظ تازہ می نمودند چوں طرز تازہ بود خوش می آمد لیکن اکثرے ازیں بحر گوہر شہوار بردند و بعضے بہ سبب تلاش لفظ خذف ریزہ بہ کف آوردند چارو ناچار یادگار قلمی می نماید معذور باید داشت [2]

قائم نے اپنے تذکرے میں ایہام گوئی کے خلاف زیادہ سخت الفاظ استعمال کیے اور لکھا:

"ایں ستم کہ شاعران ابتدائی زمانہ محمد شاہ بہ اعتقاد خود تلاش الفاظ تازہ و ایہام نمودہ شعر را از مرتبۂ بلاغت انداختند تا بہ معنی چہ رسد غرض ناگفتہ بہ" [3]

اس کے علاوہ شعرا میں حاتم نے ایہام کی مخالفت میں یہ اعلان کیا:

کہتا ہے صاف و شستہ سخن بس کہ بے تلاش
حاتم کو اس سبب نہیں ایہام پر نگاہ

سودا نے ایہام گوئی سے مکمل برأت کا اظہار کیا:

۱۔ نکات الشعرا۔ ص ۲۷

۲۔ میر حسن۔ تذکرہ ص ۴۴

مخزن نکات۔

یک رنگ ہو آتی نہیں خوش مجھ کو دو رنگی
منکر سخن و شعر میں ایہام کا ہوں میں

اور ایہام گو شعرا کی روش پر سخت طنز کی ہے۔ ان کا مذاق اڑایا ہے
اس میں شک نہیں کہ ایہام گوئی نے مجموعی طور پر شعریت اور تغزل کو مجروح کیا شاعری کی بے ساختگی اور جذبات نگاری کے راستے میں جب صنعت گری اور آراستگی حائل ہو جاتی ہے تو اس کی تاثیر اور لطافت میں کمی آجاتی ہے۔ ذہن جذبے اور احساس کے بجائے الفاظ کے دروبست میں الجھ کر رہ جاتا ہے لیکن اس کا دوسرا پہلو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔

ایہام گو شعرا نے الفاظ کی پیکر تراشی میں نمایاں حصّہ لیا ہے۔ ایک لفظ کی معنوی حیثیت میں کتنا تنوّع ہو سکتا ہے اور بیک وقت کتنے مفہوم ادا کر سکتا ہے محاورہ کا جز و بن کر کس طرح اس میں معنوی تبدیلی آجاتی ہے الفاظ کس طرح دوسرے الفاظ سے مربوط ہو کر اپنے معنی تبدیل کر سکتے ہیں۔ ان لطیف نکات کی طرف جس طرح ایہام گو شعرا نے توجہ کی اس سے قبل نہیں کی گئی تھی۔ ایہام گو شاعر کے نزدیک لفظ گنجینۂ معنی کے طلسم کی حیثیت رکھتا ہے جس سے مختلف آوازیں اور مختلف نغمے پیدا ہوتے ہیں۔ لفظیات کا یہ نیا ادراک زبان اور ادب کے ابتدائی دور میں خدمت کی حیثیت رکھتا ہے۔

بعض جگہ ایہام صرف الفاظ کی ظاہری شکل وصورت اور املا کی مدد سے پیدا ہو گیا ہے۔ مثلاً:

نازک پنے پہ اپنے کرتے ہو تم غروری
موسی کرے سے اپنی فرعون ہو رہے ہو (آبرو)

ربط الفاظ اور ترتیب کلام سے بھی ایہام پیدا کیا گیا ہے اور اس سلسلے میں اس دور کے شعرا نے مختلف ترکیبیں استعمال کی ہیں کہیں ترتیب کلام کسی ایک لفظ کے مناسبات سے عبارت ہے کسی ایک شے یا تصوّر کو کسی چیز سے تشبیہ دی گئی ہے اور پھر اس تشبیہ کی مناسبت سے پوری تصویر مرتب کی گئی ہے، کبھی ترتیبِ کلام کے لحاظ سے معنی میں تبدیلی کر دی گئی ہے۔

خداوندا اٹھا دے درمیاں سیں ہجر کے پردے ہمارے دام میں صیاد کو لیا یا ہیں پردے (آبرو)

گور کا زور مت پکڑا کافر
موت کے سیل میں گیا بہرام
ہر کسی کو کیا ہے زر نے رام
نام کیوں کر نہ ہو ٹکوں کا دام (آبرو)

دیکھ وہ دست ناز نیں دن رات
رشک سیں جل کنول کیے ہیہات

ہنس ہاتھ کو پکڑنا کیا سحر ہے پیارے
پھونکا ہے تم نے منتر گویا کہ ہم کو چھو کر

رعایت لفظی اور استعارے کی مثالیں۔

موئی انجھیاں بنا کر دانہ ہائے اشک کی تسبیح
فجر ہر دیکھتی ہیں تجھ درس کے استخارے کوں (آبرو)

فرہاد کا دل کوہ کوے کا بھرا پیالا ہوا
مستی سے اس کے شوق کی ہر سنگ متوالا ہوا
تم یوں سیہ چشم اے سجن مکھڑے کے جھمکے سے ہوئے
خورشید نے گرمی کری تب تو ہرن کالا ہوا

عالم آ زیں آساں نہیں اے شیخ کنار
خوف سیں عرق کے یاں بحر ہے کشتی میں سوار (آبرو)

صائب کے طرز میں ایک مصرعے میں دعویٰ اور دوسرے مصرعے میں حسن تعلیل سے اس دعوے کا ثبوت پیش کرنے کا انداز بھی اس دور کی ایہام گوئی کی ایک نمایاں خصوصیت ہے۔

نہ ہووے کام دل کا کیوں حاصل عجز و خواری سیں
کہ دانا ہو ہے سبز افتادگی سیں خاکساری سیں

اسی کے ساتھ ساتھ ایہام گوئی کی ایک اور تاریخی خدمت کو پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے۔ ایہام اور رعایت لفظی کے ہاتھوں مجبور ہو کر اس دور کے شاعر تاریخی تلمیحات، سماجی حوالے، لباس، میلے ٹھیلے، نشست و برخاست عام گفتگو کے انداز، محاورے، عام روایتیں اور اصطلاحیں نظم کرنے پر مجبور ہوئے۔ یوں تو تاریخی اور معاشرتی اصطلاحیں اور جھلکیاں بعد کے دوسرے شعرا کے کلام میں بھی ملتی ہیں لیکن یہاں فرق یہ ہے کہ ایہام گوئی کی بدولت یہ حوالے اپنے دوسرے متعلقات اور مناسبات کے ساتھ آئے ہیں اور اسی لیے زیادہ واضح ہو گئے ہیں۔

ایہام گوئی کو "ستم" کہنا بڑی حد تک مناسب ہے۔ یہ بات بھی بالکل بجا ہے کہ ایہام گوئی کا حد سے تجاوز کرنا گویا شعریت، تغزل اور کیفیت کے لیے سم قاتل کا اثر رکھتا تھا۔ لیکن ایہام گو شعرا کی خدمات کو بھی نظر انداز نہ کرنا چاہیے۔ ایہام گوئی صرف طرزِ سخن نہیں تھا بلکہ اس نے الفاظ کے در و بست کا سلیقہ سکھایا۔ ان کی معنوی نزاکتوں کی طرف توجہ مبذول کرائی اور ان کے لطیف امتیازات کو برتنے کا ہنر سکھایا۔ ربطِ کلام ترتیب الفاظ اور صنعت گری کے اسلوب قائم کیے۔

لیکن یہ نہ بھولنا چاہیے کہ آبرو کے ہاں ایسے اشعار کی کثیر تعداد ہے جن میں شعریت اور بے ساختگی موجود ہے، مثلاً

پھرتے تھے دشت دشت دِوانے کدھر گئے
وہ عاشقی کے ہائے زمانے کدھر گئے

مجھے ان کہنہ افلاکوں میں رہنا خوش نہیں آتا
بنایا اپنے دل کا ہم نے اور ہی ایک نو محلا

کرتے تو ہو تغافل پر حال آبرو کا
دیکھو تو تم پیارے بے اختیار رو دو

باگیں لیے چلو ٹک گھوڑوں کی ترک زادو
پہنچے ہیں ہم پیارے تم پاس لگ دوا دو

جلوۂ حسن کو دلدار کے گلزار کہو
شوق کو دل کے ہرے مستی سرشار کہو

مرتا ہوں مرے حال پہ یارو نظر کرو
ٹک جا خدا کے واسطے اوس کو خبر کرو
اے نالہ ہائے شوق اگر تم میں درد ہے
اس بےوفا کے دل میں جا کر اثر کرو

جدائی کے زمانے کی سجن کیا زیادتی کہیے
کہ اوس ظالم کی جو ہم پر گھڑی گذری سو جگ بیتا

کوئل نے آکے کوک سنائی بسنت رت
بورائے خاص و عام کہ آئی بسنت رت
ٹیسو کے پھول دشنۂ خونیں ہوئے اسے
برہمن کے جی کے تیئں ہے کسائی بسنت رت

ٹک واسطے خدا کے مرا عجز جا کہو
بے کس کہو، غریب کہو، خاکِ پا کہو

وصل کے گھر میں خودی کے ساتھ نہیں پانے کا راہ
آپ سیں اول خالی ہو تب یوسف کو چاہ

دل کی بات سن کرتا ہوں تسلیم
کہ راضی ہوں تری جس میں رضا ہے

وہی رشتہ کہ دانایاں کو ہے اسلام میں تسبیح
سوہی رشتہ گلے جا کفر کے زنار ہوتا ہے

جس قدر کرتے ہیں خرچ اخلاص کم ہوتا نہیں
آبرو گنجِ رواں ہے جگ میں مال دوستی

کہا جس کام میں ہوتیں ہیں محکم گاڑ پاؤں اپنا
مجھے واعظ کی سب باتوں میں یہ بات استواری

ان اشعار سے جو شعور پیدا ہوتا ہے وہ ایک کھلے دل کے سادہ مزاج اور تصنع سے ناآشنا اور ایک ایسے شخص کا تصور ہے جو نہ داخلیت میں گرفتار ہے اور نہ خشک فلسفیانہ ذہن رکھتا ہے وہ زندگی کی موٹی موٹی سچائیوں اور خوبیوں کے گن گاتا ہے۔ اس کے ہاں خلوص اور خاکساری کی قدر ہے۔ وہ کمینگی اور دوسروں کے خلاف سازش کرنے سے نفرت ہے دوستی اور دل کو ہاتھ میں لینا عبادت ہے اور جو ایثار، قربانی، راضی بر رضا ہونے اور استقلال کا بندہ ہے۔ یہ قدریں زندگی کی گہری بصیرت کی غماز نہیں لیکن ان سے یہ ضرور ظاہر ہوتا ہے کہ ان شعرا کا رشتہ اجتماعی زندگی کی اقدار سے بڑا گہرا تھا اور وہ اصول و ضوابط کے قائل تھے جو انسانوں کے درمیان شریفانہ برتاؤ اور باہمی میل ملاپ کے نقطۂ نظر سے ضروری تھے وہ زندگی کی گہری فلسفیانہ حقیقتوں تک نہ پہنچے ہوں مگر عملی زندگی کی عام سچائیوں تک ان کی دسترس ضرور تھی۔

خلاصہ یہ ہے کہ آبرو کا شمار ان قدما میں ہے جو نیچرل شاعری سے قریب ہوتے ہیں گو ان کی شاعری کو قبولیت کا درجہ حاصل نہیں ہوتا۔ آبرو ایہام گوئی کے باوجود بھولے بھالے شاعر ہیں ان کے ہاں جذبات کا کھلا ڈلا بیان ہے، عشق و محبت، وصل و اختلاط کی جھلکیاں، بے تکلف صحبتوں کے تذکرے، خوش لباسی کے چرچے، زمانے کی بے وفائی اور کساد بازاری سے جی کا کڑھنا غرض جو ہے بڑے ہی بے محابا اور بھولے بھالے انداز میں بیان ہوا ہے۔ آبرو کا لب و لہجہ ایک ایسے انسان کا لب و لہجہ ہے جس کی شخصیت کھلی ہوئی کتاب ہے، جہاں سے چاہو پڑھ لو اور جس کی ذات اور سماج کے گرد کوئی دیوار نہیں ہے۔ وہ اپنے دور کے مذاق اور آہنگ سے اس قدر مل گیا ہے کہ دونوں کو الگ الگ

پہچاننا دشوار ہے اس کی رندی اور عشق بازی اس کی سرمستی اور والہانہ پن سب میں وہ معصومانہ ادا ہے جو گناہ کو بھی پاکیزہ بنا دیتی ہے۔

آبرو کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ ایہام گوئی کے باوجود وہ تلازمۂ خیال کی مختلف منازل سے گزرتے ہیں ان کی ایہام گوئی ناسخ کی طرح سپاٹ رعایت لفظی نہیں ہے بلکہ الفاظ کی ترتیب اور آہنگ سے معنویت کی ایک سے زیادہ لہریں ابھرتی ہیں وہ کلیدی الفاظ سے اس ہنرمندی سے کھیلتے ہیں کہ ان کے باہمی ربط، صوتی آہنگ اور طرز املا، معنی اور فضا کے مختلف اور متنوع سانچے بناتے گزر جاتے ہیں۔ مرغول اور زبیچ میں جو ربط ہے وہ ظاہر ہے غولِ بیابانی کا راہ میں ملنا اور مسافروں کو بہکانا ابھی عام عقیدہ رہا ہے۔

اب اس شعر کو ملاحظہ کیجیے، پڑھنے والے کا ذہن بیچ کی رعایت سے پہلے مرغول کی طرف جاتا ہے لیکن آرزو مرغول کو دو ٹکڑے کرکے اس سے دوسرا مفہوم حاصل کرتے ہیں۔

بلا ہے راہ بہکانے کوں یہ زلف
گیا ہے بیچ اس کے دیکھ مرغول

آبرو کے کلام کی اس اعتبار سے محض تاریخی اہمیت ہی نہیں ادبی اہمیت بھی ہے اس سے ہماری شاعری نے ایک بانکا ترچھا انداز بیان بھی سیکھا ہے جو شعریت سے یکسر عاری نہیں ہے اس میں ایک انوکھی کیفیت ہے۔ اس کی صناعی بھی محض نقلی اور جعلی نہیں ہے۔ مثال کے طور پر اس شعر کا موازنہ ناسخ کے کسی شعر سے کر دیکھیے۔

بہار بیچ جو بن مئے رہے سو مورکھ ہے
پیئے شراب کا پیالا وہی ہے مست والا

اس شعر میں بھی رعایتیں موجود ہیں متوالا، شراب کا پیالا۔ بہار سب کچھ ہے پھر مست والا اور متوالا میں صنعت ایہام بھی ظاہر ہے۔ مگر اس تمام دردبست کے باوجود یہ شعر کیفیت سے خالی نہیں۔ اسی طرح انداز بیان اور ربطِ کلام کے کئی انوکھے اسالیب آبرو کے کلام میں بکھرے ہوئے ہیں۔

دراصل آبرو صرف طرز بیان کا نہیں بلکہ ایک شخصیت، ایک دور اور ایک مزاج کا نام ہے اور اس شخصیت اس دور اور اس مزاج کا اپنا ایک نشہ ہے اس میں عظمت نہیں مزا ضرور ہے، بالیدگی نہ سہی چاشنی ضرور ہے۔

لسانی اہمیت

آبرو کے کلام کی لسانی اہمیت پر زیادہ تفصیلی بحث کی ضرورت ہے اور اس کی گنجائش اس مختصر سے دیباچے میں نہیں ہے۔ علاوہ بریں مستند ماہرین لسانیات کی موجودگی میں میرے لیے اس بارے میں کچھ کہنا مناسب بھی نہیں ہے۔ یہاں صرف کلام آبرو کی چند لسانی خصوصیات کی نشان دہی کی جا رہی ہے۔ ان سے نتائج نکالنے یا ان کا تفصیلی تجزیہ کرنے کی کوشش نہیں کی گئی ہے۔

۱۔ صرف و نحو سے متعلق

(۱) 'نے' جگہ جگہ حذف کر دیا گیا ہے۔ مثلاً جن نے تجھ کو سنوارا ہے، کی جگہ جن تجھ کو سنوارا ہے

(۲) 'کر' حذف کر دیا گیا مثلاً بجھ بجھ کر کے بجائے بجھ بجھ

(۳) 'و' کا اضافہ مختلف الفاظ میں موجود ہے مثلاً لہو کی جگہ لوہو، گھی کی جگہ گھیو

آزمانا کی جگہ آزماؤ

سونا کی جگہ سونا

جینا کی جگہ جیونا

(۴) 'ی' کا اضافہ بھی جگہ جگہ کیا گیا ہے۔ مثلاً پھر کی جگہ پھیر۔ دکھاؤ کی جگہ دیکھاؤ۔

(۵) کئی الفاظ میں ی یا ے کو حذف بھی کیا گیا ہے مثلاً لے جانا کی جگہ لجانا
(۶) 'ئیں' کی جگہ صرف 'ن' لکھا گیا ہے مثلاً کدھر جائیں کی جگہ کدھر جان۔ یا مرجائیں کی جگہ مرجان۔
(۷) آخر میں الف کی آواز دبائی گئی ہے اور کبھی کبھی اس کو حذف کر دیا گیا ہے۔ مثلاً چاہیے کی جگہ چہئے۔
(۸) 'ن' کا اضافہ بھی جگہ جگہ کیا گیا ہے مثلاً کرنا کو کرنان لکھا گیا ہے۔ جیسے کو جیسیں لکھا گیا ہے۔
(۹) کیجیے کی بجائے کر ہیئے اور جئے کی جیئے استعمال ہوا ہے۔
(۱۰) 'کھیلتے تھے' کے بجائے 'کھیلن تے' بھی استعمال ہوا ہے مگر اس کی مثالیں کم ہیں۔
(۱۱) 'ہوتے ہیں' یا 'ہوتا ہے' کی جگہ 'ہوہے' استعمال کیا گیا ہے۔
(۱۲) کئی جگہ الف کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ کہیں کہیں پیار کے لیے کبھی ضرورت شعری کے لیے کبھی ایہام کی ضرورت سے الف کا اضافہ کیا گیا ہے۔ مثلاً میت کی میتا، وار کی وارا۔
(۱۳) فارسی محاورات کا ترجمہ کرکے نئے افعال تراشے گئے ہیں۔ مثلاً خوش آنا۔ زاری کرنا۔ یاری کرنا۔ زور پکڑنا۔ سربرہونا۔ حرف لانا۔ حال آنا بمعنی جلد آنا۔ خوش نہ آنا۔ گرم ملنا۔ دریاکشی کرنا۔
(۱۴) فارسی اور ہندی الفاظ کو ملا کر متعدد تراکیب آبرو کے ہاں ملتی ہیں وہ ہندی اور فارسی الفاظ کے درمیان اضافت کا استعمال بھی کرتے ہیں، مثلاً کُحلِ نیں۔ خوش نیں وغیرہ۔
(۱۵) بعض اسما اور افعال صفات وغیرہ سے آبرو نے خود بنائے ہیں مثلاً نازک سے نازک پنا۔ منکر سے منکر پنا۔ غرور سے غروری کرنا۔ کافر سے کافری کرنا۔

۲۔ تلفظ

(۱) جنگل کو ہر جگہ نون غنہ کے ساتھ باندھا ہے۔ غزل کا ہم وزن ہو گیا ہے۔

اسی طرح انگارا میں بھی اعلان نون کے بجائے اخفائے نون ہے۔ اسی طرح خنجر۔ ننگی۔

۲۔ انکھیاں ہر جگہ گو اسی طرح لکھا ہے مگر شعر میں بعض جگہ اس کا تلفظ ' ے' کے بغیر کیا گیا ہے۔ یعنی 'کھ' اور 'ی' کو ملا کر تلفظ کیا گیا ہے

۳۔ اول میں تشدید حذف کر دی۔

۴۔ نہیں کو نیں بحذف 'ہ' تلفظ کیا گیا ہے، نہیں بھی باندھا ہے اور ہائے مکسورہ کی خفیف آواز اور نون غنہ کے ساتھ بھی

۵۔ ترک کو 'تُرک' باندھا گیا ہے، ر متحرک کے ساتھ

۶۔ الف ممدودہ کے مد کو ساقط کر دیا گیا ہے مثلاً آزمانا کی جگہ ازمانا۔

۳۔ ہندی اثرات

۱۔ ہندو تلمیحات اور اصطلاحات کثرت سے ملتی ہیں۔ مثلاً کشن جی، کبجا۔ کنھیا۔ سیاما۔ گیتا

۲۔ ٹھیٹھ ہندی الفاظ جو ہندی شاعری میں رائج تھے استعمال ہوئے ہیں۔ مثلاً مرم سینمکھ برن۔ جوت۔ درسن پنتھ۔ پرگھٹ۔ دیہ۔ آسن۔ برہ۔ بھورا برکھا۔ گیان۔ اگن۔ بتھا۔ تیھن۔ لٹکا۔ سوہا۔ برہن۔ بسن۔ سادھنا۔ سبدھی۔ بدھ۔ سگھڑ۔ دھمال۔ سالنا۔ بجر سل۔ ادھوت۔ رکت چندن

۳۔ ان کے اضافہ سے بہت سی منفی صفات بنائی گئی ہیں۔ مثلاً۔ انمنا۔ ان ملا

۴۔ ل 'ل' کو 'ر' سے بدل دیا گیا ہے مثلاً پہن کو پہیر۔ جل کو جر لکھا ہے۔

۵۔ یہ کو 'یو' اور وہ کو 'وو' لکھا ہے۔

۶۔ کھیلتے تھے کی جگہ 'کھیلن تھے' بھی استعمال ہوا ہے

۷۔ تم نے کی 'تمنا' استعمال کیا ہے۔

۴۔ پنجابی مماثلت:

۱۔ زیادہ تر 'ڑ' کو 'ڈ' سے بدل دیا گیا ہے۔ بڑھا کو بڈھا۔ کاڑھا کو کاڈھا

۲۔ جمع بنانے میں 'ان' کا استعمال کرتے ہیں مثلاً یار سے یاراں بھول سے بھولاں لیکن 'ون' کے اضافے سے بھی جمع بنائی گئی ہے۔ مثلاً فلک کی جمع الجمع افلاکوں بنائی ہے۔

۳۔ 'ھ' کا استعمال زیادہ ہے مثلاً جھوٹ کو جھوٹھ۔ آپ ہی کو ابھی۔ تڑپنا کو تڑپھنا اور کئی الفاظ میں 'ھ' بعد میں آنے کی بجائے پہلے کر دی گئی ہے۔ مثلاً پڑھنا کی بجائے پھڑنا۔ یا کھائیے کی جگہ کھیئے (بہ حذف الف) اس کے برعکس مثلاً پہچانا کے بجائے پچھانا۔

۴۔ نال کا لفظ بمعنی ساتھ استعمال ہوا ہے۔

۵۔ دکنی اثرات

۱۔ سے کی جگہ سیں سیتی کا استعمال ملتا ہے

۲۔ میں کی جگہ منے منیں کا استعمال کیا گیا ہے۔ دو ایک جگہ 'میں' کی جگہ 'مے' بھی لکھا ہے۔

۳۔ اتنا کی جگہ ایتا۔ ادھر ادھر کی جگہ ایدھر اودھر موجود ہے۔

۴۔ 'کے تیئں' کا استعمال 'کو' کی جگہ پر ہوا ہے۔

۵۔ حرف تشبیہ کے طور پر 'کے جوں' کے الفاظ ہوئے ہیں۔

۶۔ اب تک کی جگہ اب لگ۔ لیکن کی جگہ لیک۔ جی کی جگہ جیو۔ محبوب کے لیے بالم۔ سجن۔ سرجن۔ پیا۔ من ہرت کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

۷۔ آنسو کی جگہ انجھو۔ ذرا کی جگہ نپٹ۔ ہر دن کی جگہ نس دن استعمال ہوا ہے

۸۔ 'کو' کی جگہ کوں اور سے کی جگہ بعض بعض مقامات سوں بھی استعمال کیا ہے۔

۹۔ افعال میں بھی وہی انداز کہیں کہیں مل جاتا ہے مثلاً بکا کی جگہ بکیا۔ پکا کی جگہ پکیا۔

۱۰۔ جگہ کی جگہ جاگہ استعمال ہوا ہے۔

۱۱۔ وہی کی جگہ 'سوئی' اور 'ووئی' (سوہی اور وہی) استعمال ہوا ہے۔

۶۔ بعض دیگر خصوصیات

۱۔ گو آبرو کی زندگی کا کوئی حصہ پورب میں نہیں گزرا مگر پوربی کا لفظ 'بونا'، بمعنی ڈبونا انھوں نے استعمال کیا ہے۔ اسی طرح پیکن کا لفظ بھی استعمال ہوا ہے۔

۲۔ متعدد الفاظ ایسے ملتے ہیں جو آج بھی مغربی یو۔پی کے اضلاع میں صرف بول چال کی زبان ہی میں مستعمل ہیں مثلاً امّی یعنی انبا، نخصیں (جو کسی شوہر کی ہو کر نہ رہ سکتی ہو) لہذا ترٹ پھڑانا۔ جھنجھورسے جھیلنا کھک ہونا

۳۔ سودا کی طرح آبرو نے یت کے اضافے سے بنائے ہوئے بہت سے اسماء اور صفات استعمال کیے ہیں مثلاً بانکپن سے بانکیت پٹنا سے پٹیت۔

۴۔ آبرو نے غنڈہ کو ہر جگہ خندہ۔ رزائے کو رجالا لکھا ہے۔ اور شدہ سازی کا لفظ مکر فریب کے لیے استعمال کیا ہے۔

۵۔ بعض حرف کا املا تلفظ کے مطابق تھا مثلاً تسبیح کو تسبی لکھتے تھے وہی شکل آبرو کے کلام میں بھی موجود ہے۔

اس مختصر سے جائزے سے اندازہ ہوگا کہ آبرو کے زمانے میں اردو زبردست لسانی انقلاب سے گزر رہی تھی۔ آبرو کے دیکھتے دیکھتے زبان کی شکل کچھ کی کچھ ہوگئی۔ ان تبدیلیوں کی تیز رفتاری کا اندازہ خود ان کے کلام سے کیا جاسکتا ہے

کلیات آبرو کے مخطوطات

کلیات آبرو کے چھ مخطوطات کے بارے میں اطلاعات پہنچ سکی ہیں۔

مخطوطہ فورٹ ولیم کلکتہ

مخطوطہ۔ دلینہ

مخطوطہ رام پور

مخطوطہ کراچی

مخطوطہ کیمبرج

مخطوطہ پٹیالہ

مخطوطہ فورٹ ولیم کلکتہ اب ایشیاٹک سوسائٹی کے کتب خانے میں ہے اس مخطوطہ کے آخر میں یہ ترقیمہ ہے۔

"تمت بالخیر بعون ملک الوقت بتاریخ ہشت دہم
شہر ذی الحجہ روز جمعہ بوقت سپہری جلوس میمنت
شاہ عالم بادشاہ غازی تحریر یافت۔"

اس نسخہ میں مخطوطہ پٹیالہ کے مقابلے میں مندرجہ ذیل کلام زائد ہے:

(الف) مستزاد

۱۔ آنکھوں نے تری دل کو مرے قتل کیا ہے — بانکی نظراں نیں
۲۔ عاشق کا کہر رنگ نہ ہو زرد سو کیوں کر — اس طور کو دیکھے
۳۔ زر دار سیں ملتے ہیں یہی طور بُرا ہے — اب سیم براں میں
۴۔ کیوں پھولتا ہے حسن پہ اے تو۔۔۔۔ — اے نازک کمر
مانگوں ہوں دعا ملنے کو تری — اے نازک کمری
لیایا ہوں مجھ پاس یہ رد درد کو رہا — کر علاج بیماری
لاگی تھی برہ ایک کلیجے میں اچانک — سن بات ہماری
ہوتا نہیں ہمدردی کوں ایسا ہی معشوق — سن تو مایۂ خوبی
جپتا ہوں دن رات خدا کو — کر فکر مقرر
جلایا دل کو عاشق نے مکر سے — لگا دھوکے کوٹی
چلتا ہے عجب چال ہمارا — اے۔۔۔سورا

(ب) ترجیع بند

کہاں ہے کہو آج وہ خوش نین

(ج) قطعہ

میں نے چاہا تھا ترے عشق میں ہو کر مجنوں

(د) مخمسات

۱۔ دیوانہ اسیر سلاسل کہا کرد
۲۔ تری کا کل مرے دل کوں بلا ہے
۳۔ کس کس طرح حیرت میں رہے
۴۔ آتا نہیں کہتا ہے یوں فرصت نہیں کچھ کام ہے۔
۵۔ اے او شوخ ستم گار کہاں جاتا ہے
۶۔ یہ بے رحمی کہو صیاد کوں کن نے ہے سکھلا دی
۷۔ اے شوخ کیوں سیکھی جادو گری (؟)۔
۸۔ ۔ ۔ یا خام زر کش دل عاشق (؟)۔
۹۔ اے درد ہجر کا تجھے کیا کروں میت
۱۰۔ باتوں میں عندلیب قفس میں تو بوم ہو
۱۱۔ ـــــ گردن زدنی (؟)
۱۲۔ دریاؤ نہیں
۱۳۔ زردار کہاں جاتا ہے

(ہ) رُباعیات

نسخہ کلکتہ میں ۲۰ رباعیات ہیں اور فردیات کی تعداد ۲۹ ہے۔ مخطوطے کے اندر ایک اور ترقیمہ ہے جس میں تاریخ کتابت ۳۱ھ دی گئی ہے جو غالباً جلوس محمد شاہی کے سنہ کی ہے۔ ترقیمہ یہ ہے۔

"دیوان آبرو بتاریخ بیست و دویم ذی الحجہ ۳۱ھ بوقت سپہری تحریر یافت"

اس نسخہ کے شروع اوراق پہ عبارت درج ہے۔

کتاب دیوان آبرو بزبان ہندی واقعہ سلخ ربیع الاول ۱۲۱۹ھ دیدہ شد

آخر میں فورٹ ولیم کالج کی مہر ہے جس میں ہندی بنگالی اور اُردو میں "کتاب کالج فورٹ ولیم" لکھا ہے۔ شروع کے ایک ورق پر "دیوان آبرو بزبان ہندی" کے الفاظ لکھے ہیں اور نمبر ۵۷۴ پڑا ہوا ہے۔ انگریزی میں بھی دیوان آبرو لکھا ہے۔

یہ نسخہ نہایت غلط لکھا ہوا ہے۔ کاتب جاہل معلوم ہوتا ہے۔ اس نے مصرعوں کو مسخ کر دیا ہے اور بعضے مصرعوں کو خلط ملط کر دیا ہے۔ بعض میں ایسے اضافے کر دیے ہیں جن سے اصل متن تک پہونچنا ناممکن ہو گیا ہے۔ دیوان آبرو کا سب سے زیادہ غلط مخطوطہ یہی ہے۔

(و) مثنویات

۱۔ ہے سزاوار ثنا وہ باکمال — طویل مثنوی

۲۔ جن نیں پیدا کیا ہے خاص و عام

۳۔ سب ہیں ذات اور صفات میں

۴۔ مثنوی در موعظہ آرائشِ معشوق

(ز) مرثیہ

افسوس ہے کہ آج رسول خدا کے تئیں

(ح) پہیلیاں (۵)

اب خدا بخش لائبریری پٹنہ کی ملکیت ہے۔ اس کا عکس مجھے لائبریری کے توسط سے حاصل ہوا۔ ان مخطوطات میں کلکتہ اور پٹیالہ کے مخطوطات کے متن پر اضافہ نہیں کیا گیا ہے۔ مخطوطۂ کراچی جو پہلے ڈاکٹر عبدالحق صاحب کی ذاتی ملکیت تھا اور اب انجمن ترقی اُردو پاکستان کے کتب خانہ میں ہے۔ مشفقی ڈاکٹر مشفق خواجہ کی مہربانی سے حاصل ہوا۔ جس کے لیے میں ان کا نہایت ممنون ہوں۔

نسخہ پٹیالہ نہایت صاف اور صحیح لکھا ہوا ہے۔ آخر میں جو ترقیمہ ہے وہ درج ذیل ہے:

"تمت تمام شد دیوان محمد مبارک آبرو بتاریخ بیست و دوم شہر شعبان المبارک ۱۹ جلوس محمد شاہ غازی مطابق ۱۱۴۹ھ ہجری المبارک المیمونہ"

پہلے صفحہ پر کاتب نے غالباً مشق کے طور پر بعض مصرعے نقل کر دیے ہیں۔

عشق کے اثبات کو عاشق خار ہے

تب تو یوں سنتا ہے ان سب واعظوں کے قال وقیل

عشق ہے اختیار کا دشمن

ایک طرف نمبر ۶۳ لکھا ہے اور اس کے نیچے اس کی قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے (عیہ) اس طرح لکھی ہے۔ دوسری طرف مثل دیوان نیچے دیوان آبرو اسم حمیدہ لکھا ہے تمام مطلع سرخ روشنائی سے ہیں اور مقطع میں تخلص سرخ روشنائی سے لکھا ہے۔ کاغذ عمدہ اور خاصا موٹا ہے۔ یہ نسخہ اب سنٹرل لائبریری پٹیالہ کی ملکیت ہے اور رجسٹر میں اس کا اندراج نمبر ۱۶۰۲ پر ہے۔ یہ مخطوطہ پہلے کپورتھلہ کی ملکیت تھا (مثل سے غالباً مسل یا فائل مراد ہے)

اس مخطوطے میں زیادہ غزلیات ہیں ان کی مثنویات وغیرہ بھی اس میں شامل نہیں ہیں زیر نظر دیوان نسخۂ پٹیالہ پر مبنی ہے۔ اس میں بعض اوراق ردیف الف کے اور ردیف ت سے ردیف خ تک کے غائب ہیں۔

نسخۂ رام پور بھی نہایت صاف روشن اور خوشخط لکھا ہوا ہے۔ اس نسخے میں ایک غزل کے اوپر لکھا ہوا ہے:

"غزل کہ آخر وقت گفتید بعد ازیں ہیچ شعر نگفتید"

غزل کا پہلا مصرع یہ ہے:

خداوندا اٹھا دے درمیاں سوں ہجر کے پردے

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ نسخہ آبرو کے انتقال کے بعد لکھا گیا غزل میں ایسے اشعار موجود ہیں جن سے یہ قیاس صحیح نہیں معلوم ہوتا کہ یہ غزل آخر وقت میں کہی گئی ہو لیکن اس میں کلکتہ اور پٹیالہ کے مخطوطات کے فراہم کردہ مثنویوں پر بہت کم اضافہ کیا گیا ہے۔

پٹیالہ سنٹرل لائبریری کا نسخہ بسم اللہ الرحمن الرحیم سے شروع ہوتا ہے۔ اس

ایک طرف رب لیسرا اور دوسری طرف ولا تعسر وتمم لکھا ہے۔ دلیسنہ کے نسخے میں تدآبرو کوں
تدآبرو کوں چھوڑ گلی سے سٹک گیا
پٹیالہ کے نسخے میں کپورتھلہ اسٹیٹ لائبریری کی مہر ہے
پہلے صفحے پر لکھا ہے:
عشق کے اثبات کو عاشق خار ہے
تب تو یوں سنتا ہے ان سب واعظوں کے قال وقیل
عشق ہے اختیار کا دشمن
مثل دیوان

عـــ۶۳	دیوان آبرو	اسم حمیدہ
عـــ۸	دیوان آبرو صاحب	

تمام مطلعے سرخ روشنائی سے لکھے گئے ہیں۔

آخر میں ایک بار پھر میں جناب مشفق خواجہ اور ڈاکٹر مسعود حسن خاں اور دیگر احباب کا شکریہ ادا کرتا ہوں جن کے تعاون کے بغیر دیوان آبرو کی بازیافت ممکن نہ تھی۔

محمد حسن

پروفیسر اُردو
جواہر لعل نہرو یونیورسٹی
نئی دہلی ۱۱۰۰۶۷
۳۱ مئی ۱۹۸۴ء

مختصر کتابیات

۱۔ اورینٹل کالج میگزین لاہور۔ شمارہ ۱۹۶۰ء
آبرو پر جناب کلب علی خاں صاحب فائق کا مقالہ

۲۔ رسالہ معاصر پٹنہ ۔ شمارہ ۱۹۵۱ء
واسوخت آبرو پر پروفیسر مسعود حسن رضوی کا مضمون معہ حواشی قاضی
عبدالودود

۳۔ دیوان زادہ شاہ حاتم ، مخطوطہ رام پور

۴۔ سرگزشت حاتم مرتبہ محی الدین قادری زور

۵۔ فائز دہلوی ، شمالی ہند کا پہلا صاحب دیوان شاعر۔
مرتبہ پروفیسر مسعود حسن رضوی

۶۔ عیارستان ۔ قاضی عبدالودود

۷۔ قدیم اردو : مرتبہ پروفیسر مسعود حسین خاں

کچھ املا کے متعلق

اس نسخے کی ترتیب میں املا کے سلسلے میں جن امور کو ملحوظ رکھا گیا ہے ان میں بعض کی صراحت ضروری ہے۔

۱۔ عام طور پر اوس۔ اوٹھ۔ دوکھ۔ یا اس قسم کے دوسرے الفاظ میں جہاں 'و' موجودہ املے کے مطابق نہیں لکھے جاتے 'و' حذف کر دیا گیا ہے لیکن پٹیالے کے مخطوطے میں یہ تمام الفاظ 'و' کے ساتھ لکھے گئے ہیں۔

۲۔ اصل مخطوطے میں پاؤں کو پانو، کنوئیں کو کوے۔ پہنچا کو 'پونچا' لکھا گیا ہے ان الفاظ کو بدل کر پاؤں۔ کنوئیں اور پہنچا کر دیا گیا ہے کہ وہ موجودہ املے کے قریب آجائیں۔

۳۔ اصل مخطوطے میں چاہیے کو چہیئے۔ کھائیے کو کہیئے لکھا ہے اس قسم کے الفاظ کا املا چاہیے۔ کھائیے کر دیا ہے۔

۴۔ اصل مخطوطے میں 'پڑھیے' کو 'پہڑیے۔ پہچانا' کو 'پچھانا یا پچھانا' ہے۔ اس قسم کے الفاظ کو بھی موجودہ املے کے مطابق کر دیا گیا ہے۔

۵۔ تڑپ کو اصل مخطوطے میں ترڑپہہ لکھا ہے۔ اس کو بھی اکثر جگہ موجودہ املے کے مطابق زیر نظر تالیف میں تڑپ لکھا گیا ہے۔

۶۔ جہاں 'پیے' اور 'ئیے' کا املا برقرار رکھنا ضروری نہ تھا وہاں 'یہ' اور 'یہ'

کر دیا گیا ہے

۷۔ باقی تمام حروف کا املا اصل مخطوطے کے مطابق برقرار رکھنے کی کوشش کی گئی ہے ۔
شلاً سیں ۔ نیں ۔ کوں ۔ سوں ۔ کرناں (بمعنی کرنا) کی اصل شکل قائم رکھی ہے ۔ اسی طرح وہ تمام الفاظ جن کو آج کل 'ہ' سے لکھا جاتا ہے مگر اصل مخطوطے میں 'ا' سے لکھے گئے تھے ۔ قدیم املے کے مطابق لکھے گئے ہیں ۔

۸۔ اصل نسخے کے املے کی دوسری خصوصیات باقی رکھی گئی ہیں ۔

دیباچہ طبع سوم

دیوان آبرو کا پہلا اڈیشن ۱۹۰۳ء میں چھپا تھا بہت ناقص تھا اور ضائع کر دیا گیا پھر دوسرا اڈیشن ایک سال بعد شائع ہوا یہ پہلے سے بہتر تھا مگر یہ بھی ناقص تھا اور دیوان آبرو کے نسخۂ پنیالہ ہی پر مبنی تھا اور ایک مثنوی اور مستزاد کے علاوہ صرف غزلیات اور فردیات پر مشتمل تھا۔ اب یہ تیسرا اڈیشن شائع ہو رہا ہے اس میں دیوان آبرو کے سبھی مخطوطات کا کلام موجود ہے لیکن کمی اس میں بھی رہ گئی ہے اختلافات نسخ کے مقابلے اور موازنے کا حق ادا نہیں ہوا اور کچھ کلام بھی ممکن ہے باقی رہ گیا ہو سبھی تذکروں سے بھی آبرو کا کلام نقل نہیں ہو سکا ہے۔ یہ کمی اگلے اڈیشن میں جلد دور ہو جائے گی البتہ پچھلے اڈیشنوں کے مقابلے میں زیرِ نظر اڈیشن میں فرہنگ کا اضافہ اہم ہے گو فرہنگ کو اور زیادہ تفصیلی ہونا چاہیے تھا کیونکہ ایہام گوئی کی بنا پر ہر لفظ کے کئی پہلو نکلتے ہیں اور ان کی مزید صراحت چاہیے تھی۔

بہرحال معذرت کے ساتھ دیوان آبرو کا نیا اڈیشن پیشِ خدمت ہے۔ اس عرصے میں آبرو کی شخصیت ان کے دور اور اس کے تنقیدی مطالعے کے سلسلے میں جو مزید معلومات حاصل ہوئی ہیں وہ درج کی جاتی ہیں اس سے قبل کے اڈیشن میں شامل دیباچہ بھی شریکِ اشاعت کیا جا رہا ہے۔

نام اور حالاتِ زندگی:

نام نجم الدین اور عرف شاہ مبارک تھا (مجموعہ شعرا، نکات الشعرا، مخزن نکات، تذکرۂ ہندی

طبقات الشعرا، شوق گلشن بے خار اور تذکرہ طور کلیم اور گلِ رعنا اور تاریخ ادب اردو سکسینہ۔ جواہر سخن تذکرۂ سخن خوش معرکۂ زیبا وغیرہ سب نے نجم الدین نام اور شاہ مبارک عرف لکھا ہے البتہ شفیق اورنگ آبادی نے چمنستان شعرا میں اور علی ابراہیم خلیل نے گلزار ابراہیم میں صرف نجم الدین نام لکھا ہے۔ عرفیت شاہ مبارک سراج الدین علی خاں نے مجمع النفائس میں اور شاہ حاتم نے دیوان زادے میں لکھی ہے مگر صاحب تاریخ محمدی جو ہم عصر ہیں شاہ مبارک اللہ نام لکھتے ہیں مخطوطہ کراچی میں محمد مبارک نام لکھا ہے کریم الدین نے نجم الدین علی خاں نام لکھا ہے۔

سراج الدین علی خاں آرزو نے مجمع النفائس میں صفحہ ۱۰۸ مخطوطہ رام پور میں اپنے اجداد پدری میں شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی کا اور اجداد مادری میں شیخ محمد غوث گوالیاری رجد اعلیٰ شیخ فرید الدین عطار کا حوالہ دیا ہے۔ اس طرح آبرو آزاد کے ننھیالی رشتہ دار تھے سرو آزاد میں صفحہ ۲۲۷ پر آزاد بلگرامی خاں آرزو کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ آرزو کا نسب پدری شیخ کمال خواہر زادہ۔ شیخ نصیر الدین محمود سے اور جہت مادر سے شیخ محمد غوث گوالیاری شطاری عطاری سے ملتا ہے اس لحاظ سے آبرو خانِ آرزو کے رشتے دار بھی تھے غالباً شاگرد بھی تھے اور عطاری تھے کہ انھیں شیخ فرید الدین عطار سے نسبت تھی [1]

آبرو کی ولادت کی تاریخ قاضی عبدالودود نے ۱۰۹۵ھ تسلیم کی ہے سند اس کی یہ ہے کہ آبرو کی وفات کی تاریخ ۲۴ رجب ۱۱۴۶ھ متعین ہو چکی ہے اور صاحب تاریخ محمدی نے واضح طور پر اس کا اندراج کیا ہے۔ مصحفی نے وفات کے وقت عمر ۵۰ سال بتائی ہے اور گھوڑے کی لات لگنے سے موت واقع ہونا بیان کیا ہے اگر ۱۱۴۶ھ سے ۵۰ سال نکال دیے جائیں تو ۱۰۹۶ھ نکلتا ہے قاضی عبدالودود نے بعض دیگر شواہد کی مدد سے ۱۰۹۵ھ سال ولادت مانا ہے میر سید فتح علی حسینی قائم، شوق نے گوالیار کو ان کا وطن بتایا ہے اور ابتدائی تعلیم بھی وہیں ہوئی تعلیم و تربیت کا حال معلوم نہیں لیکن فارسی اور عربی میں دستگاہ رکھتے تھے غالباً فارسی میں شعر بھی کہتے تھے جس کی طرف اشارے ان کے کلام میں ملتے ہیں۔

ریختے کے شعر یہ لگتے ہیں اس کوں عار سی
آبرو کہہ آتا ہے شعر جس کو پارسی

---

[1] تفصیلات کلب علی فائق کے مضمون مشمولہ اورینٹل کالج میگزین لاہور سے حاصل کی گئی ہیں شمارہ ۱۹۷۰ء

میر نے ان کا آغاز جوانی میں دہلی آنا لکھا ہے یہ سفر غالباً ۱۱۱۱ھ کے لگ بھگ ہوا ہوگا ممکن ہے بسلسلۂ روزگار دہلی آئے ہوں گلشن گفتار کے بیان کے مطابق ملازمت شاہی سے منسلک رہ چکے تھے۔ گرویزی نے لکھا ہے کہ ایک مدّت تک نارنول میں ان کے والد کے ساتھ آبرو رہے اور اچھے صلے پائے غرض دہلی میں عزّت اور خوش حالی سے بسر کی جس کا ثبوت ان کے کلام سے بھی ملتا ہے۔

جب[۵] ولی کے دیوان کا دہلی میں شہرہ ہوا تو حاتم کے بیان کے مطابق ۱۱۲۸ھ کے لگ بھگ اردو میں شعر کہنے کا رواج عام ہوا سراج الدین علی خاں آرزو نے ان ریختہ گو شاعروں کی حوصلہ افزائی کی اور ان شعرا میں آبرو نے ایہام گوئی کی طرز نکال کر امتیازی شان پیدا کر لی، ۱۱۳۰ھ میں خود حاتم نے آبرو کی زمین میں غزل کہی۔ اس سلسلے کی مزید بحث اولیت کے مسئلے کے ضمن میں ہے۔

آبرو کے مزاج اور سیرت کے بارے میں معلومات بہت کم ہیں متعدّد تذکرہ نویسوں نے ان کی حسن پرستی کا تذکرہ کیا ہے۔ مجموعۂ نغز میں میر مکھن پاکباز کو ان کا منظور نظر بھی بتایا گیا ہے۔ صاحب تذکرہ لکھتے ہیں:

> "میر مکھن پاکباز تخلص سے جو سیّد شاہ کمال بخاری کے بیٹے تھے دلچسپی رکھتے تھے چنانچہ بعض اشعار میں اس کا اظہار بھی کیا ہے۔

مخزن نکات میں قائم نے لکھا ہے:

> "حسن پرستی میں بڑی شہرت تھی۔ چنانچہ حسینوں کی آرائش کے سلسلے میں ڈیڑھ سو اشعار کی مثنوی بھی لکھی ہے۔

کریم الدین کا بیان ہے:

> "مبارک مکھن۔ فرزند شاہ کمال بخاری سے بہت گھلا ملا رہتا تھا چنانچہ اس نے آپ بھی اس مطلب کی طرف اشارہ کیا ہے۔
>
> مکھن میاں غضب ہیں فقیروں کے حال پر
> آتا ہے ان کو جوش جمالی کمال پر

---

[۵] کلب علی خاں فائق۔ محولہ بالا ص ۲۰

دیہاں مراد جمالی کمال کی درگاہ کی طرف سے بھی ایہام کی مدد سے اشارہ کیا گیا ہے جو مہرولی کے قریب دہلی میں ہے)

آبرو اپنی حسن پرستی کی شہرت کے بارے میں مثنوی در موعظۂ آرائشِ معشوق میں خود لکھتے ہیں:

تب کہا میں نے کہ کیا ہے تیرا ناو — کہتے ہیں میرے تئیں آبرو
نام سنتے ہی کیا اٹھ کر سلام — خوش ہوا ہنس کر لگا کرنے کلام
آرزو سیتی لگا کہنے کہ ہم — یاد میں رہتے تھے تیری دم بدم

غرض محبوب خود آبرو سے 'خوب روئی' کی طرح ہیں جاننے کا اشتیاق ظاہر کرتا ہے۔

علاوہ بریں جن امرودں یا محبوباؤں کا ذکر بار بار آیا ہے ان میں سے کچھ کے نام یہ ہیں۔ پنا۔ ممولا۔ رمضانی۔ سبحان رائے۔ جمال۔ صاحب رائے ان کے علاوہ ہندوستان زاد۔ برہمن زادہ۔ کسائی۔ سنار۔ اور مختلف پیشوں سے تعلق رکھنے والے محبوبوں کا بھی ذکر ہے۔

دیوان کی اندرونی شہادت سے آبرو کی موسیقی سے گہری دلچسپی اور اس دور کے عہد ساز بین نواز نعمت خاں سدارنگ اور ادارنگ سے ان کی دوستی اور عقیدت کا بھی اظہار ہوتا ہے۔ نعمت خاں سخت بیمار ہوئے تو ان کے صحت یاب ہونے پر آبرو نے مبارک باد پیش کرنے کے لیے غزل کہی

الٰہی شکر میں کرتا ہوں تیرا
بسر نو تو نے نعمت خاں کو پھیرا

نعمت خاں دہلی چھوڑ کر کچھ دن کے لیے باہر جانے لگے تو بھی جدائی کی شکایت آبرو نے نظم کی۔

دہلی کے بیچ ہائے اکیلے مریں گے ہم
تم اگرے چلے ہو سجن کیا کریں گے ہم
بھولو گے تم اگر جو سدارنگ جی ہمیں
تو نانو بین بین کے تم کو دھریں گے ہم

نعمت خاں سدارنگ کے کمالات کی تعریف جابجا کی گئی ہے ان کی بین نوازی کی تعریف، راگ راگنی پر ان کی قدرت کا ذکر اور خاص طور پر نسبت اور ہنڈول وغیرہ گانے کا چرچا غزلوں

میں جابجا ہے اس دور کے اہم طرز جنگلہ یا ژنگولا کا بھی تذکرہ بار بار ملتا ہے۔ رقص سے بھی آبرو کو دلچسپی تھی گھنگھرو ردیف کی غزل لکھی ہے اور کئی جگہ رقص کی کیفیات کا ذکر ہے۔

آبرو کو دوستداری اور موسیقی کے علاوہ سفر سے بھی دلچسپی تھی موجودہ ہریانہ اور پنجاب کے مختلف علاقوں، قصبوں کا رقص اور وہاں اپنی اور اپنے دوستوں کی آمد و رفت کا تذکرہ کیا ہے ان میں چند یہ ہیں۔

نارنول۔ سنبھال کے (سبھال کے) پانی پت۔ گنور۔ نونہرہ۔ آگرہ۔ ہانسی۔ حصار۔ آبرو کو کھیلوں سے بھی خاص دلچسپی تھی چنانچہ گنجفے کا ذکر ان کے اشعار میں بار بار آیا ہے۔ اسی طرح چوپڑ کا ذکر کیا گیا ہے اور اس سے نئے نئے مضامین پیدا کیے گئے ہیں۔

چوپڑ کے کھیلنے کا ہے سارا یہ ہے خلاصا
شاید کبھی وہ لڑکا بیٹھے ہمارے پاس ہارے آ

کبوتر بازی سے بھی شغف تھا اس فن کی اصطلاحیں انھوں نے استعمال کی ہیں اور کبوتروں کو مختلف قسموں کا تذکرہ کیا ہے اور اڑنے کے دوران کبوتروں کے مختلف خطرات سے دوچار ہونے کا ذکر بھی ان کی غزلوں میں موجود ہے مثلاً

دولت نہیں تو ہرگز پیغام وصلت مت دے (کذا)
یہ خط اگر کبوتر لے جا تو بھیج زرچا (کبوتر کی ایک قسم)

کیوں کے نامے کو لے کبوتر جا
مژہ پنجا ہوئی ہے باشے کا

الجھو بسمل کبوتر ہوے تڑپے
کیے جب ہم نیں اپنی چشم تر باز

اسی طرح خوش لباسی اور خوش پوشاکی آبرو کو پسند ہے اپنی غزلوں میں جابجا انھوں نے اپنے دور کے قیمتی کپڑوں اور پوشاکوں کا ذکر کیا ہے۔

لگی چپ جس گھڑی سیں پہر بیٹھے
پھٹے یارب یہ محمودی کا جاما

اتو۔ مخمل۔ بانات۔ جاما۔ مشروع کا پاجاما۔ نیمہ۔ دستار۔ چیرا سیلی۔ پگڑی غرض اس دور کے سبھی اہم کپڑوں اور پوشاکوں کا ذکر آبروؔ کے کلام میں موجود ہے مزید تفصیلات کے لیے درگاہ قلی خاں کی تصنیف 'مرقع دہلی' اور محمد شاہی طرزوں پر عبدالحلیم شررؔ کی کتاب 'مشرقی تمدن کا آخری نمونہ'، کا مطالعہ مفید ہوگا۔

اسی طرح مشروبات میں قہوہ۔ چائے۔ تمباکو۔ بھنگ۔ شراب وغیرہ کا ذکر محض رسمی نہیں ہے بلکہ اس دور کی تہذیبی مزاج سے آبروؔ کی گہری دلچسپی ظاہر ہوتی ہے۔ میلے ٹھیلوں اور جشن اور تہواروں کا بھی انھیں شوق تھا۔

شعر گوئی بھی اسی تہذیبی مزاج کا ایک حصّہ تھی ان اشعار کے سلسلے میں انھوں نے حسن پرستی اور عشق بازی ہی کا ذکر کیا ہے یہ اور بات ہے کہ ان کے ہاں تصوّف کے مضامین بھی ملتے ہیں اور اخلاقیات کے نکتے بھی موجود ہیں جو اس دور کے طرز زیست پر روشنی ڈالتے ہیں اور یوں بھی اپنا ایک الگ لطف رکھتے ہیں، مگر آبروؔ سنجیدہ فلسفیانہ فکر یا عشق کی تڑپ اور اضطراب کے شاعر نہیں ہیں خوش دلی اور خوش مزاجی کے شاعر ہیں اور یہی ان کا مزاج ہے۔

شاعری کے فن میں ان کے بعض شاگردوں کا بھی تذکرہ ملتا ہے جن میں ثاقب۔ سجاد۔ فدوی۔ عارف، عبدالوہاب یکرو اور میر مکھن پاکباز نمایاں ہیں جن کے بارے میں مختلف تذکرہ نویسوں نے مندرجہ ذیل معلومات بہم پہنچائی ہیں [1]

> (۱) ثاقب۔ شہاب الدین ساکن قصبہ بیلو ہارا۔ درویش۔ متوکل۔ شاعر پر گو اور خوش گو۔ شاگرد آبروؔ کا کبھی اپنے اشعار سراج الدین علی خاں آرزوؔ کو بھی دکھاتا تھا اکثر فنون میں مہارت تھی باوجود ہمہ دانی اور قابلیت انسانی اپنے آپ کو ہیچمدان جانتا تھا رسائی فکر کی اس کے تخلص سے واضح ہے۔ جس گھڑی کہ افواج افاغنہ مرہٹوں سے شکست کھا کر نانک متہ کے جنگل کی طرف فرار ہوئی تھی ثاقب اللہ کو پیارا ہوا (ذی الحجہ ۱۱۸۵ھ)

---

[1] ثاقب کے حالات خلاصۂ طبقات الشعرا شوق سے اور سجّاد کے حالات تذکرہ نکات الشعرا سے ترجمہ طلب عابد خاں فائق کے ساتھ درج کیے گئے ہیں فدوی کا بیان مصحفی کے تذکرۂ ہندی سے اور عارف کا بیان تذکرہ مجموعہ نغز سے اسی طرح بحوالہ فائق درج ہوا ہے۔

(۲) سجاد۔ میر سجاد اکبرآباد کا رہنے والا، مرد طالب علم، ریختہ کا اچھا شاعر، شاگرد میاں آبرو، اس کی شاعری درجۂ استادی تک پہنچی ہوئی۔ خوش گو اور معنی یاب اگرچہ لفظِ تازہ کی فکر میں (میر سجاد کا دیوان اب شائع ہو چکا ہے۔ م۔ ح)

(۳) فدوی محمد حسن ولد غلام مصطفیٰ خاں قوم سید حسینی لاہور میں پیدا ہوا۔ سولہ سال کی عمر میں ۱۱۲۴ھ میں فرخ سیر کی آمد دہلی کے سنہ میں دہلی آیا۔ فدوی قدیم بھی ہے شعر میں شاہ مبارک آبرو کا شاگرد تھا۔ طرز شعر قدما کے طور پر ابہام گوئی کی ہے اور چونکہ اکثر بزرگ اس کے درویش گزرے ہیں اپنا وقت درویشی ہی میں گزارا۔ کبھی نوکری نہ کی ستارا چھا بجاتا تھا جب تک میں دہلی میں تھا (۱۱۰۹ھ) کبھی کبھی گلی بازار میں مل جاتا۔ ۱۱۰۹ھ میں بہار میں وفات پائی (فدوی پر پٹنہ سے ڈاکٹر محمد حسین کا تحقیقی مقالہ شائع ہو چکا ہے۔ م۔ ح)

(۴) عارف۔ محمد عارف مرحوم۔ کشمیر النسل تھا اور دہلی مولد تھا۔ شیخ نجم الدین آبرو کے شاگردوں میں سے نیک مزاج یار باش۔ پاکیزہ معاش شخص تھا۔ نوکری پر گزارا تھا کتب نائکہ بھید پر نظر تھی اکثر ہندی کے دوہرے وغیرہ بھی کہے جو لوگ بھاشا کتب پر نظر نہیں رکھتے ان کی نظر میں اس کے اشعار میں تازہ مضمون معلوم ہوتا۔

(۵) عبدالوہاب یک رو کا دیوان مع مختصر دیباچے کے ڈاکٹر شمیم احمد نے پٹنہ سے شائع کیا ہے۔ آبرو نے ایک شعر میں یک رو کو "بحرِ آبرو کا گوہر" کہا ہے اور اس طرح گویا ان کے شاگرد ہونے کا اعتراف کیا ہے ایک مقطع میں ان کا مصرعہ نقل کیا ہے:

دعا کرتا ہوں سن کر آبرو یک رو کا یہ مصرع
تری پیوستہ ابرو کیوں نہ ہووے مسجدِ جامع

(۶) پاک باز۔ صلاح الدین عرف میاں مکھن۔ پسر شاہ کمال۔ بنیرۂ شاہ جلال۔ ان کی شاگردی مصطفےٰ خاں یک رنگ سے ظاہر کی گئی ہے لیکن اکثر تذکرہ نویس متفق ہیں کہ آبرو کی ان پر نظر تھی بعض اشعار میں ان کا ذکر بھی ہے۔ اس طرح گو آبرو کے شاگرد نہیں تھے مگر ان سے قریب تھے۔

آبرو کی زندگی کے یہی حالات مختلف تذکروں سے معلوم ہوتے ہیں تاریخ محمدی میں ۲۴ رجب ۱۱۴۶ھ تاریخ وفات درج ہے سنتوکھ سنگھ بیدار کی کہی ہوئی تاریخ درج ذیل ہے:

رفت چوں شاہ آبرو زجہاں
خشک شد بحرِ شعر و جوے سخن
شد معانی سیاہ پوشش ز لفظ
از غمش سوخت مو بموئے سخن
سال آں سروے باغ شطاری (؟)
کہ از بو د رنگ و بوے سخن
ہاتف از دیدہ آب ریختہ گفت
آبرو بود آبروئے سخن

محسن مصنف تذکرہ سراپا سخن نے اب کے ۴ عدد کا تخرجہ کر کے غلطی سے ۱۱۴۵ ھ تاریخ وفات اس تاریخ سے برآمد کی ہے جو درست نہیں اب کے ۳ عدد کا تخرجہ چاہیے اور اسی حساب سے تاریخ ۱۱۴۶ھ برآمد ہوتی ہے۔

آبرو سید حسن رسول نما کے مزار کے پاس دہلی میں دفن ہوئے۔

آبرو کا دور:

آبرو محمد شاہی دور کے اہم شاعر تھے ان کا زمانہ ۱۱۰۹ھ سے ۱۱۴۶ھ تک ہے اور ان کا دہلی آنا ۱۱۱۶ھ یا ۱۱۱۷ھ میں مانا جاتا ہے دہلی کو مغلوں کی راج دھانی اور عہد وسطیٰ کا اہم تہذیبی اور ادبی مرکز تسلیم کیا جاتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ دہلی سے جس تہذیب کا تصور وابستہ کیا جاتا ہے اس کا نشو و نما محمد شاہی دور سے پہلے نہیں ہوا تھا بلاشبہ مغلوں سے قبل دہلی خلجیوں اور تغلقوں کا پایہ تخت تھی اور اسی دور نے امیر خسرو جیسا شاعر پیدا کیا لیکن مغلوں نے اپنا پایہ تخت آگرہ منتقل کیا اور برج بھاشا کے فروغ اور کھڑی بولی اردو کے شمالی ہند میں پروان نہ چڑھنے کا یہ بھی ایک سبب تھا۔ اکبر کو اکبرآباد عزیز تھا جہانگیر کو لاہور، شاہجہاں نے گو دہلی کو دوبارہ شاہجہاں آباد کی شکل میں بسایا مگر خود زیادہ زمانہ وہاں نہ گزار سکا اور آخر عمر میں آگرہ ہی میں مقید رہا اور یہیں دفن ہوا۔ اورنگ زیب کا بیشتر وقت دکن میں

گزرا اور اورنگ آباد میں دفن ہوا بعد کا دور افراتفری کا تھا جس مغل شہنشاہ نے دہلی کی تہذیبی بساط سجائی اور اسے ایک نیا رنگ روپ دیا وہ محمد شاہ تھا۔

محمد شاہ کا دور کئی اعتبار سے نہایت اہم تھا اسی زمانے میں خان آرزو اور شیخ علی حزین کا معارضہ ہوا اور فارسی میں شعر کہنے والے ہندوستانی شاعروں کی زبان دانی پر حرف گیری کی گئی اسی زمانے میں فارسی گوئی کی طرف سے توجہ کم ہوئی اور ولی کے دیوان کے دہلی آنے کے اثر کے طور پر ریختہ گوئی عام ہوئی اسی زمانے میں ریختے میں ایسا طرزِ سخن ابھرا جو محض فارسی کی تقلید سے عبارت نہ تھا بلکہ جس کی اپنی تہذیبی اور ادبی شناخت تھی۔ ایہام گوئی فارسی کے سبک ہندی اور برج بھاشا میں شلیش کی روایت کے مشترکہ اثر کا نتیجہ تھی اس دور میں اس طرزِ سخن کی مقبولیت کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ ریختہ گوئی میں فارسی کی تقلید کے بجائے ہندوستانی عناصر کی تلاش کی جانے لگی تھی۔

یہ صورت تمام فنونِ لطیفہ میں نمایاں تھی محمد شاہی دور میں مصوری، طرزِ تعمیر، موسیقی خطاطی اور رقص ہی میں نہیں طرزِ نشست و برخاست اور لباس میں بھی یہ نیا تہذیبی مزاج ظاہر ہو رہا تھا ڈاکٹر سید عبداللہ نے "بر محمد شاہ ترکی تمام شد" محاورے کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ محمد شاہ ہی آخری مغل بادشاہ تھا جو ترکی زبان میں گفتگو کر سکتا تھا اور جس کے دور میں بین الاقوامی اثرات کے بجائے ہندوستانی اثرات زیادہ واضح ہونے لگے موسیقی میں سدا رنگ اور ادا رنگ کی گائیکی اور جنگلہ یا زنگولہ طرزِ موسیقی کا عروج اسی کا ثبوت تھا اور مصوری میں کانگڑہ قلم کی مصوری کا فروغ اسی کا نتیجہ۔ برکے پاجامے۔ نیچی چولیوں والے انگرکھے اور جامے۔ پگڑیوں کا نیا طرز اور بانکوں کی طرح داری اسی دور کی دین ہے جس کی تصویر درگاہ قلی خاں کی تصنیف مرقع دہلی اور محمد حسین قتیل کی ہفت تماشا میں ملتی ہے۔

آبرو اسی دور کے نمایندہ شاعر ہیں۔ زمانہ وہ تھا کہ سیاسی انتشار کا آغاز ہو رہا تھا اور اقتصادی دشواریوں کا شکنجہ آہستہ آہستہ کسا جا رہا تھا مگر معاشرہ ابھی بکھرا نہ تھا اور خاندانوں کی اکائیاں ٹوٹی نہ تھیں سماج اپنی شناخت بھولا نہ تھا اور مشترکہ اقدار کا ذخیرہ ہنوز باقی تھا گلیاں اور بازار آباد تھے اور محفلوں کی رونقیں اور گھر آنگنوں کی چہل پہل ویران نہ ہوئی تھی ایسے میں خوش دلی اور خوش وقتی ہی رواج بنی ہوئی تھی اور یہی سرمستی اور سرشاری ہے جو آبرو کے کلام سے چھلکی پڑتی ہے۔

عام طور پر آبرو کے کلام کو ایہام گوئی کہہ کر نظر انداز کر دیا گیا ہے اس میں شبہ نہیں کہ آبرو کا کلام اردو میں ایہام گوئی کا بہترین نمونہ ہے اور انہی کے کلام سے ایہام گوئی کی تحریک کی شروعات ہوئی۔ اس میں بھی شک نہیں کہ ایہام گوئی نے غزل کی شعریت کو مجروح کیا اور جذبۂ بے اختیار اور واردات قلبیہ کے بیان کے بجائے لفظ کی تہ داری اور اس کی پرتوں کو طرح طرح سے برتنے کو شاعری قرار دے دیا اس سے یہ تو ضرور ہوا کہ شاعری کی کیفیت میں کمی آئی مگر لفظ تاریخ اور تہذیب کی دستاویز بن گیا اور لسانی سطحوں کی آئینہ داری کرنے لگا۔

مگر ان سب کے باوجود آبرو کی شاعری کی اپنی کھلی ڈلی فضا ہے جو ایہام کے باوجود ان کی شاعری پر غالب ہے یہ فضا ہے سرشاری اور سرمستی کی جس میں خوشی گناہ نہ تھی اور زندگی زندہ دلی کا نام ہے۔ آبرو کے کلام میں محمد شاہی دور کا بانکا بلا روک ٹوک، بلا جبر و اکراہ، مفتی اور ملا کے علی الرغم آزادانہ زندگی گزارتا نظر آتا ہے کہ اس کے نزدیک زندگی بے جا اخلاقی اور مذہبی پابندیوں کا نام نہیں بلکہ ان کے حدود میں رہ کر انتہاؤں سے گریز کرتے ہوئے فطری مسرتوں سے حظ اٹھاتے اور تمیز اور مزے داری کے ساتھ جینے کا نام ہے۔

مرقع دہلی۔ ہفت تماشا اور دیوان آبرو کو ایک ساتھ پڑھا جائے تو اس دور کا معاشرہ جیتا جاگتا آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے آبرو کے دور تک نہ تو شاعری ذریعۂ معاش بنی تھی نہ ذریعۂ عزت نہ شاعر اپنے کلام کے ذریعے سرکار دربار میں عمل دخل پانے کا خواب دیکھتا تھا نہ شاعری کو صوفی بننے کے جواز کے طور پر برتتا تھا۔ رکاوٹوں اور پابندیوں سے آزاد فطری اور صحت مند سرشاری کا یہ انداز آبرو کی شاعری کا بنیادی آہنگ ہے۔

لسانی اہمیت:

آبرو کے دیوان کی لسانی اہمیت ادبی اہمیت سے کم نہیں درحقیقت یہ دونوں موضوعات ایک تفصیلی کتاب کا موضوع ہیں یہاں ان کی نسبت مختصر اشارے ہی کیے جاسکتے ہیں۔ آبرو کی زبان بول چال کی زبان ہے اس میں کتابی عنصر بہت کم ہے آزادی کے ساتھ بلا روک ٹوک مختلف قسم کے الفاظ، محاورے، افعال اور اسمار استعمال کیے گئے ہیں ان کی شکلیں بھی عام روزمرہ کے استعمال سے قریب ہی رکھی گئی ہیں اسی لیے آبرو کے

ے کے کلام میں تلفظ کی بڑی اہمیت ہے۔ ظاہر ہے آبروؔ کے دور کے عام تلفظ کو پہچانے بغیر آبروؔ کے اشعار میں الفاظ اور محاوروں کی صورتیں پہچاننا مشکل ہے اور بعض مصرعے اور شعر بظاہر وزن سے خارج معلوم ہوں گے۔

آبروؔ کے دور کی زبان بجا طور پر میرؔ کی زبان کی پیش رو کہی جاسکتی ہے میرؔ نے اسے زیادہ مانجھا اور سنوارا آبروؔ نے اسے قلندرانہ ڈھنگ سے برتا ہے انھیں دکنی کے سیتی، ہمنیں، اور دسنا جیسے الفاظ استعمال کرنے میں کوئی عار نہیں عام بول چال میں دیکھنا کو دکھلاونا یا اس قسم کے دیگر افعال میں، و، کا اضافہ کرنا ان کے کلام میں عام ہے جیسے آؤنا۔ تاؤنا۔ اٹھاؤنا سرکتاؤنا وغیرہ فارسی کے بعض محاوروں کا لفظی ترجمہ کرنے اور اسے اسی شکل میں استعمال کرنے سے بھی وہ گریز نہیں۔ اسی طرح بول چال کے عام الفاظ تھامے کی جگہ، ٹھانبے' یا تمام کی جگہ تمامی۔ یا ڈبویا کی جگہ۔ بورا بار بار استعمال ہوئے ہیں فرہنگ گو مختصر ہے مگر یہ اندازہ کرنے کے لیے کافی ہے کہ آبروؔ کا دیوان اردو کی لسانی تشکیل کا ایک اہم موڑ ہے اور الفاظ کو جو رنگ و روپ انھوں نے دیا وہ بقول محمد حسین آزادؔ کچھ اس انداز کا تھا کہ شربت کے گھونٹ کے ساتھ مصری کی ڈلیاں بھی زبان کو لذت دینے لگتی ہیں۔ آبروؔ کی زبان گویا ایک بہتا ہوا پہاڑی چشمہ ہے جس میں مختلف دھارے آکر ملتے ہیں اور اس کی رنگارنگی اور رفتار میں اضافے کا باعث بنتے ہیں۔

نئی تنقید کا ایک دبستاں شاعری کو محض لفظ کی پہنائیوں کی دریافت سمجھتا ہے۔ اس تعریف سے قطع نظر، آبروؔ کا کلام اس طریقے کے مطالعے کے لیے نہایت اہم ہے کیونکہ اوّل تو ہر لفظ کی مختلف معنوی تہ داریوں کو آبروؔ نے ایہام کے ذریعے سمیٹنے کی کوشش کی ہے۔ دوسرے ہر لفظ کے ایسے تلازمے جمع کیے ہیں کہ لفظوں کا یہ طلسم اس دور کی تہذیب کا آئینہ خانہ بن جاتا ہے۔ پھر یہ زبان کی ایک ایسی منزل کا کلام ہے جب اردو زبان اور ادب اپنی شعری روایت کی تشکیل و تعمیر کر رہا تھا بعد کے آنے والے نے اس بنیاد پر بلند بام ایوان سجائے لیکن آبروؔ نے زبان و بیان کا جو رخ اختیار کیا اس کی اہمیت محض تاریخی نہیں ہے بلکہ اس کی تخلیقی وسعت اور تہ داریوں کی رمز شناسی تنقیدی تفہیم کے نئے امکانات روشن کرتی ہے۔

ایہام گوئی پر ایک تنقیدی نوٹ:

ایہام بلاشبہ عربی لفظ ہے۔ فن بدیع کی شاید سبھی کتابوں میں "صنعت ایہام" کا ذکر

موجود ہے اور اس سلسلے میں لفظ ایہام کے لغوی معنی بھی بتائے گئے ہیں۔ ان کتابوں میں فارسی کی سب سے قدیم کتاب رشید وطواط کی "حدائق السحر فی دقائق الشعر" ہے جس کی تصنیف کو تقریباً سوا آٹھ سو برس گزر چکے ہیں۔ اس میں ایہام کے معنی بہ گمان افگندن" لکھے گئے ہیں۔ اس کے بعد شمس قیس رازی کی کتاب "المعجم فی معاییر اشعار العجم" ہے۔ بدیع کی بعض دوسری مستند کتابوں میں مثلاً مجمع الصنائع مصنفہ نظام الدین احمد حدائق البلاغہ مصنفہ شمس الدین فقیر اور مختصر البدائع مصنفہ رجب علی امانی میں بھی ایہام کے صرف اصطلاحی معنی بتائے گئے ہیں۔ فخری بن امیری نے صنائع الحسن میں ایہام کے لغوی معنی بھی بتائے ہیں اور وہ ہیں "بگمان و وہم انداختن" عربی اور فارسی اور ہندی تینوں زبانوں میں صنعت ایہام کی مثالیں بکثرت ملتی ہیں۔ عربی کا ذکر یہاں غیر ضروری ہے۔ ہندی میں یہ سنسکرت سے آیا ہے۔ اس کا اصطلاحی نام شلیش ہے۔

کالی داس نے بھی اس صنعت کا استعمال جابجا کیا ہے۔ لیکن کالیداس کے بعد والے عہد میں جہاں صناعی اور تصنع کا رواج بڑھا وہاں سنسکرت شاعری میں شلیش کا استعمال بھی عام ہوا۔ اس دور کے کئی شعرا نے اس طرح اس کا التزام رکھا کہ ایک بند کے دو یا دو سے زیادہ معنی پیدا ہو گئے اور بعد کو شارحین نے ان کی طرح طرح سے تفسیریں کیں۔ بریڈیل کیتھ نے خصوصیت بھیر دی کی نظم "کرتار جونیا" اور کویراج کی راگھو پانڈویہ اور سری ہرش کی نیسادھیہ (Naisadhiya) میں اس صنعت کے استعمال کی طرف اشارہ کیا ہے۔ بھیر دیں کے بارے میں وہ لکھتا ہے۔

> He produces stanzas which give the same sound and sense read forward and backward and present, the same lime to be read in four different senses- one stanza gives a three fold sense and in all we have tortured language.

اسی طرح کویراج کی نظم راگھو پانڈیہ کے بارے میں لکھا ہے کہ اس نظم میں رام چندر جی اور مہابھارت کی کہانی کو ساتھ ساتھ بیان کرنے کی کوشش کی گئی اور یہ صرف اس وجہ سے ممکن ہو سکا ہے کیوں کہ سنسکرت میں ہر لفظ کے بہت سے معنی ہوتے ہیں اور ان کو مختلف طریقوں سے ترتیب دیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح سری ہرش کی صناعی

مشہور ہے۔

ہندی میں ریتی کال کے شاعروں سے پہلے بھی شلیش کی مثالیں ملتی ہیں. تلسی داس نے رام چرتر مانس میں بھی بعض جگہ شلیش استعمال کیا ہے لیکن ریتی کال میں تو اس کا رواج عام ہو گیا تھا. ہندی میں اس نے دوسری شعری صنعتوں سے الگ کوئی ممتاز حیثیت اختیار نہیں کی۔ اور جہاں دوسری صنعتوں کا استعمال ہوا وہاں شلیش کو بھی برتا گیا. جس طرح اردو میں ایہام ایک مستقل تحریک بن گیا وہ تاریخی اہمیت اسے ہندی میں حاصل نہ ہو سکی۔ پھر بھی ہندی شاعری میں اس کی لاتعداد مثالیں ملتی ہیں مثلاً ایک مشہور دوہا ہے۔

مالا پھیرت جگ گیو پایو مَن کا پھیر۔ کر کا من کا چھوڑ کے من کا منکا پھیر اس میں دوسرے مصرعے میں من کا (منکا) لفظ ذومعنی ہے اور شاعر کی مراد معنی بعید سے ہے۔

اتفاق سے ہندی شاعری میں صنعت گری کا زمانہ جو ریتی کال کے نام سے موسوم ہے مغلیہ دورِ حکومت کا آخری زمانہ ہے۔ یوں تو ریتی کال کی مدت لگ بھگ دو صدی قرار دی جاتی ہے مگر اس کی ابتدا سترہویں صدی عیسوی کے وسط ہی سے مانی جاتی ہے اور شاہ جہاں کے دور کی ساری شان و شوکت نشاط عشق کے غلبے کی صورت میں ظاہر ہوئے ہمارے نقطۂ نظر سے اس دور کی دو خصوصیات اہم ہیں۔ ایک یہ کہ اس دور کی شاعری نے بھکتی کال کی مذہبیت کے بجائے عشق و نشاط کو اپنایا اور عشق و نشاط کے اس میلان اور مضمون آفرینی اور نازک خیالی کے اسلوب دونوں اعتبار سے وہ فارسی شاعری سے اور جاگیردارانہ فضا سے متاثر ہوئی۔ جس طرح ولی نے اس بات کی کوشش کی کہ ریختہ میں فارسی اسلوب کو ڈھال لیا جائے اور مضمون آفرینی لطافت اور مٹھاس کو اپنا لیا جائے اسی طرح کی کوشش ریتی کال کے دور متوسط کے شعرا نے بھی اپنے طور پر کی یہ اور بات ہے کہ انھوں نے فارسی تراکیب اور ایرانی کرداروں اور تلمیحوں کو اختیار نہیں کیا جس سے ان کی شاعری کا بنیادی آہنگ برج بھاشا ہی کا رہا۔ لیکن ان کی شاعری کے آہنگ پر فارسی اثر کا انکار ممکن نہیں۔ پنڈت رام چندر شکل لکھتے ہیں۔

"الفاظ کے ساتھ ساتھ کچھ تھوڑے سے شاعروں نے عشق کی شاعری کی پوری صناعی کا ذخیرہ تک اٹھا کر رکھ لیا ہے اور ان کے جذبات بھی باندھ گئے ہیں۔ رس ندھی کی لکھی ہوئی "رتن ہزارا" میں یہ بات بدمذاقی کی حد تک پائی

جاتی ہے۔ بہاری ایسے پختہ کار شاعر بھی اگرچہ فارسی جذبات کے اثر سے نہیں بچے ہیں مگر انھوں نے ان جذبات کو اپنے ملک کے سانچے میں ڈھال لیا ہے جس سے وہ کھٹکتے کیا اکثر ظاہر بھی نہیں ہوتے۔ ان کی درد و ہجر کی کیفیات میں دور کی سمجھ بوجھ اور نازک خیالی بہت کچھ فارسی کے اسلوب ہی کی ہے مگر بھاری کیفیت شکن روپ کہیں کہیں لائے ہیں۔"

اس کا ایک دوسرا رخ یہ بھی تھا کہ جب ولی کے زیر اثر ریختہ (یا کھڑی بولی میں) فارسی اسلوب کو سمونے کی کوشش شروع ہوئی تو لازمی طور پر برج بھاشا کی ایسی کوششیں بھی مقبول ہوئیں جن میں فارسی لطافت مضمون آفرینی نازک خیالی کا پرتو ملتا تھا اور جن میں مذہبیت کے بجائے عشق و عاشقی اور ہجر و وصال کی چاشنی موجود تھی۔ عشق و عاشقی کے معاملات میں چوں کہ ایک طرف فارسی اثر نمایاں ہوا دوسری طرف ماحول اور رنگینی اور سرمستی نے عشق و عاشقی کی لے تیز کر رکھی تھی۔ اس لیے لازمی طور پر برج بھاشا میں عشقیہ شاعری کے نمونے ریختہ گو شعرا میں بھی مقبول ہوئے اور ان کی گونج ہماری شاعری میں بھی سنائی دینے لگی۔ یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ محمد شاہی دور کی بہت سی بیاضیں ایسی ہیں جن میں فارسی اور ریختہ اشعار کے ساتھ اچھی خاصی تعداد میں برج بھاشا کے دوہے بھی نقل کیے گئے ہیں ان دوہوں میں خصوصیت سے بہاری اور گھنانند کے دوہے مقبول معلوم ہوتے ہیں۔ اس دور میں برج بھاشا کی شاعری میں یہ اسلوب سمونے کی کوشش نمایاں طور پر رہی تھی۔ اس کا اندازہ غلام علی آزاد کی "سروِ آزاد" میں نقل کیے ہوئے ہندی شاعری کے نمونوں سے ہوتا ہے۔

ریتی کال کی ایک دوسری خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں لفظی صناعی پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے۔ یوں تو اس سے قبل بھی صنعتوں کا استعمال ہوتا رہا تھا لیکن اس زمانے کو صناعی کا دور کہا جا سکتا ہے۔ اس دور میں جہاں سنسکرت کے قدیم صنائع کا استعمال کیا گیا وہاں نازک خیالی اور مضمون آفرینی کے نئے نئے طریقے اور اسالیب بھی کام میں لائے گئے۔ ہندی شاعری میں جن صنائعِ لفظی و معنوی اور الفاظ و تراکیب صوت و آہنگ کا ایک واضح نظام تھا۔ ان الن کار وادی شاعروں نے اس دستور کی پابندی کی۔ اردو شاعری کے ابتدائی دور میں رس دھونی اور سنسکرت سے اپنائے ہوئے نظامِ اقدار کا چلن تو نہیں ہوا

لیکن نک سک نائکا بھید اور تلیش کی صنعت گری کا اثر ممکن ہے، ان دوہروں سے بھی آیا ہو جو اس دور میں فارسی کے پہلو بہ پہلو مقبول ہونے لگے تھے۔ ڈاکٹر رام اودھ دویدی نے بہاری کی شاعری کی خصوصیات کے سلسلے میں نازک خیالی اور مضمون آفرینی کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"یہ دوہے اردو شاعری کی یاد دلاتے ہیں جس میں مجرّد اشعار مسلّمہ ذریعۂ اظہار ہیں۔ بہاری کی شاعری با محاورہ تراکیب اور درباری لب و لہجہ کے لحاظ سے بھی اردو شاعری (غالباً ان کی مراد غزل سے ہے۔ م۔ح) کی یاد تازہ کرتی ہے۔"

جہاں تک فارسی اثرات کا تعلق ہے اس دور میں صائب، شیخ علی حزیں اور بیدل کا اثر خصوصیت سے عام تھا۔ حاتم نے اپنے کو فارسی میں صائب اور اردو میں ولی کا پیرو بتایا ہے۔ فائز اور شیخ علی حزیں کے تعلقات میں شبہ نہیں۔ مرزا بیدل کا رنگ گو مقبول نہیں ہوا مگر بیدل نے لفظ کو جو ایک نئی معنویت بخشی تھی اور اسے "گنجینۂ معنی کا طلسم" بنایا تھا اس کی بھی خاص اہمیت تھی۔ صائب کی شہرت کی ایک بڑی بنیاد بقول شبلی ان کا وہ طرزِ نگارش ہے جس میں صنعت مذہب الکلامی کا کمال موجود ہے اور مذہب الکلامی ایک لفظ کے مختلف مفاہیم سے مدد لینے کی بھی کہیں کہیں ضرورت پڑتی ہے۔ بیدل کی نازک خیالی مشہور ہے۔ اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ فارسی میں دورِ متاخرین کے شعرا میں نازک خیالی اور مضمون آفرینی کے ساتھ ساتھ صناعی کا میلان بھی بڑھنے لگا تھا۔ اس دور کے شعرا کے کلام پر کس طرح بیک وقت فارسی اور ہندی شاعری کے اثرات چھائے ہوئے تھے۔ ان کا اندازہ مندرجہ ذیل اشعار سے لگایا جا سکتا ہے۔

عارض کے آئینے پر تمنا کے سبز خط ہے　　طوطی اگر جو دیکھے گلزار بھول جائے
(آبرو)

ہم نے کیا کیا نہ ترے عشق میں محبوب کیا　　صبر ایوب کیا گریہ یعقوب کیا
(مضمون)

نظر آتی ہے رخسارے پہ مجکوں حشر کی صورت　　دمیدن ہائے خط یار نفخ صور ہے گویا
(آبرو)

تری کنچن برن سی دیہہ جس کی گود میں آوے
اسے دنیا کے عیاشوں میں کیا دولت ہے اے پیا
(آبرو)

خوش یوں قد خم شیخ کا ہے معتقدان کو
جیوں کشن کو کبجا کا لگے کوب پیارا
(آبرو)

گائے ہنڈول آج کلاونت ہلس ہلس
ہر تار بیچ لاکے چھلائی بسنت رت
(آبرو)

اگر ہو وہ بت ہندو کبھو اشنان کو ننگا
بھنور ہو دیکھ کر جمنا اسے غوطے میں جا لگا
(ناجی)

چبیری ہیں اس کی اربسی رمبھا ورادھکا
پر بھوسنے (پھر) بنائی نہیں ویسی دوسری
(فائز)

ایہام گوئی کے رواج کی دو وجوہ اور بھی قابلِ غور ہیں ایک یہ کہ ہر ایسے دور میں جب محفل نشاط گرم ہو اور عیش و مستی کی طرف لوگوں کی توجہ مبذول ہو الفاظ کے پہلو دار استعمال کی طرف ذہن منتقل ہونے لگتا ہے۔ اس کی دو وجہیں ہوتی ہیں ایک اس وجہ سے کہ عشق و عاشقی داخلی جذبہ کے ساتھ ساتھ ایک اجتماعی عیش و نشاط کا موضوع بن جاتی ہے اور کلبۂ احزان کے بجائے میلے ٹھیلے مجلسوں اور محفلوں میں بھی زیر بحث آتی ہے اور عشق کا بیان رمز و کنایے میں مزا دیتا ہے اور اس لیے پہلو دار الفاظ کا استعمال لامحالہ زیادہ ہونے لگتا ہے۔ دوسرے اس وجہ سے کہ ایسے دور میں جب محفلیں آباد ہوں اور اجتماعی زندگی کا راگ رنگ ہر طرف بکھرا ہوا ہو، ضلع جگت اور ذومعنی الفاظ سے پھبتی کنایہ اور بدیہہ گوئی میں لطف پیدا ہو جاتا ہے۔ عمدۃ الملک امیر خاں انجام اور برہان الملک کا جو لطیفہ صاحبِ مفتاح التاریخ نے نقل کیا ہے۔ اس میں "نواب آئے ہمارے بھاگ آئے" میں بھاگ دو معنوں میں استعمال کیا گیا۔

ایک اور اہم وجہ یہ بھی ہے کہ ریختہ گو شعرا کو اس دور میں خصوصیت کے ساتھ اپنی وسعت داماں کا احساس ہوا ہوگا۔ ایک طرف تو وہ عربی اور فارسی کے الفاظ اور

تراکیب مضامین اور تلمیحات کو بے محابا استعمال کر سکتے تھے ۔ دوسری طرف کھڑی بولی اور
عام بول چال کے الفاظ اور ہندی افعال و اسما ان کے اپنے تھے بول چال کے محاورے اور
بات چیت کے موڑ پھیر اور نئے نئے پہلو بھی پیدا ہو رہے تھے ۔ اس لیے لفظ اور محاورے
کی حیثیت ہشت پہلو نگینہ کی سی ہو رہی تھی ۔ جس سے مختلف کام لیے جا سکتے تھے ۔ ان الفاظ
و تراکیب کی نوعیت کو متعین کرنے اور ان کو واضح شکل میں ڈھالنے کا کام ایہام گو شعرا
کے ہاتھوں شروع ہوا ۔

ایہام اور صنعت گری زبان کی فن بلوغ تک پہنچنے سے پہلے کی منزل ہے ۔ جہاں
الفاظ کی اہمیت اور معنوی قدر و قیمت کا احساس نمایاں ہونے لگتا ہے اور ناہمواری اور
شتر گربگی پر ربط کلام اور مناسب الفاظ کی طرف توجہ مبذول ہوتی ہے ۔ دنیا کی
دوسری زبانیں بھی اس سے خالی نہیں ہے ۔ خصوصیت سے وہ زبانیں جہاں الفاظ کے
متنوع اور مختلف معانی اور مترادفات کی تعداد زیادہ ہے جیسے عربی یا سنسکرت ۔ اردو کی
نشو و نما میں بھی ایک ایسی منزل آتی ہے جہاں اسے لسانی طور پر چھان پھٹک کی ضرورت
محسوس ہو اور الفاظ کے مناسبات اور ان کے روابط اور متعلقات کا احساس بیدار ہو ۔
اردو میں یہ ضرورت ایہام گوئی کے دور میں کسی حد تک پوری ہوئی اور اس کی تکمیل لکھنؤ
کے دبستان شاعری نے کر دی ۔ اس لیے ایہام گوئی کے رواج کے لیے محض ہندی ادب کے
اثرات یا فارسی شاعری کے اثرات کو ذمہ دار قرار دینا صحیح نہ ہوگا بلکہ اس میں جہاں دونوں
اثرات کسی نہ کسی حد تک شریک تھے وہاں خود ریختہ کی نئی نویلی شاعری کا تقاضا یہ تھا کہ اس
کی شعری اور لسانی پیکر تراشی کی جائے ۔ الفاظ کی معنوی اور اضافی اہمیت کا احساس پیدا ہوا
اس احساس کو اس دور کی مجلسی زندگی اور عشق و عاشقی کے ہنگاموں نے تاریخی بنیادیں بخش
دیں اور شاعری صنعت گری میں پھنس گئی ۔

ایہام کے بارے میں مختلف رایوں کا اظہار کیا گیا ہے ۔ ایہام کی مقبولیت اس دور کے
تمام شعرا کے کلام سے ملتا ہے ۔ یہی نہیں بلکہ ان شعرا کے کلام میں بھی ایہام کے نمونے مل
جاتے ہیں ۔ جنھوں نے ایہام گوئی کے خلاف علم بغاوت بلند کیا مثلاً حاتم میرزا مظہر سودا
میر وغیرہ ۔ اس کے علاوہ ایہام گوئی کی مقبولیت کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ محمد شاہی دور
کی بیاضوں میں جو کلام جمع کیا گیا ہے اس میں بھی ایہام کی مثالیں زیادہ ملتی ہیں ۔ حاشیے

پر یا علاحدہ صفحات پر جو اشعار گویا خصوصیت کے ساتھ نقل کر لیے گئے ہیں ان میں سے اکثر اشعار میں ایہام پایا جاتا ہے مثلاً سنہ ۱۱۷۲ ہجری کی ایک بیاض میں لکھی گئی اور جس میں آبرو کا کچھ اہم کلام بھی موجود ہے۔ الگ یہ شعر بطور خاص نقل کیے گئے ہیں جن سے اس دور کے مذاق کا اندازہ ہوتا ہے اور ایہام گوئی کی مقبولیت کا ثبوت ملتا ہے۔ اس بیاض کے آخری صفحے پر یہ دو اشعار درج ہیں۔

دل بند میرا پیارا دل کر لیا ہے لٹو رکھتا ہوں آس اتنی شاید کبھی پھرآوے

چاہتے ہو جو رونق وصل ! خط کون اصلاح سیتی صاف کرو

ایہام گوئی کے خلاف مشاہیر کے اقوال کثرت سے ملتے ہیں۔ "نکات الشعرا" میں میر نے احسن اللہ کے بارے میں لکھا ہے :

"طبعش بسیار مسائل بہ ایہام بود ازیں جہت شعرا و بے رتبہ اند۔"

میر حسن نے اپنے تذکرہ میں نسبتہً زیادہ متوازن رائے دی ہے اور اسد یار خاں انسان کے ذکر میں لکھا ہے۔

" باید دانست کہ سخن سنجان آں زمانہ در پئے صنعت ایہام بودند و تلاش لفظ تازہ می نمودند چوں طرز تازہ بود خوش می آید لیکن اکثرے ازیں بحر گوہر شہوار بودند و بعض بہ سبب تلاش لفظ حذف ریزہ بہ کف آوردند چار و ناچار یادگار قلمی می نماید۔ معذور باید دانست۔"

قائم نے اپنے تذکرے میں ایہام گوئی کے خلاف زیادہ سخت الفاظ استعمال کیے ہیں اور لکھا ہے کہ

" ایں ستم کہ شاعران ابتدائی زمانہ محمد شاہ بہ اعتقاد خود تلاش الفاظ تازہ دا ایہام نمودہ شعر را از مرتبہ بلاغت انداختند تا بمعنی چہ رسد غرض ناگفتہ بہ۔"

اس کے علاوہ شعرا میں حاتم نے ایہام کی مخالفت کا اعلان کیا ہے۔

کہتا ہے صاف و شستہ سخن بسکہ بے تلاش
حاتم کو اس سبب نہیں ایہام پر نگاہ

سودا نے ایہام گوئی سے مکمل برأت کا اظہار کیا۔

یک رنگ ہوں آتی نہیں خوش مجھ کو دو رنگی
منکرِ سخن و شعر میں ایہام کا ہوں میں

اور ایہام گو شعرا کی روش پر سخت طنز کی ہے اور ان کا مذاق اڑایا ہے۔

ادبی مورخین نے آج تک ایہام گوئی کے بارے میں جن رایوں کا اظہار کیا ہے وہ کم و بیش قائم چاند پوری کی رائے سے ملتی جلتی ہیں اور یہی وجہ ہے کہ دہلی میں اردو شاعری کے پہلے دور سے ایہام گوئی کا دور کہہ کر سرسری طور پر گزر گئے ہیں۔ ایہام گوئی کی تاریخی ضرورت کو پہچاننے کے ساتھ ساتھ اس کے تنقیدی جائزے کی بھی ضرورت ہے۔

اس میں شک نہیں کہ ایہام گوئی نے مجموعی طور پر شعریت اور تغزل کو مجروح کیا۔ شاعری کی بے ساختگی اور جذبات نگاری کے راستے میں جب صنعت گری اور آراستگی حائل ہو جاتی ہے تو اس کی تاثیر اور لطافت میں کمی آجاتی ہے۔ ذہن جذبے اور احساس کے بجائے الفاظ کے دروبست میں الجھ کر رہ جاتا ہے۔ لیکن اس کا دوسرا اثر اور پہلو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔

ایہام گو شعرا نے الفاظ کے پیکر تراشی میں نمایاں حصہ لیا ہے۔ ایک لفظ معنوی حیثیت میں کتنا متنوع ہو سکتا ہے اور بیک وقت کتنے مفہوم ادا کر سکتا ہے۔ کتنے پہلوؤں کو سمو سکتا ہے۔ محاورہ کا جزو بن کر کس طرح اس میں معنوی تبدیلی آجاتی ہے۔ الفاظ کس طرح دوسرے الفاظ سے مربوط ہو کر اپنے معنی تبدیل کر سکتے ہیں۔ ان لطیف نکات کی طرف جس طرح ایہام گو شعرا نے توجہ کی اس سے قبل نہیں کی گئی تھی۔ ایہام گو شاعر کے نزدیک لفظ گنجینہ معنی کے طلسم کی حیثیت رکھتا ہے جس سے مختلف آوازیں اور مختلف نغمے پیدا ہوتے ہیں۔ لفظیات کا یہ نیا ادراک زبان و ادب کے ابتدائی دور میں خدمت کی حیثیت رکھتا ہے۔

ربط الفاظ اور ترتیبِ کلام سے بھی ایہام پیدا کیا گیا ہے اور اس سلسلے میں اس دور کے شعرا نے مختلف ترکیبیں استعمال کی ہیں۔ کہیں ترتیب کلام کسی ایک لفظ کی مناسبات سے عبارت ہے۔ کسی ایک شے یا تصوّر کو کسی چیز سے تشبیہہ دی گئی ہے اور پھر اس تشبیہہ کی مناسبت سے پوری تصویر مرتب کی گئی ہے۔ اس طرح تشبیہہ در تشبیہہ اور استعارہ در استعارہ سے وہ کیفیت ہو گئی ہے جیسے لکھنؤ کے شعرا نے رعایت لفظی کی

شکل میں کمال تک پہنچایا۔ اس دور کے شعرا نے ایہام کی بنیاد بعض جگہ اس تشبیہہ درتشبیہہ اور استعارہ دراستعارہ کے تہہ دار سلسلے پر رکھی۔ کبھی کبھی اس میں صائب کی مذہب الکلامی کا عکس بھی جھلکنے لگتا ہے اور اس رعایت لفظی اور استعارہ دراستعارہ کی بنیاد پر کسی اخلاقی نصیحت کو ثابت بھی کیا جاتا ہے۔ ان دونوں اسالیب کی مثالیں کثرت سے اس دور کے تمام شعرا کے کلام میں ملتی ہیں۔

اس کے ساتھ ساتھ ایہام گوئی کی ایک اور تاریخی خدمت کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ ایہام اور رعایت لفظی کے ہاتھوں مجبور ہو کر اس دور کے شاعر بعض تاریخی تلمیحات سماجی حوالے لباس میلے بھٹیلے نشست و برخاست عام گفتگو کے انداز محاورے عام رعایتیں اور اصطلاحیں نظم کرنے پر مجبور ہوئے۔ یوں تو تاریخی اور معاشرتی اصطلاحیں اور جھلکیاں بعد کے دوسرے شعرا کے کلام میں بھی ملتی ہیں لیکن یہاں فرق یہ ہے کہ ایہام گوئی کی بدولت یہ حوالے اپنے دوسرے متعلقات اور مناسبات کے ساتھ آئے ہیں اور اس لیے زیادہ واضح ہوگئے ہیں۔ مثلاً لباس کا ذکر آبرو ناجی اور مضمون کے ہاں مندرجہ ذیل طریقوں پر آیا ہے۔

لگی چپ جس گھڑی سے پھر (پہن) بیٹھے
بھی جب قادری اُس نازنین نے
سر پر یہ بلدار بانکے طور پر پگڑی کیوں بچی

پھٹے یارب یہ محمودی کا جاما
بدن پر نقش ابھر آئے اوتو کے
اس قدر بھی جان جائز نہیں ہے قبلہ کی کجی

(آبرو)

برمیں سجن کے قادری از بس کہ تنگ ہے
اب تو سجا ہے جاما اس شوخ نے چکن کا

غنچے کے دل میں رشک سے خون جائے تنگ ہے
کیوں کر رہے نہ ہم سین وہ سرو قد کشیدہ

(آبرو)

شکست پے بہ پے یوں خوشنما ہے دل کو تنگی میں
کہ جوں سیمیں بدن کی قادری اوپر رفو کیجے (آبرو)

جامہ زیبوں سے ذرو صیاد ہیں اس دور کے
لے گئے دل گھیر نیچے دامن اونچی چولیاں (ناجی)

اس طرح اس دور کی معاشرت کی تصویریں جگہ جگہ ان اشعار میں بکھری ہوئی ملتی ہیں۔ ایہام گو شعرا کے ہاں متعدد تاریخی حوالے واقعات اور شخصیات کی طرف اشارے بھی ملتے ہیں ان کی نوعیت بھی دوسرے شعرا سے مختلف ہے کیوں کہ یہاں ایہام کی وجہ سے معنویت زیادہ نکھر گئی ہے۔

ایہام گوئی کو "ستم" کہنا بڑی حد تک مناسب ہے۔ یہ بات بھی بالکل بجا ہے کہ ایہام گوئی کا حد سے تجاوز کرنا گویا شعریت تغزل اور کیفیت کے لیے سم قاتل کا اثر رکھتا تھا۔ لیکن ایہام گو شعرا کی خدمات کو نظر نہ کرنا چاہیے۔ ایہام گوئی صرف طرزِ سخن نہیں تھا بلکہ اس نے الفاظ کے دروبست کا سلیقہ سکھایا ان کی معنوی نزاکتوں کی طرف توجہ مبذول کرائی اور ان کے لطیف امتیازات کو برتنے کا ہنر سکھایا۔ ربط کلام ترتیب الفاظ اور صنعت گری کے اسلوب قائم کیے۔

طرزِ کلام :

دستیاب شدہ کلام کی روشنی میں اگر اس دور کی شاعری کا تجزیہ کیا جائے تو اندازہ ہوگا کہ بعض میلانات اس دور میں ملتے ہیں۔ ایک تو وہ طرزِ کلام ہے جس پر ولی کی متابعت کی گہری چھاپ موجود ہے۔ ولی کے کلام کی خصوصیت نہ صنعت گری ہے نہ سودا کی سی رنگین بیانی نہ میر کی سی افسردگی اور لطافت اور نہ میر درد کی سی متصوفانہ اور داخلی لے۔ ولی کی دنیا سادگی اور کشادہ جبینی محبوب کی پیار بھری تعریف اور عشق کے ایک روشن تصور ہی سے عبارت ہے۔ دوسرا میلان ان ایہام گو شعرا کا ہے جنھوں نے آبرو اور مضمون وغیرہ کی تقلید میں ایہام کو متاع شاعری قرار دیا۔

ان میں وہ شعرا بھی شامل ہیں جو بنیادی طور پر ایہام گو ضرور ہیں لیکن انھوں نے متابعت ولی ۔ ایہام گوئی کے باوجود اردو شاعری میں کچھ اضافے کیے۔ ان شعرا کے کلام میں ایہام گوئی کے باوجود جذبے کی جھلک شعریت اور تغزل لطافت اور رنگین بیانی ملتی ہے۔

اس دور کے شعرا کے ہاں تصوف کے مضامین نہیں ملتے۔ اخلاقی مسائل کی طرف اشارے بھی شاذ ہی ملتے ہیں اور جو ملتے ہیں ان میں اکثر صائب کا رنگ نبھانے کی کوشش کی گئی

ہے۔ اخلاقی تلقین یا تبلیغ کی کوشش بہت کم ہے۔ ولی کے ہاں جو کھلی ہوئی فضا اور سادگی کا احساس ہوتا ہے وہ کسی قدر ان شعرا کے کلام میں بھی موجود ہے لیکن انھوں نے ولی کے انداز پر اجتماعی راگ ورنگ کا اضافہ کیا ہے۔ آبرو کے کلام کے اخلاقی اور فلسفیانہ مضامین سے اس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

نہ ہووے کام دل کا کیوں کر حاصل عجز و خواری سیں
کہ دانا ہو ہے سبز افتادگی سیں خاکساری سیں

خیال ماسوا سیں صاف کر تو ن اپنے سینے کوں
کہ دل کے رشتہ اخلاص کو لازم ہے یک سوئی

جو ٹھٹھ کرتا ہے عبث مردوی کا دعوئی بے ہنر — کام کچھ پیدا کرے مردانگی کا تب ہو نر
آپ ہی گرے گا اس میں پڑے گا جب آکے پھیر — بھائی کے واسطے جو کوئی کھودتا ہے بیر
چھوڑ دے دنیا کے تئیں حاصل ہوا تو کیا ہوا — سانت کچھ جانے کا نہیں سب کچھ لیا تو کیا ہوا
دل کسی کا ہاتھ میں زاہد توں لے سکتا نہیں — نقش کے تئیں (حور) قبضے میں کیا تو کیا ہوا
دل جلے تو عاشقی کا بھید روشن ہو تجھے — گھر جلا کر کے اجالا کر دیا تو کیا ہوا

کب پہنچ سکتی ہیں مجھ عاشق کے تئیں دشمن کی چوٹ
خاکساری ہے بگھولا جیوں ہمارا ڈھول کسوٹ

وصل کے گھر میں خودی کے ساتھ نہیں پانے کا راہ
آب سیتی اولاً خالی ہو تب یوسف کو چاہ

دلی کی بات سن کرتا ہوں تسلیم — کہ راضی ہوں تری جس میں رضا ہو
وہی رشتہ کہ دانایاں کو ہے اسلام کی تسبیح — وہی رشتہ گلے میں کفر کے زنار ہوتا ہے
جس قدر کرتے ہیں خرچ اخلاص کم ہوتا نہیں — آبرو گنج رواں ہے جگ میں مال دوستی

کہا جس کام میں ہو تس میں محکم گاڑ پانو اپنا
مجھے واعظ کی سب باتوں میں یہ بات استوار ائی

ان اشعار سے جو تصوّر پیدا ہوتا ہے وہ ایک کھلے دل کے سادہ مزاج اور تصنع سے ناآشنا ایک ایسے شخص کا تصور ہے جو نہ داخلیت میں گرفتار ہے نہ عمیق فلسفیانہ ذہن رکھتا

ہے۔ وہ زندگی کی موٹی موٹی سچائیوں اور خوبیوں کے گن گاتا ہے۔ اس کے ہاں خلوص اور خاکساری کی قدر ہے۔ کمینگی اور دوسرے کے خلاف سازش کرنے سے نفرت ہے۔ دوستی اور دل کو ہاتھ میں لینا عبادت ہے وہ ایثار قربانی، قناعت اور استقلال کا بندہ ہے۔ یہ قدریں زندگی کی گہری بصیرت کی غماز نہیں لیکن ان سے یہ ضرور ظاہر ہوتا ہے کہ ان شعرا کا رشتہ اجتماعی زندگی کی اقدار سے بڑا گہرا تھا اور وہ اصول و ضوابط کے قائل تھے۔ جو انسانوں کے درمیان شریفانہ برتاؤ اور باہمی میل ملاپ کے نقطہ نظر سے ضروری ہے وہ زندگی کی گہری فلسفیانہ حقیقتوں سے نہ پہنچے ہوں مگر عملی زندگی کی عام سچائیوں تک ان کی دسترس ضرور تھی۔

اور اس راستے سے ہم اس دور کی ایک اور خصوصیت کا اندازہ کر سکتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ اجتماعی زندگی سے برسرپیکار شخصیتوں کی شاعری نہیں ہے بلکہ اجتماعی زندگی سے ہم آہنگ شخصیتوں کی شاعری ہے۔ اس دور کی شاعری کا مزاج داخلی اور انفرادی ہونے سے زیادہ اجتماعی اور مجلسی ہے۔ ان کی شخصیت میں باغیوں کا سا خروش یا مصلح اور راہبر کا سا جوش نہیں ہے۔ سمجھوتے اور ہم آہنگی کی طمانیت ہے۔ وہ اپنے دور کی مخلوق ہیں اور اس دور کی بعض ناہمواریوں کے باوجود اس دائرے سے بہت زیادہ غیر مطمئن بھی معلوم نہیں ہوتے۔ ان کے ارمان تصوّرات اور خواب اس دور کو خوش مذاقی اور صنعت گری کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ ہاں یہ ذوق ایسا ضرور ہے جو کھلا ڈلا ہے جس کو دبانے چھلنے اور مسخ کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ اسی لیے نشاط کا بڑا بے جھجک تصوّر ان کی شاعری سے چھلکا پڑتا ہے۔ وہ اپنے معاشقوں کی حقیقت پر پردہ نہیں ڈالتے۔ جسمانی نشاط کا ذکر کرتے ہوئے نہیں شرماتے۔ امردپرستی کو (جو اس زمانے کے مذاق میں شامل ہو گئی تھی) بے دھڑک شعر کا موضوع بناتے ہیں اور معاملہ بندی اور تبسم و جسمانیات کے تذکرے مزے لے لے کر کرتے ہیں۔

ان کی شاعری میں خلش ناکامی ہجر و فراق سوز و گداز کے بجائے نشاط کی چاندنی وصل کا نکھار اور کامرانی کا نشہ ہے۔ ان کے ہاں عشق نشاط کا نام ہے جس کی رسوائیوں میں بھی مزا ہے۔ جس میں نشاط و وصال کی بھرپور لذتیں ہی سب کچھ ہیں۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اس پُرخلوص نشاط پرستی نے اس دور کے بعض

شعراکے ہاں سچی شعریت کی جھلکیاں بھی پیدا کر دی تھیں۔ سوز و گداز دراصل شعریت کا بنیادی اور ناگزیر جزو نہیں ہے۔ اس کا اصل جز و جذبے کی سچائی اور دل کی گہرائی سے پیدا ہونے والے احساسات کے پرخلوص اور فنکارانہ اظہار میں مضمر ہے۔ اس لیے سوز و گداز کی کمی کے باوجود بھی شعریت کی عناصر سے یہ دور خالی نہیں رہا اور یہی وہ اضافہ ہے جو ولی سے حاصل کی ہوئی وراثت پر ایہام گو شعرا کے ہاتھوں کیا گیا آبرو کے ہاں خصوصاً ایسے اشعار کی کثیر تعداد ہے جن میں ایہام گوئی کی رعایت کے باوجود شعریت اور بے ساختگی موجود ہے۔

اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ایہام گو شعرا نے بھی مضمون کی اہمیت اور شاعری کو محض شعبدہ گری نہیں سمجھا بلکہ معنویت کے ذکر سے وہ غافل نہیں رہے۔ گو ایہام کی طرف ان کی رغبت رہی اور اسے انداز بیان کے طور پر استعمال کرتے رہے۔ ایہام کا مقصد غالباً یہ بھی رہا ہوگا کہ فارسی کے چٹ پٹے پن، چاشنی اور کمال کے مقابلے میں سیدھی سادی ریختہ گوئی کو پیش کرنے کے بجائے ریختہ گوئی میں بھی اظہار کمال کے گوشے نکالے جائیں۔ یہ اور بات ہے کہ وہ اس کوشش میں حد سے آگے نکل گئے اور شاعری محض ایہام ہو کر رہ گئی۔

اس دور کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس نے شمالی ہند میں اردو شاعری کے ارتقا کی داغ بیل ڈالی اور جتنے عام اسالیب اور انداز ہماری شاعری میں رائج ہوئے وہ ابتدائی شکل میں کسی نہ کسی لحاظ سے ایہام گو شعرا کے ہاں مل جاتے ہیں۔ میر درد کے تصوف کا معاملہ البتہ جدا گانہ ہے۔ میر کی جذبات نگاری کا رنگ چند اشعار میں ضرور ملے گا گو ان کی تیکھی انفرادیت اور دل نشین داخلیت یہاں مفقود ہے۔ سودا کا تجمل اور شان و شکوہ بھی بعض اشعار میں مل جائے گا اس کے علاوہ لکھنؤ اسکول کی رعایت لفظی صناعی مسلسل غزلیں اور معاملہ بندی غرض سبھی انداز کے شعر ان بزرگوں کے کلام میں ملیں گے جو بجا طور پر جرأت اور انشا ناسخ اور آتش کے پیشرو کہے جا سکتے ہیں۔

اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی ملحوظ رکھنی چاہیے کہ اس دور میں یوں تو غزل کو فیصلہ کن اہمیت حاصل ہوگئی اور اس کے بعد کافی مدت تک غزل کا غلبہ رہا مگر یہی وہ دور تھا جب اردو شاعری کی مختلف اصناف کا جنم ہوا۔ اردو کا پہلا واسوخت آبرو نے

لکھا اور اس کے علاوہ ان کے کلام میں بعض اشارے غزلوں میں بھی ہیں۔ مثنویاں اس دور میں لکھی گئیں۔ گو ان میں دکنی مثنویوں کا تحمل اور وسعت نہیں ہے۔ مرثیہ گوئی کی باقاعدہ ابتدا بھی اسی دور سے ہوتی ہے۔ مجالسِ عزا تعزیہ داری مجالس اور جلسے اور جلوس کا ذکر اکثر ملتا ہے۔ غرض مرثیوں کی تعداد اور ان کی مقبولیت میں اضافہ اس دور سے شروع ہوتا ہے۔ ہجویہ انداز اور طنز و مزاح کے پہلو بھی اس زمانے میں نکلنے لگے تھے کہیں کہیں ریختی کا رنگ بھی جھلکتا ہے گو غالب نہیں ہونے پاتا۔ غرض اس کے باوجود کہ ان شعرا نے متانت اور سنجیدگی سے زیادہ خوش وقتی کے طور پر ریختہ گوئی کی طرف توجہ مبذول کی تھی، اس دور میں ریختہ گوئی کی مقبولیت اور اس کے آئندہ نشوونما کے واضح خطوط کی نشان دہی ہو گئی۔

دامنِ دشت کیا نقشِ قدم سے پُر گل

کس بہاراں کا یہ دیوانہ تماشائی ہے

(آبرو)

ردیف الف

ہر مو زباں ہوا ہے ہمارا جدا جدا ۔۔۔ کہتا ہوں ہر زبان سیں لس دن خدا خدا

(۱)

آیا ہے صبح نیند سوں اُٹھ رسمسا ہوا ۔۔۔ جانا[1] گلے میں رات کے پھولوں بسا ہوا

کم مت گنو یہ بخت سیاہوں کا رنگ زرد ۔۔۔ سونا وہی[2] جو ہووے کسوٹی کسا ہوا

انداز سیں زیادہ نپٹ ناز خوش نہیں ۔۔۔ جو خال حد سے زیادہ بڑھا[3] سو مسا ہوا

قامت کا سب جگت منیں بالا ہوا ہے نام ۔۔۔ قد اس قدر بلند تمہارا رسا ہوا

زاہد کے قد خم کوں مصوّر نے جب لکھا ۔۔۔ تب کلک ہاتھ بیچ جو تھا سو عصا ہوا

دل یوں ڈرے ہے زلف کا مار وہ[4] پھونکت سیں ۔۔۔ رسی سیں اژدہے کا ڈرے جوں ڈسا ہوا

اے آبرو ادل سیں سمجھ بیچ عشق کا
پھر زلف سیں نکل نہ سکے دل پھنسا ہوا

(۲)

پلنگ کوں چھوڑ خالی گود سیں جب اُٹھ گیا میتا
چتر کاری لگی کھانے ہمن کوں گھر ہوا چیتا
بنائی بے نوائی کی جوں طرح سب چھڑے ہم ہیں
تجھ[5] اوروں کو لیا ہے ساتھ[6] اپنے اک نہیں بیتا

۱۔ جاناں (دلیسنہ)

۲۔ بھلا جو کسوٹی (د)

۳۔ بڑا (د) بڈھا (س)

۴۔ (د) میں 'وہ' نہیں ہے

۵۔ تج (د)

۶۔ ہاتھ (د)

سرت کے تار ا بجد ایک سر ہو مل کے سب بولے
کہ جس کوں گیان ہے اس جان کوں کہ تان ہے گیتا
جدائی کے زمانے کی سجن کیا زیادتی کہیے
کہ اس ظالم کی جو ہم پر گھڑی گذری سو جگ بیتا
مقرر جب کہ جانبازوں میں اس کا ہو چکا نام
ہوا تب اس قدر خوش دل گویا عاشق نے جگ جیتا
لگا دل یار سیں تب اس کو کیا کام آبرو سیتی[1]
کہ زخمی عشق کا پھر مانگ کر پانی نہیں پیتا

(۳)

بوساں لباں سیں دینے کہا کہہ کے (پھر گیا)[2]
پیالا بھرا شراب کا افسوس گر گیا
مشکل ہے تیغ بھوں کے اشارے[3] کا بوجھنا
پایا یہ بھید تب کہ جب عاشق کا سر گیا
پوچھا کہ پاس آؤں مجھے چاہتا ہے تو[4]
ہم نیں کہا کہ آ رے سجن تب تو جڑ گیا
دل چھوڑ کر کے زلف کوں تیری چلا تھا بھاگ[5]
دوڑے[6] میں خط کے آن پڑا پھیر گھر گیا
قول آبرو کا تھا کہ نہ جاؤں گا اس گلی
ہو کر کے بے قرار دیکھو آج پھر گیا

(۴)

چہرے نیں سرخ تیرے سارے جگت کو موہا
اے لال سر پہ تیرے یہ آج خوب سوہا
جب سیں مروڑ کھائی بل تب سیں پھر نہ نکلا
تیغ بھواں کی تیری تھا کس طرح کا لوہا
آگ اور روئی اکٹھی کرنی نہیں مناسب
رکھتے ہو داغ دل پر میرے عبث یہ پھوہا
سینے سیں آبرو کے ہر دم کے ساتھ اکھو
نکلا ہے یوں کوئے سیں جو نکر بھرا ابروہا

۱۔ آبرو ہم سیں (د)
۲۔ بوسہ لباں سے (د)
۳۔ اشارت (د) بوجھا (د)
۴۔ ہے (د)
۵۔ پھر کے گھر (د)
۶۔ نسخۂ رام پور میں ۷ شعر ہیں

(۵)

رخسارے گل اوپر شبنم ہے یہ پسینا یالال[1] پے جڑا ہے الماس کا نگینا
خجلت سوں تجھ نگہ کی مے ہوگئی ہے پانی[2] کہنا بجا ہوا ہے شیشے کوں آبگینا

(۶)

نہ چھوٹے گا پیارے جی کسی کا تمھارا ہنس کے یہ کہنا اجی کا
اگر دیکھے تمھاری زلف نے ڈس الٹ جاوے کلیجا ناگنی کا
عجب اک[3] بان رکھتا ہے کیلی کسوٹی کے برن یہ کنچنی کا
خجالت سیں[4] ترے لب کے ہوئی عرق لقب پایا ہے شکر نیں تری کا
رہے ہے تیس دن مژگاں کے سنمکھ کلیجا آہنی ہے آرسی کا
رجا نے بھی لگے اب[5] مرد ہونے چماروں نے کسب پکڑا انری کا
ٹھٹھک ہو دیر میں پتھر ہوئے بت سخن سن کر تری کافر دلی کا
تری صورت کا جب سیں نقش دیکھا گیا رتبہ نظر سیں گر پری کا
محبت دیکھ شاہ بوالحسن کی ہوا ہے غیر ہم کوں خارجی کا
سخن کے سروراں میں آبرو آج
نہیں شیریں زباں شاکر تری کا

(۷)

کماں ہوا ہے قد ابرو کے گوشہ گیروں کا
نباہے حال تری زلف کے اسیروں کا

ڈھلے ہے جس پے دل تس کا کیا ہے ظاہر اسم
وہی ہے وہ کہ جو مرجع ہے ان ضمیروں کا

ہر ایک سبز ہے ہندوستان کا معشوق
بجا ہے نام کہ بالم رکھا ہے کھیروں کا

۱- کیالال پہ (د)
۲- ہوگیا شبنم (د)
۳- کہ (پ)
۴- میں ہوں تجھ لب سے ہوں عرق (د)
۵- زنانے بھی لگے مردی پکڑنے (د)

مرید پیٹ کے کیوں نعرہ زن نہ ہوں ان کا
برا ہے حال کہ لاگا ہے زخم پیڑوں کا[1]

برہ کی راہ میں جو کوئی گرا سو پھر نہ اٹھا
قدم پھرا نہیں یہاں آکے دستگیروں کا

وہ ادر شکل ہے کرتی ہے دل کوں (جو) تسخیر
عبث ہے شیخ ترا نقش یہ یکیروں کا

سیلی میں جوں لٹکا ہوا ۔ تر دیوں دل (؟)
سجن کی زلف میں لٹکا لیا فقیروں کا

(۸)

تعجب نہیں اگر نامرد خصئی[2] مرد پھر ہوجا
مگر جو عادتی ہو اس کے اچرج ہے اگر خوجا

وہ گل رو ماہ کے جیوں جب کبھی اس راہ ہو نکلے
دکھا کر جوت اپنی بیچ دل میں مہر کا بوجا

ہوئے ہیں اہل زر خواہان دولت خواب غفلت میں
جیسے سونا ہے یارو فرش پہ مخمل کے کہہ سوجا

ہمیں ہیں جو تغافل سیں سدا کے شاد رہتے ہیں
اگر اک دم نہ پاوے منہ تو پیارے بوالہوس رو جا

ستم سیں شوق میرے دل کا کچھ جانے کا نہیں گز
اگر اے سنگ دل ہیو تو کب صندل سیتی بو جا

چلا تھا غیر کے جو ساتھ کھانے چھوڑ کر ہم کوں
تو پھر پانے کا نہیں کہا بر تو سیں ہاتھ کوں دھو جا

(۹)

کیا قہر ہے پیارے منہ کا ترے مٹکنا	پھر قہر پر قیامت یہ زلف کا لٹکنا

۱۔ درد پیروں کا (د)	۲۔ خصیے (ر)

جس گال پر صفا سیں نظریں نہیں ٹھہرتیں — اوس گال پر عجب ہے، دل کا مرے اٹکنا
ابر وغلول تس میں تل کا دکھا غلولا — مشکل ہے بوالہوس کا یہاں آکے اب پھٹکنا
اسپند کرکے تجھ پہ ملاں کے تئیں جلیے — یکوں مارتا ہے پیارے رخسار پر (ٹپکنا)
دامن کے چاک دونو کرتے ہیں بے قراری — عاشق کے ہاتھ سیتی زور آوری جھٹکنا

مشتاق عذر خواہی نہیں آبرو تو کیا ہے
یوں روٹھ روٹھ چلنا چل چل کے پھر ٹھٹھکنا

(۱۰)

جلتے ہیں اور ہم سیں جب نا نکلتے ہو پیالا — ہوتے ہیں داغ دل میں جو ں جوں کہتے ہولالا
بکسا ہے تمام ظالم تجھ چشم کا دنبالا — لاگا ہے اس کے دل میں دیکھا ہے جن ہیں بھالا
اس شوخ سرو قد کوں ہم جانتے تھے بھولا — مل واری طرح میں کیا دے گیا ہے بالا
اے سرو ہر تجھ سیں خوباں جہاں کے کانپے — خورشید تھر تھرایا اور ماہ دیکھ ہالا
جب سیں ترے ملایم گالوں میں دل دھنسا ہے — نرمی سوں دل ہوا ہے تب سوں روئی کا گالا
نوجاں سیں بڑھ چلے جوں یکا کوئی سپاہی — یوں خال چھوٹ خط سیں مکھ پر رہے نرالا
کیوں کر ترپے نہ میرے گریے کا شور جگ میں — امڈا ہے مجھ نین سیں انجھواں کے ساتھ نالا
جوگی ہوا ہے نا تا لالچ کا چھوڑتا نہیں — کہتا ہے سب کوں بابا جپتا پھرے ہے مالا
جھمکی دکھا نگہ کی دل چھین لے چلی ہیں — یہ کس نے تری انکھیوں کوں سکھلا دیا چھنالا

اشعار آبرو کے رشک گہر ہوئے ہیں
داغ سخن سیں اس کو لو لو ہوا ہے لالا

(۱۱)

ہے ہمن کا شام کوئی سے لے جا — کہ مجھے آکے ٹک درس دے جا
بوالہوس کوں ہوا ہے تب سیں مغز — جب سیں تم نے اسے بلا بھیجا

۱۔ نظراں (د) ۲۔ کو وہاں آکے پھر (د) ۵۔ کس نے (د)
۲۔ غلیلا (د) ۶۔ ہمیں (د)
۳۔ جلا ئیے (د) ۷۔ سوں (ک)
۴۔ کرتے ہیں سب یہ ظاہر (د) ۸۔ تمیں (ک)

تم سوا ہم کوں اور جاگہ نہیں ⁽¹⁾ اے سجن ہم سیں مت لڑو بیجا ⁽²⁾

آبرو چاہتا ہے (تو) مت اڑ
بوالہوس اس گلی سیں سن بیجا

(۱۲)

مست ہے دل مدام تجھ لب کا ⁽³⁾ جام صہبا ہے نام تجھ لب کا
دل کوں غنچے کے کھول جب دیکھا ⁽⁴⁾ شوق پایا تمام تجھ لب کا
مہر لب ہا ہوئے حلاوت سوں ⁽⁵⁾ حرف گویاں کوں نام تجھ لب کا

آبرو آب زندگی سیں لذیذ
جان پیتا ہے جام تجھ لب کا

(۱۳)

یہ رسم ظالمی کی دستور ہے کہاں کا دل چھین کر ہمارا دشمن ہوا ہے جاں کا
ہر یک نگہ میں ہم سیں کرنے لگی ہیں نوکیں کچھ تو تری انکھیوں میں بکرا ہے طور بانکا
تجھ راہ میں ہوا ہے اب تو رقیب کتا بو پائے کر ہمن کی؛ باندھتا ہے نا نکا ⁽⁶⁾
خندوں کے طور گویا دیوا رقہقہا ہے گھر کر پھرے نہ لڑکا جو اس طرف کو جھانکا ⁽⁷⁾
ستم دل کے دل میں ڈھالے انکھیوں سیں انجھو ⁽⁸⁾ دیکھے اگر بھواں کی تروار کا جھمانکا
فاسق کے دل میں ڈالی جب نفس بد نے برکی ⁽⁹⁾ رجوارے کی گلی کا تب جا غبار پھانکا ⁽¹⁰⁾

سب عاشقوں میں ہم کوں مژدا ہے آبرو کا
ہے قصد اگر تمھارے دل بیچ امتحاں کا

(۱۴)

ہوا ہوں دل سیتی بندا پیا کی مہربانی کا فدا کرتا ہوں ہر دم جی کوں اپنے یار جانی کا

۱۔ جاگے (ک)
۲۔ بے جا (د)
۳۔ دل کے غنچے کوں (د)
۴۔ ہووے (د)
۵۔ میٹھا (د)
۶۔ آ ساندھتا ہے ناں کا
۷۔ ہرگز
۸۔ انکھیوں تے اشک ڈھالے (ک)
۹۔ بہرہ کی (د)
۱۰۔ بیچہ

دیے میں جوں بتی ہو یوں دکھتی ہے زباں کہوں | گو ون جس را کے اندر بیاں سوز نہانی کا
انجھواں انکھیاں کے روغن ہیں ہمارے شعلۂ دل کوں | بجھانا عشق کی آتش نہیں ہے کام پانی کا

اثر کرتا ہے نالہ آبرو کا سنگ کے دل میں
ہنر سیکھا ہے شاید کوہ کن سوں تیشہ رانی کا

(۱۵)

رہتا ہے ابرواں پر ہاتھ اکثر لاوبالی کا
ہنر سیکھا ہے اس شمشیر زن نے بید مالی کا

ہر اک جو عضو ہے سو مصرع دلچسپ ہے موزوں
مگر دیوان ہے یہ حسن سر تا پا جمالی کا

نگیں کی طرح داغ رشک سوں کالا ہوا لالا
لیا جب نام گلشن میں تمھارے لب کی لالی کا

رقیباں کی ہوا ناچیز باتاں سن کے یوں بدخو
وگرنہ جگ میں شہرا تھا صنم کی خوشخصالی کا

ہمارے حق میں ناداں نی سوں کہنا غیر کا مانا
گلہ اب کیا کروں اُس شوخ کی میں خوردسالی کا

یہی چرچا ہے مجلس میں سجن کی ہر زباں اوپر
میرا قصہ گویا مضموں ہوا ہے شعر حالی کا۔

تمھارا قدرتی ہے حسن آرایش کی کیا حاجت
نہیں محتاج یہ باغ سدا سرسبز مالی کا

لگے ہے شیریں اس کو ساری اپنی عمر کی تلخی
مزہ پایا ہے جن عاشق نیں تیرے لب کے گالی کا

مبارک نام تیرے آبرو کا کیوں نہ ہو جگ میں
اثر ہے یو ترے دیدار کی فرخندہ فالی کا

۱۔ سیں (ک) ۲۔ بید مالی (د) ۳۔ تا (د)
۴۔ لب کی (د) و (ک) ۵۔ کہ کیوں نہ ہو روشن (د) تیرے آبرو (ک) یہ (ک)

(۱۶)

خدا کے واسطے اے یار ہم سیں آمل جا
دلوں کی کھوں گھنڈی غنچے کی طرح کھل جا

جگر میں چشم کے ہوتیاں ہیں داغ تب پتلیاں
نظر سیں اوٹ تیرا گال[1] جب کہ ایک تل جا

جنوں کے جام کوں لے شیشہ شراب کو توڑ
خرد گلی سیں پری پیکراں کی بیدل جا

انکھیوں سیں جان بچانا نظر تب آتا ہے
ترا پھ[2] میں چھوڑ کے بس کو جبکہ قاتل جا

حیا کوں غیر سوں مت گرم[3] (ل) کے دے برباد
نہ ہو کہ آبرو اس طرح خاک میں مل جا

(۱۷)

اگر انکھیوں سیں انکھیوں کو ملاؤ گے تو کیا ہوگا
نظر کر لطف کی ہم کوں جلاؤ گے تو کیا ہوگا

تمھارے لب کی سرخی لعل کی[4] مانند اصلی ہے
اگر تم پان اے پیارے نہ کھاؤ گے تو کیا ہوگا

محبت سیں کہتا ہوں طور بدنامی کا بہتر نہیں
اگر خندوں کی صحبت میں نہ جاؤ گے تو کیا ہوگا

تمھارے[5] شوق میں ہوں جاں بلب اک عمر گزری ہے
اگر اک دم کوں آکر مکھ دکھاؤ گے تو کیا ہوگا

مرا دل مل رہا ہے تم سوں پیارے باطنی ملنا
اگر ہم پاس ظاہر میں نہ آؤ گے تو کیا ہوگا

۱۔ گال پہ (د) گال (ک) نظر سیں اوٹھ (ک)
۲۔ غلط لکھا ہے (ا) ترا پھ کے میں چھوڑے بس میں جبکہ قاتل جا (ک)
۳۔ مل مت (د) ۴۔ ہے اصلی (ک) ۵۔ تجھ (ا)

جگت کے لوگ سارے آبرو کوں پیار کرتے ہیں
اگر تم بھی گلے اس کوں لگا لوگے تو کیا ہوگا

(۱۸)

پریشاں تر ہے تری زلف سیں احوال عاشق کا
سیہ دونا تری انکھیوں سیں ماہ و سال عاشق کا

ترے[1] رخسارہ سیں پے مار از لف نے کنڈل
لیا ہے اژدہا نیں چھین یارو مال عاشق کا

بھرے انکھیوں میں جب پانی اٹھے تب دل سیتی نالا
جبھی ڈوبے گھڑی باجے تبھی گھڑیال عاشق کا

خدا[2] سیں ڈرا تا ہے مت نہ دے سر ما تغافل کا
سیہ چشمی سیں ہو جاتا ہے ظالم کال عاشق کا

ٹھٹھا ہے کچھ نیں[3] تیرے ٹھاٹھ دل کے صید کرنے کو
زمیں ہے گال[4] دانا خال و خط ہے جال عاشق کا

کرے کیا شہر کوں جو چھوڑ کر جنگل[5] نہ جا پکڑے
سماتا نہیں ہے گھر سیں شوق ڈھونڈو[7] کال عاشق کا

مگر لے آبرو سیتی میں دل بسمل کیا اپنا[6]
نکلتا ہے ابھو کچھ تو انکھیوں سیں لال عاشق کا

(۱۹)

یاد خدا کر بندے یوں ناحق عمر کوں کھونا کیا
حق چاہا سوئی کچھ ہوگا ان لوگوں سیں ہونا کیا

۱۔ صفا رخسار سیں پے جو مار از لف نے کنڈل (د)
۲۔ خدا سیں ڈرا یتا بل نت نہ دے سرما تغافل کا (د)
۳۔ (ک) میں نہیں ہے ۔ ۴۔ گال و دانا (ک)
۵۔ صحرا نہ جا (د) ۶۔ دیتا (د) ۷۔ ڈھونڈھو (ک)

کوئی شاہ کوئی گدا کہاوے جیسا جس کا بنا نصیب[۱]
جو کچھ ہوا تسی پے خوش رہ ناں لان او گوں سیتی نا کیا[۲]

سیر سفر کر دیکھ تماشا قدرت کا سب عالم کا[۳]
گھر کوں جھونک بھاڑ کے بھیتر عاشق ہو کر کونا کیا[۴]

جان مولا جگت پیارا جن دیکھا سو ٹھٹھک رہا
چنچل پیٹ اچپلے نیناں تن کے آگے مرگ چھونا کیا

داغ کے ہیکل انجھو کی مالا زینت عشق کی ہی نشانی[۵]
پھیریں ست جو برہ کے تن کوں تی لال پرونا کیا

آج اگر دل کوں ہمارے شوق نے اس کے مگن کیا ہے[۶]
جاگ اناڑی دیکھ تماشا عشق لگا تب سونا کیا

(۲۰)

کیسا شوخ اچپلے ہیں ترے نین ممولا	جن کوں نرکھ[۷] جلے ہیں سب من ہرن ممولا
بر میں خیال کے بھی کیوں کر کے آسکے دل	نازک ہے جان سیتی تیرا بدن ممولا
جو اک نگہ کرو[۸] تم کرتے ہو کام سو تم	سیکھے کہاں سیتی[۹] ہو تم یہ مکر و فن ممولا
آزاد سب جگت کے آ کر غلام ہو دیں	جب تو دلی[۱۰] بناوے اپنا برن ممولا
قد سرو، چشم نرگس، رخ گل، دہان غنچہ	کرتا[۱۱] ہوں دیکھ تم کوں سیر چمن ممولا
ہر رات شمع[۱۲] کے جوں جلتی تب ہے جان میری	جب سیں لگی ہے تم سیں دل کی لگن ممولا

۲۱

فرہاد کا دل کوہ کوں نے کا بھرا پیالا ہوا — مستی سیں اوس کے شوق کی ہر سنگ متوالا ہوا

۱۔ نصیبا (ک)
۲۔ بس پر خوش رہ قسمت سیں اب رونا کیا (ک)
۳۔ کا میں (ک) و (ر)
۴۔ نمانے (ک) و (ر)
۵۔ کہن کہتا ہے (د) غالباً گہن گھٹتا ہے (؟) لگن کرنا ہے
۶۔ سکے (د)
۷۔ پکڑ بیکے (د)
۸۔ تئیں، سو کر تم (د)
۹۔ سیکھے ہو تم کہاں سے یہ مکر و فن (د)
۱۰۔ جب بو سے بناوے (د) و (ک)
۱۱۔ کرتا ہے (د)
۱۲۔ شمع مانند جلتا ہے جیا میرا (د)

تم یوں سیاہ چشم اے سجن مکھڑے کے جھمکوں ہوئے   خورشید نیں گرمی گری تب تو ہرن کالا ہوا

(۲۲)

توکیوں گیا کہ عیش چمن کا بکھر گیا   غنچہ دلوں میں تنگ ہوا پھول جھڑ گیا
تنہا خنجر کی دھار کا منہ پھر گیا جیسے   کانٹا بھی تیرے شرم سیں مژگاں کی گڑ گیا

(۲۳)

خوباں میں سب جگت کے تو زور ہے مولا   سارے جہاں میں تیرا اب شور رہے مولا
میٹھے بچن سناوے طوطی کوں تب لجاوے   جب ناچنے میں آوے تب مور ہے مولا
جاوے فلک پے تو بھی تجھ حکم کا بندھا ہے   دل ہے پتنگ میرا توں ڈور ہے مولا
اس خاک پر قدم رکھ تجھ کوں ثواب ہوگا
کہیں ہیں آبرو کی یاں گور ہے مولا
(کہتے)

(۲۴)

کون یہ سلطنت مآب آتا   چشم خوبی کا جس رکاب آتا
یوں چلا آوتا ہے خوباں بیچ   فوج کے بیچ جوں نواب آتا
جاں بلب انتظار کرتا ہوں   خوب تھا یار اگر شتاب آتا
شعلہ خوباں نیں یوں لیا دل بانٹ   مے کشاں بیچ جوں کباب آتا
مسکرا کر کہا کہ تیری طرف   کیونکہ دیکھوں مجھے حجاب آتا
(اضافہ ک) بت ہو عاشقاں کے دست بدست   مثل پیمانہ دست شراب آتا
آبرو حال دل کا کیونکے کہے
تیرے آگے کسے جواب آتا

۱۔ توں (د)
۲۔ کا (د)
۳۔ توں (د)
۴۔ کہتے ہیں (ک)
۵۔ (ک، د) میں "آتا ہے"
۶۔ میں (د)
۷۔ بیچ (د)
۸۔ جیوں (د)
۹۔ کے (د)
۱۰۔ (ک، د) میں "آتا ہے"

(۲۵)

شمشیر کھینچ[1] جب کہ لگائی تنگی اٹھا
سر کٹ گیا پہ[2] دل میں نئے سر سیں جی اٹھا
جاڑے کی رات الٹ گئی گرمی کا دن کٹا
بکھرے سیں زلف جبکہ سجن تم نے[3] دی اٹھا
عاشق کے اور پھر[4] کے نظر دیکھنے لگے
اس قدر شرم تم[5] نے ڈی یکبار گی اٹھا
گلزار[6] سیں بہشت کے بیٹھوں کوں اے سجن
سر سیں بلاوتی ہے تمھاری گلی اٹھا
دل مر گیا تھا شمع کی مانند دن دیے
شب کوں برہ کی آگ لگی پھر کے جی اٹھا
دل کے اوپر پہاڑ ہیں احوال سخت دیکھ[7]
دسے عمارتی ہے باغ میں سر کوں کلی اٹھا
ہے نام اس کا بزم حریفاں میں آبرو
جو سر کوں بیچ عشق کی بھٹی سیں پی اٹھا

(۲۶)

بچا دنیا کے غم سیں آپ کوں جن اس تی کاڈھا
نکلتا ہے علاج اس درد کا ظالم نہ بے کاڈھا
حریفوں پر میں اپنی راستی سیں چرب آیا ہوں
ہنر دیکھو کہ سیدھی انگلیوں سیں ہم نیں گھیو[9] کاڈھا[10]

۱۔ کھینچ (د)
۲۔ بہیں (د)
۳۔ تم نیں (ک)
۴۔ پھر (د)
۵۔ تم نیں (ک)
۶۔ گلذار (د)
۷۔ ہے (ک)
۸۔ بیچیہ (د)
۹۔ گھیو، بمعنی گھی
۱۰۔ کاڈھا پر ایہام ہے بمعنی نکالا اور بمعنی عرق یا دوا

نزاکت سیں نکل سکتی نہیں تصویر تجھ تن کی
مصور نیں سجن ہر چند مر مر اپنا جی کاڑہا

(۲۷)

بے تابیِ دل آج میں دلبر سیں کہوں گا
ذرّے کی طپش مہر منور سیں کہوں گا
جو رام ہوا اُس کی سنگ کر جان پہ سختی
یوں اس بت سنگیں دل کافر سیں کہوں گا

(۲۸)

لگے تیغ جفا سوں زخم جو تازہ زمانے کا
سو ایک اور ہی دہن ہو دل کو خوں غم کے کھانے کا
ترے مژگانِ ابرو کے مقابل حال مجھ دل کا
وہی ہے جو کماں اور تیر آگے ہو نشانے کا
برستے ہیں انکھیاں سیں لال اور موتی تماشا کر
کھلا ہے آج دروازہ ترے غم کے خزانے کا
کلی ہے رنگ و بو لبریز باغ میرزائی کی
تصور جب سوں آیا دل میں تیرے پان کھانے کا
تری جو بات ہے لے حکمتی سو فن سے نہیں خالی
جگت میں بو علی ہے نام آج تو علم بہانے کا
ہوا ہے گوش گل لبریز رنگ اے گلشن خوبی
چمن نے جب سیتی مژدا سُنا ہے تیرے آنے کا

۱۔ ذرہ (د)
۲۔ اُس کی (ک)
۳۔ نیارا (ک)
۴۔ جو دہ غم (د)
۵۔ تری (د) مژگان و آبرو (د)
۶۔ ہور (ک)
۷۔ تیر کے آگے (د)
۸۔ خرابے (د)
۹۔ آوے (د)
۱۰۔ بات حکمت بیچ ہے سو (د)

غزالاں آبرو کر چاک دل مدت سوں نکلا ہے[1]
کہو کیا حال ہے دشت جنوں میں اس دوانے کا

(۲۹)

رفتار بیچ جب کہ ادا سیں لٹک گیا ... بے اختیار تب سیں مرا جی اٹک گیا
شاید ہمارے جی کی کشش نے اثر کیا ... جاتا تھا جلد دیکھ کے ہم کوں ٹھٹھک گیا
شیریں لباں کی سخت دلی کا نہیں علاج ... فرہاد بھی سر اپنا پتھر سیں پٹک گیا
عاشق کا کیا گیا جو کیا بوالہوس نیں شوق ... دن چار تجھ گلی منیں آ کر بھٹک گیا
اضافہ (ک) دل نے وصال چھوڑ کیا ہجر کوں قبول ... امرت کوں چھوڑ زہر کا پیالا گٹک گیا

شمشیر کھینچ جب کہ چلا بوالہوس کی اور
تب چھوڑ آبرو کوں گلی سیں سٹک گیا

(۳۰)

ظالم نگہ کا تیر نگہ کام کر گیا ... سینے کوں صاف توڑ جگر سیں گزر گیا

بوجھے[۵] اگر جو آبرو کے حال کی خبر
کہنا تمھارے درد سوں ہجراں کے مر گیا

(۳۱)

چھوڑ دے دنیا کے تئیں حاصل کیا تو کیا ہوا ... ساتھ کچھ جانے کا نہیں سب کچھ لیا تو کیا ہوا
زلیست ہے اس کی کہ اپنے جان پیارے سیں ملا ... جی سیتی غافل رہا جگ جگ جیا تو کیا ہوا
سعی تیری چرخ بازی تو فلک گننے کا نہیں ... سر پھرا کر کے کیا جو آسیا تو کیا ہوا
دل کسی کا ہاتھ میں زاہد تو لے سکتا نہیں ... نفس کے تئیں (توڑ) قبضے میں کیا تو کیا ہوا
دل جلے تب عاشقی کا بھید روشن ہو تجھے ... گھر جلا کر کے اجالا کر دیا تو کیا ہوا
غم سیں اہل بیت کے جی تو ترا کڑھتا نہیں ... یوں عبث پڑھتا پھرا جو مرثیا تو کیا ہوا

۱۔ غزلخواں (د)
۲۔ (ک) میں اس شعر پر ۴ ہے
۳۔ دل (ک)
۴۔ ستم (ک) یترے ستم (د) نہ کہہ کہ (د)
۵۔ بوجھیں (ک) بوجھے اگر جو کوئی مرے حال کی خبر (د)

شعر کو مضمون سیتی قدر ہوے آبرو
قافیہ سیتی ملایا قافیا تو کیا ہوا

(۳۲)

ہر چند تغافل میں ہے محبوب ہمارا
پر لطف کی حالت میں لگے خوب پیارا
خوش یوں قد خم شیخ کا ہے معتقداں کوں
جوں کشن کوں کبجا کا لگے کوب پیارا

(۳۳)

عشق میں ہندو و ترک کا کچھ نہیں ہے بوڑا
یہاں مونڈائیں سدھ کیا آزاد ہو خواہ سیوڑا
کیونکہ اب رم کر سکو گے ہم سیں تم اے من ہرن
اب تو ہم نیں تم سیتی باندھا ہے اپنا جیوڑا
اُس من کی پوجتا ہے خال تجھ ابرو مین بیٹھ
اس سبب کافر نیں مسجد کوں کیا ہے ڈیوڑا
تجھ گلی کوں لے چلی ہے اشک انکھیاں سیں نگاہ
(ڈیوڑھا)
جس طرف نلوے کوں لے جاتا ہے کوئی مڑوا
آبرو جب وصف تیرے خلق خوبی کے لکھے
تب صفا برگ دمن ہو جا قلم ہو کیوڑا

(۳۴)

جو کہ محرم ہو عشق بازی کا
دل سیں عاشق ہے جاں گدازی کا
ہر گدا گوشۂ قناعت میں
شاہ ہے ملک بے نیازی کا
نفس کافر کوں قتل جو کہ کیا
رتبا ہے اوس کسی کوں غازی کا

۱۔ (ک) میں ۶ ہے
۲۔ نکل (د)
۳۔ سمن (د)
۴۔ قیامت (د)
۵۔ کے تئیں جو قتل کیا (د) کرے (ک)
۶۔ کے تئیں نمازی کا (د)

غم حقیقی ہے کیا ہوا ہے مجھے
عشق ہے عالم مجازی کا
آبرو شعر کے کمال میں ہے
معتقد حافظ شیرازی کا

(۳۵)

یہ سبزا اور یہ آب رواں اور ابر یہ گہرا
دوانا نہیں کہ اب گھر میں رہوں میں چھوڑ کر صحرا
اندھیری رات میں مجنوں کو جنگل بیچ کیا ڈر ہے
پپیہا کو کلا کیوں ہل کے دتے ہیں ہر گھڑی پہرا
گیا تھا رات جھڑ بدلی میں ظالم کس طرف کوں تو
تڑپ سیں دل مرا بجلی کی جوں اب لگ نہیں ٹھہرا
وہ کاکل اس طرح کے ہیں بلا کالے کہ جو دیکھے
تو مر جا ناگ اس کا آب ہو جا خوف سیں زہرا
ایسی کہانی بکٹ ہے عشق کا فر کی کہ جو دیکھے
تو رد دیں سنہ فلک اور چشم موجا لات کی نہرا
رواں نہیں طبع جس کی شعر تر کی طرز پانے میں
نہیں ہوتا ہے اس کوں آبرو کے حرف سیں بہرا

(۳۶)

نین سیں نین جب ملائے گیا	دل کے اندر مرے سمائے گیا
نگہ گرم سوں مرے دل کوں تڑپ	تو شنین آگ سی لگائے گیا
تیرے چلنے کی سن خبر عاشق	یہی کہتا ہوا کہ ہائے گیا
سہو کر بولتا تھا ہم ناسیں	بوجھ کر بات کوں چبائے گیا

۱۔ دو (د) کہ (ک)
۲۔ دیں بن میں مل کے (د)
۳۔ اور اس کا اب ہوا زہرا (د)
۴۔ گر دیکھے (د)
۵۔ میں (د)

آبرو ہجر بیچ مرتا تھا
مکھ دکھا کر مجھے جلائے گیا

(۳۷)

دل جہاں[1] ہووے تہیں[2] پہنچ کے لیتی ہیں پھنسا
باندھ لاویں نہ سو کیوں زلف تمھاری ہیں رسا

خواب میں دیکھ تری زلف کوں لہرایا ہے
آبرو کوں مگر اس رات کے سپنے نے ڈسا

(۳۸)

گرچہ قائل ہوں سجن تیری کمر معدوم کا
ایک مشکل ہے بیاں اس رمز نامعلوم کا

ناز کرناں پاک معشوقوں کا پیارا کیوں نہ ہو
ہر کسی کوں خوب لاگے[3] جو چلا معصوم کا

کیوں تری تھوڑی سی[4] گرمی سیں پگھل جاوے ہے جاں
کیا تو نیں[5] سمجھا ہے عاشق اس قدر ہے موم کا

اور کیا دیوے گا جو بے مہر دیتا نہیں جواب
نام مت لو صبح کوں آگے مرے اس شوم کا

ہو کے دیوانا گریباں چاک سب کرتا ہے شہر
وہ پری پیکر سجے جس وقت جاما گھوم کا

لال رخسارے پہ تیرے زلف[6] لپٹی نہیں سیاہ
شام کے لشکر نیں آکر ملک گھیرا روم کا

کیوں نہ آکر اس کے سننے کو کریں سب یار بھیڑ
آبرو یہ ریختا تو نیں کہا ہے دھوم کا

۱۔ چھیں (د) جہیں (ک)
۲۔ تہاں (د)
۳۔ لاگا (د) کرنا (ک)
۴۔ کی (د)
۵۔ تے (د)
۶۔ لپٹی ہے سیاہ (د) لپٹی نہیں سیاہ (ک)

(۳۹)

کیوں کے کیجے اس کی شوخی کا گلا — بات سنتا ہی نہیں وہ چلبلا

ہو گئے ہیں پیر سارے طفل اشک — گریہ کا جاری ہے اب[1] تک سلسلا

چشم یوں دل لے گئی سینے سیں کاڈھ — ڈوب کر مچھی کوں جوں کر کلکلا

نور دیدہ گم ہوا یعقوب کا — گریہ کا جاتا (نکل) ہے خالی قافلا

مرگ[2] پھر کر جیونا بر حق (ہوا) — پھر گیا تھا جان ہم سیں پھر ملا

جو کہ بسم اللہ کر کھیئے[3] طعام — تو ضرر نہیں گو[4] کہ ہوئے بس ملا

سنگ دل نیں آج دل ڈھٹے کر[5] سنا

آبرو نے شعر کا پایا صلا

(۴۰)

مل گئیں آپس میں دو نظریں ایک عالم ہو گیا

جو کہ ہونا تھا سو کچھ انکھیوں میں باہم ہو گیا

جس توجہ پر نظر کر جان دیتا تھا جہاں

سو توجہائے[6] ان انکھیوں سیں کیوں کم ہو گیا

ساتھ میرے تیرے جو دکھ تھا سو پیارے عیش تھا

جب سیں تو بچھڑا ہے تب سیں عیش سب غم ہو گیا

راگ کی خوبصورتی کے کوچ کا ڈنکا بجا

جب گلا مطرب کا یارو زیر سیں بم ہو گیا

(۴۱)

شیخ خامی سیتی نپٹ بکیا — اس کی باتوں سیتی جگر پکیا

خواب غفلت سیں سر اٹھا منعم — ضرر زر اوپر نہ کر تکیا

آب و دانے میں عمر اپنی نہ کھو — کف حسرت ملے گا جوں چکیا

۱۔ تک (د)
۲۔ مرکے یارو (د)
۳۔ کھائے (د)
۴۔ گرچہ (د)
۵۔ لے کر (د)
۶۔ توجہ ہائے (ک)

چشم میں یوں نہاں ہے کج نگہی
جوں چکو کے شگاف میں بکیا

(۴۲)

کیا بتاؤں کس ادا سیں آ خراماں ہو گیا
جن نیں دیکھی وہ لٹک سو^[۱] جی سیں قرباں ہو گیا
رو^[۲] نے نیں مجھ دوانے کے کیا یانوں کا کام
سیل سیں انجھواں کے سارا شہر ویراں ہو گیا
معجزا^[۳] عیسیٰ کا نہیں ان لعل لب ہا میں تو کیوں
دل ہمارا شوق میں کس لب کے مرجاں ہو گیا
ترک آرایش ہوئی اس طفل مکتب کوں بہار
طور بگڑی جب سیتی سادی گلستاں ہو گیا
عشق عاشق نے جتا معشوق کو دلبر کیا
حال دل کا جب سیں پوچھا تب سیں جاناں ہو گیا
جب سیں تم بیمار پرسی کوں قدم رنجہ کیا
تب سیں میرے دل کو پیارے درد درماں ہو گیا
آبرو یکرنگ نیں تغیر اس خط کی لکھی
صفحۂ سادہ رقم ہونے سے قرآں ہو گیا

(۴۳)

ہم سے چرائی اور سیں انکھیاں ملا گیا
ظالم کسی کو مار کسی کو جلا گیا
گردش انکھیوں کی دیکھ گرا یوں پچھاڑ کھا
گویا مجھے شراب کا پیالا پلا گیا

۱۔ شوخی سوں (ک)
۲۔ رو نے سیں ادن دوانے نیں کیا (ک)
۳۔ لعل خنداں (ک) تن ہمارا (ک)

یحونکر مجھے جنون نہ ہواس چھلا دے
ٹک دے جھمک پری کی طرح پھر بلا گیا

(۴۴)

زخمی ہوں جان میرا بیجا نہیں جلانا[۱]
لگتا ہے تیر سایہ دل میں ترا کم آنا[۲]
مشہور تھی جگت میں پیارے کی چشم راوت
بانکیت ہو گئے اب مژ گاں سیں پھیر بانا[۳]
سیانے کو عاشقی میں خواری بڑا کسب ہے
چاہیئے کہ بھاڑ جھونکے جو دل کا ہوئے دانا
غیروں کے ساتھ شب کو چلتے ہو چال اودی
دیکھی روش تمھاری جاؤ تمھیں پہچانا
بدلی سو راگ چھایا نانوں میں جھڑ لگایا
مردنگ تس کے اوپر بجلی کا کڑکڑانا
دونوں طرف سے داڑھی خورشید و کے دواڑی
دیکھو زوال یارو آیا برا زمانا
(اضافہ ک) دن نال باجتا ہے ہوتی ہے جب سواری
لشکر میں راگ شب کوں ڈنکا کا ہے اڑانا(؟)
حکمت کی تیغ سیتی کاٹوں رقیب کا سر
اٹھ آؤ آبرو کے کر خون کا بہانا

۱۔ چل آنا (د)
۲۔ کھجانا (د)
۳۔ بھواں سیں (ک)
۴۔ پیار کے (د)
۵۔ آب پھر لگے آنا (د)
۶۔ چھپئے (ک)
۷۔ نے (د)
۸۔ داری (د)

(۴۵)

پیار کرنے سے ہمن کوں پھر کیا حاصل ہوا
ہم تو اپنا دل دیا دلدار کیوں بیدل ہوا
پیار سے ہرگز نہ آیا بر میں وہ نازک نہال
عاشقی کرنا ہمارا سخت بے حاصل ہوا

(۴۶)

پوشاک سیں تمھاری دونا ہوا ہے چرچیا
کپڑوں کو دیکھ کر کے جی ہر کسی کا پرچیا
دولت نہیں تو ہرگز پیغام وصلت مت دے
یہ خط اگر کبوتر لے جا تو بھیج زر چیا
مفلس تو صید بازی کر کے نہ ہو دوانا
سودا بنے گا اس کا جن نیں کہ نقد خرچیا
ہوتے ہیں رام اس کے آخر جو ہیں برہمن
پوجے ہے آس اس کی جن نیں بتوں کوں پرچیا
ہوتے ہی ٹک مقابل کیا ہو گیا ہے ٹکڑے
کہتا تھا ہم نیں پایا دل کے گجے کا پرچیا
نادان کا غلط بھی لگتا ہے آبرو خوش
پیارا لگے ہے لڑکا کیا کوئی کہے اگرچیا

(۴۷)

یوں تڑپھڑاتا ہے دل شوق میں ہمارا   آتش کے بیچ ہو ہے جوں بے قرار پارا

۱۔ پھر کیا (د) پر کیا (ک)
۲۔ نہال (ک)
۳۔ وصل (ک)
۴۔ شیدبازی کو کر نہ ہو دوانا (د) شیدبازی کر کے (ک)
۵۔ اس کے سودا کرے جو کوئی (ک)
۶۔ ہووے (د) آس اس کی (د) ارچا (د)
۷۔ ارچا (ک)
۸۔ آتے ہی (د)
۹۔ اپنے کیے کو برچا (د)
۱۰۔ کیا کو کہے اگرچا

رونے سیں سوز غم کا گھٹتا نہیں ہے ہرگز — پانی سیتی یہ دل کا بجھتا نہیں انگارا
اس طرح کوں جو دیکھے تو تیغ جا کے قرباں — جس طرح سیں بھواں یے کرتے ہیں دل دو پارا
(یہ)

(۴۸)

مل گیا تھا باغ میں معشوق اک نٹ وار سا
رنگ و رو میں پھول کی مانند سج میں خار سا
آشنا ہو رات میخواروں میں کی دریا کشی
دن کو تسبیح[1] ہاتھ میں لے کر کہلے پارسا

(۴۹)

خال تجھ گال پہ کیا خوب پڑا ہے پیارا
بن گیا اس سیں مری جان[2] ترا رخ سارا
حلقۂ زلف میں اس خال کی دیکھی جھمک
آج تو کچھ طالع مرے نیں مجھے بستارا

(۵۰)

مرتا ہوں میں خمار سیں ساقی شراب لا
لاگی ہے پیاس جیو جلا ہے شتاب لا[3]
دل رشک[4] کی جلن سیں پھپھولا ہوا[5] پیا
کیوں غیر سیں بلا کے کہا تم نے آب لا
کچھ شے نہ دیجے تو کبھی رد بدر نہ ہو
بن مال اس پے جبر ہے گویا معا بلا

(۵۱)

ملنے کوں غیر کے کیوں[6] اب پوچھتا ہے پیارا
ازماؤنے کوں شاید لیتا ہے دل ہمارا

۱۔ تسبیح (ک) — ۴۔ رشک (ک)
۲۔ جان مری (ک) — ۵۔ بنا ہے آج (د)
۳۔ جاتا ہے جی پیاس کے مارے شتاب لا (ک) — ۶۔ ہوے (د) — ۷۔ اب کیوں (ک)
خفی (ک)

نرمی سوں موم ہو کر سختی کی بھی قسم[1] کھا
حالت ہمارے دل کی دیکھے جو سنگ خارا
پیارے ترے نین کوں آہو کہے جو کوئی
وہ آدمی نہیں ہے حیوان ہے بچارا
پیاسا ہے جو کہ جی[2] کا اور آبرو کا دشمن
وہ آشنا نہ ہو گا اس سیں بھلا کنارا
رو رو کے بے وفا کوں کیا آشنا کیا ہے
دیکھو تو آبرو نیں کس گھاٹ لا اُتارا

(۵۲)

مت[3] سور کر قسم ہے چھوڑ اترا تماشا
پیارے یہ کون اٹھاوے کلا کھارا[4] حاشا
مژگاں کی باگ[5] انکھیوں نیں یوں جلد دل پہ موڑی
جوں دیکھ کر کبوتر قینچی کرے ہے باشا

(۵۳)

تو کب ملا تھا پیارے ہم سیں کہ[6] آج روٹھا
دیکھا یہ ان ملے کا یہ روٹھنا انوکھا
بوسے کا کر کے وعدہ مصری چبا کے بخشی
کہنے کوں ان لباں کا میٹھا دیا پے جو[7] ٹھا (جھوٹا)
عیار بوالہوس نیں لڑکے کوں[8] شست دکھلا
راضی کیا پھر آخر بتلا گیا[9] [10] انگوٹھا

۱۔ سے پھر قسم کھائے (د) (ک)
۲۔ جیو کا (د)
۳۔ شور کر (د)
۴۔ تمارا (د)
۵۔ بال (د)
۶۔ جو آج ہم سیں روٹھا (د)
۷۔ ہم (ک)
۸۔ رگ رگ کو جب دکھایا (د)
۹۔ دکھلا گیا (ک)
۱۰۔ دیا۔ (د)

(۵۴)

لگی منہ بولنے سُرمے سیں تیری چشم اے لالا
ہوا ہے ان کے تئیں پیارے زباں گو یا یہ دنبالا

لب اس کا اے اگر دیکھے تو ہو جا شرم سے پانی
نمک اس کو منہ لگا یا پوچھو لو جھوٹا ہے یہ پیالا

ستم سیں سانولے نیں نقد جان اور دل مرا چھینا
متاع اور مال جو کچھ تھا سو لے بیٹھا ہے یہ کالا

رمق سی رہ گئی ہے زندگی اب دم کی مشکل ہے
اگر آتا ہے تو اے ماہ رو مجھ پاس تو حال آ

(۵۵)

لبریز ہو انکھیوں سیں امڈا ہے آج برکا (برکھا)
عاشق نیں آدتا سن آنگن تمام چھڑکا

ہو ہو ترش پیشانی کرتا ہے شور برپا
واعظ یہ میکشوں کے دشمن ہوا ہے سرکا

لڑتا تھا خندیوں سیں پر بوالہوس تھا لینڈی
لگتے ہی ایک چرکا یاں لگ ڈرا کہ حرکا

(۵۶)

دکھنی پسر کے زخم حمایل کوں سر کٹا
بولا کہ میں کتا ہوں ترا اور گلے پٹا

بیزار ہو گیا مرے کہنے سیں نازنیں
گو یا کہ بات رمز کی تھی جوان تھا کٹا

۱۔ سرخی (د)
۲۔ پونچھ لو (د)
۳۔ نے (د)
۴۔ گویا (د)
۵۔ زندہ گی (د)
۶۔ میں کتا ہوں تیرا یہ گلی پتا (ک)
۷۔ جوان تھا کتا (ک)

نمکیں گویا کباب ہیں پھیکے شراب کے
بوسا ہے تجھ لباں کا مزے دار چٹ پٹا
جو کھیل ہو سو ڈھول بجا کھیل عشق کا
منصور دیکھ بانس پہ چڑھنے سے کب ہٹا

(۵۷)

قد (ہے) اس خوش طرح تراشے کا — سر سیں پاوں تلک تماشے کا
اس کی کنجی زبانِ شیریں ہے — دل مرا قفل ہے بتاشے کا
کیوں کے نامے کوں لے کبوتر جا — مژہ پنجا ہوئی ہے باشے کا
(اضافہ د و ک) کس قدر لال نیں گھٹا یا من — اب جو تولا نہیں ہے ماشے کا
آبرو سیں نہیں ہے معطی خوش
وہ پیاسا ہوا ہے شاشے کا

(۵۸)

وہ نحیتہ کار کب پڑھتا ہے نامہ — نہیں کچا کہ لوں میں ہاتھ خامہ
اگن میں جل کے طوطی لال ہو جا — جبھی ٹک گرم ہو بولے وہ شیامہ
لگی چپ جس گھڑی سیں پھر بیٹھے (بہن) — پھٹے یارب یہ محمودی کا جامہ

(۵۹)

نالاں ہوا ہے جل کر سینے میں من ہمارا
پنجرے میں بولتا ہے گرم آج اگن ہمارا
پیری کمان کی جیوں مانع نہیں کڑکوں کر
ہے ضعف بیچ دونا اب بانکپن ہمارا
چلتا ہے جیو جس پہ جاتے ہیں اس کے پیچھے
سودے میں عشق کے ہے اب یہ چلن ہمارا

۱۔ اس خوش طرح — ۳۔ کو (د) — ۵۔ ا (ک)
۲۔ جل جل ہوا ہے نالاں (ک) — ۴۔ بیچ (د)

ملنے کی حکمتیں سب آتی ہیں ہم کوں لاک لاک[1]
گو بو علی ہو لونڈا کھاتا ہے فن ہمارا
مجلس میں عاشقوں کی اور ہی بہار ہو جا[2]
آوے کبھی رنگیلا گل پیرہن ہمارا
اس وقت جان پیارے ہم پاوتے ہیں جی سا[3]
لگتا ہے جب بدن سے تیرے بدن ہمارا
یہ سکراونا ہے تو کس طرح جیوں گا
تم کو تو یہ ہنسی ہے پر ہے مرن ہمارا
عزت ہے جوہری کی جو قیمتی ہو گوہر
ہے آبرو ہمن کوں جگ میں سخن ہمارا

(۶۰)

عاشق ہوا ہے کس پے اسے کس کا غم ہوا
دیکھو ہماری جان پہ یہ کیا ستم ہوا
عالم کوں قتل کر کے ترا یہ کشیدہ قد
مانند تیغ فوجِ بتاں میں علم ہوا
نامے کے تئیں نصیب ہوا تب سیں پیچ وتاب
جب سیں کہ میرے دل کا غم اس میں رقم ہوا
بنگی ہے بادشاہ نشے کے خیال میں
سبزی کا دور اس کے تئیں جامِ جم ہوا
بوجھو یہ حرف نون کے نقطے کو دیکھ کر
دل لے گیا وہی کہ تو انسخ سے خم ہوا
دہقاں پسر نیں کھیت رکھا ہے سبھوں کو مار
کھلیان کی مثال دلوں کا الم ہوا

---

۱. یک مک (د) ۳۔ جینا (د) ۵۔ مار کے سب کوں رکھا ہے کھیت اک)
۲. ہوگا (د) ۴۔ جو (ک) ۶۔ سبوں (د)

ظالم کے مال سیں نہیں ہوتی[1] ہے منفعت
کہہ[2] حلق آب تیغ سیں کس کا کہ نم ہوا[3]

خورشید کس طرف سیں ہوا طالع آبرو
کیا دن پھرے کہ آج ادھر کوں کرم ہوا

(۶۱)

بھواں ٹھکا ونا دیکھ ان بھوں کا نام ست دھروا
گھڑ[4] آنا محرموں کے یوں قبا کے بند مت کروا

کہاں ملتا ہے جاں عنقا ہے ایسا بے نیاز عاشق
کہ خواں اور ماں دیا ہے سب اڑا اور پھر نہیں پڑا

(۶۲)

تیرہ[5] زنگوں کے ہوا حق میں یہ تپ کرنا دوا
تیرگی جاتی رہی چہرے کی اور اچھی صفا

کیا سبب تیرے بدن کے گرم ہونے کا سجن
عاشقوں میں کون جلتا تھا گلے کس کے لگا

تو گلے کس کے لگے لیکن کہیں[6] بے رحم نے
گرم دیکھا ہوئے گا تیرے تئیں انکھیاں ملا

بوالہوس ناپاک کی از بس کہ بھاری ہے نظر
پردۂ عصمت میں تو اپنے تئیں اس سیں چھپا

اشک گرم و آہ سرد عاشق کے تئیں وسواس کر[7]
خوب ہے پرہیز جب ہو مختلف آب و ہوا

۱۔ ہوتا ہے (د)
۲۔ کہو (د)
۳۔ (ک) یہ نہیں ہے
۴۔ کھڑا (د)
۵۔ تیرہ رنگوں کے جو حق میں ہو (ر)
۶۔ کسی (د)
۷۔ پرہیز کر (د)

گرم خوئی سیں پشیماں ہو کے ٹک لاؤ عرق
تپ کی حالت میں پسینا آ و نا ہو ہے بھلا
دل مرا تعویذ کے[1] جوں لے کے اپنے پاس رکھ
تو طفیل[2] حضرت عاشق کے ہو تجھ کوں[3] شفا
ترش گوئی چھوڑ دے اور تلخ گوئی ترک کر
اور کھانا جو کہ ہو خوش کا تری[4] سو کر غذا
بوعلی ہے نبض دانی میں بتاں کی آبرو
اس کا اس فن میں جو نسخا ہے سو ہے اک کیمیا[5]

(۶۳)

نہ پاوے چال تیرے کی پیارے یہ ڈھلک دریا
چلا جاوے اگر چہ رو د تا محشر[6] ملک دریا
کہاں ایسا ہبکی ہو کہ جاوے تا فلک دریا
نہیں ہم چشم میرے اشک کا مارے ہے جھک[7] دریا
ہوا ہے چشم حیرت دیکھ تیری آب رفتاری
کنارے نہیں رہا ہے کھول ان[8] دونوں پلک دریا
بھر آوے[9] آب حسرت اس کے منہ میں جب لبر آوے
اگر دیکھے ترے ان نرم گالوں کے تھلک دریا
نہیں ہیں یہ[10] حباب اٹھتے ہیں جو نظروں میں مردم کی
جلن مجھ اشک کی سیں دل میں رکھتا[11] ہے پھلک دریا

۱۔ کر لے کے (م)
۲۔ از طفیل (د)
۳۔ سوں (د)
۴۔ خوش کا تیرے ہوے سو کر غذا
۵۔ ہو ہے سو ہیگا کیمیا (د) اب کیمیا (ر)
۶۔ روز محشر کے تلک (د)
۷۔ (د) میں نہیں ہے
۸۔ اور ہا ہے کھول کے دونوں پلک (د)
۹۔ (د) میں نہیں ہے۔
۱۰۔ نہیں ہیں یے حباب (ک)
۱۱۔ رکھے ہے دل میں یہ (د)

اگر ہو کوہ تو ریلے سیں اس لشکر کے چل جاوے
کہاں سکتا ہے مجھ انجھواں کی فوجاں سیں اٹک دریا
اثر کرنے کا نہیں سنگیں دلاں میں رو دنا ہر گز
کرارے[1] سخت ہیں بے جا رہا ہے سر پٹک دریا
[2] یقیں آیا کیا جب اس کے تئیں پانی سیں بھی پتلا
ہمارے اشک کی گرمی میں کچھ رکھتا تھا شک دریا
نہیں ممکن ہمارے دل کی آتش کا بجھا سکنا
کرے گر ابر طوفاں خیز کوں آ کر کمک دریا
نہ ہووے آبرو خانہ خرابی کیوں کے مردم کی
کیا انجھواں میں پیرے اب اپنا سیں تا سمک دریا

(۶۴)

ملنے کے شوق میں (ہم) گھر بار سب گنوایا
مدت میں گھر ہمارے آیا تو گھر[3] نہ پایا
استاد گنجفہ کا جب سیں کیا ہے ہم کوں
ہوتے ہیں سوختہ دل میں سب دیکھ کر یہ پایا
یہ خال خال ملنا ہوتا جو تھا ہمن سیں
اس میں بھی عارضا یہ یارب[4] کہاں سیں آیا
دل غم سیں کر کے لوہو لوہو کوں کر کے پانی
انکھیوں سیتی بہایا تب آبرو کہایا

(۶۵)

سیج اوپر غیر کی رہتا ہے اب لوٹا ہوا
زر کے لالچ اس قدر وہ سیم تن کھوٹا ہوا

۱- کرارے (د)
۲- (د) میں نہیں ہے
۳- پھر (ک)
۴- یارب (ک)

سُن کے چرچا غیر نیں جا کر[1] چھچھوندر چھوڑ دی
گھر جلا عاشق کا ان لوگوں کا کیا ٹوٹا ہوا
اُس[2] طرح دیکھا کہ عاشق دیکھتے ہی مر گیا
یہ تماشا جن نیں دیکھا اس کوں جگ چھوٹا[3] ہوا

(۶۶)

قیامت رنگ ظالم بھاد کا فر گت ہے اے پنا
تمھارے حسن[4] سو دیکھے سو اک آفت ہے اے پنا
سگھڑ جتنے ہیں یے یے سب تجھی کو پیار کرتے ہیں
سیانے سو ہے پران سو کی ایک ہی مت ہے اے پنا
لگا جاتی ہے اپنا داؤں اور میرا بچا جاتی
تو اپنے کام میں بانکیت اور رادت ہے اے پنا
تری کنچن برن سی دیہہ جس کی گود میں ہووے
اسے دنیا کے عیاشوں میں کیا دولت ہے اے پنا
نہیں لیتی ہمارا نام ہم کوں یہاں تلک بھولی
تجھے ہم اور کچھ اب کیا کہیں رحمت ہے اے پنا

(۶۷)

میرے پیارے سیتی[5] قاصد اتنی دل کی بات جا کہنا
کہ جانے سیں تمھارے جان کو مشکل ہے اے پنا
تمھاری دیکھ کر یہ خوش خرامی آب رفتاری
گیا ہے بھول حیرت سیں پیا پانی کے تئیں بہنا
جسے ہو زیب ذاتی اس کے تئیں ہے عیب آرائش
کرے ہے بدنما البتہ حسن ماہ کو گہنا

۱۔ غیر کا جا کر (د)
۲۔ (د) میں نہیں ہے۔ طرح جو دیکھی (ر)
۳۔ چک چھوٹا (ک)
۴۔ تمھاری چنیر (د)
۵۔ پیارے دل کی اتنی بات جا کہنا (ک)

جو دلبر ہوے دہقانی سو وہ بے درد کیا جانے
لگے ہے دیہہ میں تروار یا تو دے[1] منیں سہنا
کروروں بار آزمائے ہیں ہم نے بخت یہ کھوٹے
نہیں سیمیں تناں سیں آبرو ہر گز ہمیں لہنا

(٦٨)

جبھی تم نے اپنے گلے ہار ڈالا — تبھی ہم نے جی جان سب وار ڈالا
قیامت کرگئی بات اک ہنس کے بولی — مجھے بات کی بات میں مار ڈالا

(٦٩)

الٰہی شکر میں کرتا ہوں تیرا — سر نو تو نیں نعمت خان کو پھیرا
دعاؤں کا ہوا سرسبز گلشن — دیا باران رحمت نیں دڑیرا
تو اپنا فضل کر اس پر کہ سب کا — وو (وہ) ہے مقبول اور بندا ہے تیرا
رہے نس دن سدا رنگ اور رنگ — بھرا گھر بار اور معمور ڈیرا

رہے با آبرو دونوں جہاں میں
غزل ہے ایک یہ مضمون میرا

(٧٠)

دل منیں ظالم نیں آب گھر کیا بسنا کیا
اُن[2] مجھے بس میں کیا پر میں اسے بسنا کیا
وعدا تو یوں تھا کہ جی دنے جبھیں ہنس دوں تبھی
جی دیا ہم نقد تم[3] (جبھی) کیوں قرض اب ہنسنا کیا
دام کی صورت بنائی جن نیں تیری زلف کوں
ان نیں در معنی نصیبوں ہیں مرے پھنسنا کیا

١۔ تو دے (ن)
٢۔ ادن ۔ اوسے (ک)
٣۔ تم نیں (ک)
٣۔ قیامت کرے گا تک ایک ہنس کے بولے (ک)

(۷۱)

اس وقت دل پہ کیونکے کہوں کیا گزر گیا
بوسا لیتے لیا تو سہی لیک مر گیا
دبلا[1] ہمن کو دیکھ تعجب میں ہے رقیب
واقف نہیں گدھا کہ برہ ہم کوں چر گیا

(۷۲)

کہاں پاوے یہ ابر چشم طوفاں بار کا درجا
فلک پر موج کے زینے سیتی دریا چڑھے گر جا
جو لونڈا پاک ہے سو خوار ہے ٹکرا[2] کے تئیں عاجز
وہ پارا جا ہے دلی میں جو عاشق کے تلے پڑ جا

(۷۳)

کہیں کیا تم سوں بیدردلو گو کسی تئے جی کا مرم نہ پایا
کبھی نہ بوجھی تیھا ہماری برہ نیں کیا ابھیں ستایا[3]
لگا ہے برہا جگر کوں کھانے ہوئے ہیں تیر دوں کے ہم نشانے
دلوں ہیں سو تئیں ہمن کوں طعنے کہ تجھ کو کبھوں نہ منہ لگایا کبھو (ک)
رکھے نہ دل میں کسی کی چنتا گلے میں ڈالے برہ کی کنٹھا
درس کی خاطر تمہارے منتا بھکارن اپنا برن بنایا
لگی ہیں جی پر برہ کی گھاتیں تلپھ تلپھ کر بہائیں[4] راتیں
تمہاری جن نیں بنائیں باتیں اکارت اپنا جنم گنوایا
گلا مولا یہ سب عبث ہے اپس کے اوچھے کرم کا جس ہے
ہمارا پیارے کہو کیا بس ہے تمہارے جی میں اگر لوں آیا
جو دکھ پڑے گا سہا کروں گی جیسے کہوگے رہا کروں گی
تمن کوں نس دن دعا کروں گی سکھی[5] سلامت رہو خدایا

۱۔ دبلا سا (ک)
۲۔ ٹکڑے (د)
۳۔ کبھی نہ بوجھی تیھا ہماری برہ نیں کیسے ہمیں ستایا (د)
۴۔ بہائیں ہے (د)
۵۔ سوکھی (ک)
۶۔ کا (ک)

(۷۴)

چوپڑ (کے) کھیلنے کا سارا[1] یہ ہے خلاصا (خلاصہ)
شاید کبھی وہ لڑکا بیٹھے ہمارے پاس آ

کیونکر بڑا نہ جانے منکر[2] پنے کو اپنے
نکار اس کا نانا اور شیخ ہے نواسا

ہو کر فنا کیا صید شہباز وصل ہم نیں
شاید عدم ہمارا اس کوں ہوا ہے لاسا

گریے سیں سیر ہرگز مژگاں نہ ہوں[3] ہماری
جوں جوں پڑے ہے پانی تیوں تیوں چلے چواسا

تم اور گل رخاں سیں اب[4] آنکھ جو لگائی
بادام کوں پیارے پھولوں کے بیچ باسا

پی کر شراب تم جو ہم کوں[5] ڈراؤتے ہو
کیا شوق کوں ہمارے جانا[6] ہے اور کاسا

تشنا ہوں دلربا کی صورت کا تس کوں دیکھوں
حیران ہوں نہ دیکھا کوئی آبرو پیاسا

(۷۵)

کرے تھا کام بادرچی کا واعظ جب کبھی بکتا
کہ دل جلتا سخن سن سن کے اس کے اور جگر پکتا

گمر ہرچند نہیں ظاہر پہ قد ویسا ہی موزوں ہے
میاں کم ہے ترا مصرا پے کوئی کچھ کہہ نہیں سکتا

۱۔ یہی (ک)
۲۔ کوں (ک)
۳۔ ہوئیں (د)
۴۔ آنکھ جا لگائی (د) ساتھ باسا (د)
۵۔ شراب ہم کوں تم جو (د) بوجھا ہے (د)
۶۔ بوجھا ہے (ک)
۷۔ تشنہ (د) دلبری کی صورت کوں کس کے دیکھوں (د)

مزے سیں یار اور ہم مل کے جب کچھ نوش جاں کرتے
رقیب اس وقت بیٹھا در سیں کتے کے جوں تکتا

کیا ہے آبرو کے شعر نیں نایاب گوہر کوں
چھپے دریاوں میں شرمندگی سے جا در یکتا

(۷۶)

ہر چند ڈو[1] کُتے ہیں ٹلتا نہیں چکورا
منھ موڑتا نہیں ہے ہرگز یہ مار خورا
زمرے میں مہرباں کے بے مہر ہو ہے کورا[2]
کیونکر ملے نہ ٹھنڈا ہوتا ہے سرد شورا
بوسے میں ہونٹ[3] الٹا عاشق کا کاٹ کھایا
تیرا دہن مزے سیں پُر ہے پے ہے کوڑا
[4] پارے کی طرح ترپھیں کچی تھیں بوالہوس کی
ٹھہرانہ عاشقی کی آتش میں وہ بگھوڑا
یہ چشم داشت تم سیں اُس کو نہ تھی پیارے
دیکھ آبرو کوں تم نیں ابرو کے تیئں مروڑا

(۷۷).

جیت آیا میں رقیباں گوں گویا مار دیا
یار نیں اپنے گلے کا مجھے جب ہار دیا
آگ میں رشک[6] کے اب کیوں نہ جلے پروانا
شمع رخسار نیں خلوت منیں ہمیں پیار دیا

۱۔ ٹھو نکتے (د)، ٹلتا (ک)، چلتا (د) ۴۔ (د) میں نہیں ہے پارے کی طرح ترپھیں کچی تھی بوالہوس کی
۲۔ ہے وہ کورا (د)، گل رخاں (ک)، کیوں کر سکے نہ ٹھنڈا (د) ۵۔ کے تیئں مار دیا (د)، یار (ک)
۳۔ (د) میں نہیں ہے۔ کھایا ہے (ک) ۶۔ (ک) میں جلے، بار دیا (ک)

دل مرا شوق سیں بوسے کے ہوا ہے لبریز
آج ساقی نیں مجھے ساغر سرشار دیا

حق نے تجھ لب کوں دیا معجزہ عیسی تب[۱]
جب مری جان مجھے یہ دلِ بیمار دیا

حق ئیں عاشق کے مگر لطف ستم تھا یارب
دل دیا جب سیں مجھے تب سیتی آزار دیا

فانیٔ عشق کوں تحقیق کہ ہستی ہے کفر
دم بدم زیست نیں ہیری مجھے زنار دیا

آبرو جب[۲] کہ سدا رنگ کھڑ[۳]یں میں راگ[۴]
رات بستار کیا خلق کوں تستار دیا

آبرو دل سے ہوا جان ترا شکر گذار
تشنۂ شوق کوں آ شربتِ دیدار دیا

(۷۸)

دل تو دیکھو آدم بے باک کا
عشق سیں پھرتا ہے پتلا خاک کا

ہم سیں کیوں ٹوٹے (ہے) ناحق بیگنا[۵]
سر پھرا ہے کیا مگر افلاک کا

۵۔ نسخۂ پٹیالہ میں اس کے بعد کے چند صفحات غائب ہیں اس غزل کے بقیہ اشعار دوسرے مخطوطات میں یہ ہیں :

عشق سے دل میں کدورت کیا (کب(ک)) رہے
آگ سیتی کیا چلے خاشاک کا

مستی مے کی ابنچ ہے رقص اشک
اس کے تئیں تم تخم بوجھو تاک کا

دم بدم چھوٹے ہیں نلوے آہ کے
دل یہ دارو غہ ہوا ہے ڈاک کا غا(ک)

تیغ عریاں ہے مثال آفتاب
آبرو طالب نہیں پوشاک کا

خال سیں لاگی ہے میری تا تر آج
خوب ہے ہم کوں نشا تر یاک کا (ک)

۱۔ جب (ک)
۲۔ نے (د)
۳۔ کے (د)
۴۔ بھڑیں راگ (د) میں نہیں
۵۔ لڑتے ہو (د) بے گنہ (د)

(۷۹)

صباحت بیچ گویا ماہ کنعانی ہے وہ لونڈا
ملاحت بیچ سرتا پا نمک دانی ہے وہ لونڈا

کسی سے[1] پیار کی گرمی کیا چاہے تو آتش ہے
ملا چاہے تو کوئی رنگ ہو پانی ہے وہ لونڈا

مذاق شوق کوں دے ہے مٹھاس اسکی مزے داری
تمام عالم کے خوباں بیچ خوبانی ہے وہ لونڈا

گورائی دیکھ مکھڑے کی دہی کے جل گئی پیکین
نمک داری سیتی گویا کہ بورانی ہے یہ لونڈا

بدن مخمل سیتی اُس کا صفا اور نرم و رنگیں تر[2]
گویا سرتا قدم بانات سلطانی ہے یہ لونڈا

کری[3] ہے عام ان نیں نعمت دیدار کوں اپنے
جو بھوکا ہو درس کا تس پہ مہمانی ہے یہ لونڈا

کسی ایک ماہ رو کی جوت اپنی دیہہ کے آگے
نہیں لاتا ہے خاطر بیچ دہقانی ہے یہ لونڈا

کرے گا بے وفائی گو کہ عاشق باپ ہو اُس کا
کہ انداز و ادا میں یوسف ثانی ہے یہ لونڈا

غلط دھرتے ہیں سارے مل کے اس کا نانو رمضانی
کیا ہے ذبح سب کوں عید قربانی ہے یہ لونڈا

ہوئی محکم بنا اُس ریختے کی مدح اس کی سوں
کہ معشوقی کے کارستان میں بانی ہے یہ لونڈا

لیا ہے آبرو کے تئیں ملا باتیں بنا جھوٹی
لگا لینے کے تئیں عاشق کے طوفانی ہے وہ لونڈا

۱- نِشتے ہے (ر)
۲- کیا ہے (ن)
۳- ہے (ن)

(۸۰)

جسے معشوق چاہے ہے خفا مارے وہ مرتا ہے
مجھے تم پیار اگر پیارے ٹک اک کرتے تو جی جاتا

سخن دار و کا تشنہ ہو کے سنتا اور سب کہتا
مگر اک آبرو کی بات جب کہتے تو پی جاتا

(۸۱)

انساں ہے تو کبر سیں کہتا ہے کیوں انا
آدم تو ہم سنا ہے کہ وہ خاک سے بنا

کیسا ملا ہے ہم سیں کہ اب لگ ہے انمنا
سن کر ہماری بات کوں کرتا ہے ہاں نا

مکھڑے کی نو بہار ہوئی خط سے آشکار
سبزا نہ تھا یہ حسن کا بنجر تھا پر گھنا

مردا ہے بے وصال رہے گو کہ جاگتا
سوتا ہوں یار ساتھ سو زندوں میں جاگنا

دونی بیماری جب سیں بتاتے ہیں فاحشا
مل مل کے جس قدر کہ گھناتے ہیں ابٹنا

یوں دل ہمارا عشق کی آتش ہیں خوش ہوا
بھن کر تمام آگ میں کھلتا ہے جوں چنا

نھیں آب و گل صفت ترے تن کے خمیر کی
کرتا ہوں جان و دل کوں رگا اس کی ہیں شنا

جب آبرو کا بیاہ ہوا بجز فکر سیں
تب شاعروں نے نام تو رکھا اس کا بت بنا

۱۔ خط (ک)

۲۔ دونی ہمارے جی سیں اذیت ہے فاحشا مل مل کے جس قدر کہ کہاتی ہے اوٹبنا (ک)

(۸۲)

بگاڑے ہے تری دیوار سی قامت کو یہ دھاڑا
ایتا بے ڈول ہے اسلوب زاہد تو تیں کیوں کاڑھا
خدا کے واسطے سن تجھ کوں اک دارو بتاتا ہوں
اگر آزار ہے دق کا تو پی انگور کا کاڑھا

متفرق اشعار

چمرایا ہے تری شمشیر سیں از بس کہ پانی کوں
ہر اک دم موج زن ہوتا ہے میرے زخم کا کانٹا

نامہ بر کا رنگ ہو ہے ڈر سے تیرے باختا
تجھ کوں لکھا اے سرو ہوجا ہے کبوتر فاختا

کھلنے میں جو کلی کی دل کوں صدا خوش آوے
بوسے میں یوں لباں کا پیارا لگے چٹاخا

میرے خط پہنچنے سے اس کا غصا کچھ بڑا اُدھیما
کبوتر کے پر اس کی گرمی خو کوں ہوئے پنکھا

ہے بڑی لونڈوں کے آگے شہر کے کتوں کی شان
عرش پر لے کر بٹھا دیں جو کہ پا دیں کنکرا

چاہیے جواب اول ان کوں درشت دینا
ہرجائیوں کی خو ہے پیچھے سے پشت دینا

بوسے کے بعد گالی کیونکر کے خوش نہ آوے
دشنام جو پڑی ہے لب کا مزا ہے میٹھا

۱۔ ہوا (ک)
۲۔ پہنچے (ک)
۳۔ آگے (ک)
۴۔ پیچھو
۵۔ چرپری (ک) (چٹ پٹی)

آگے سیں مجھ نظر کے چلا وہ چنچل گیا
دیکھو انکھیوں کی راہ مرا جی نکل گیا

افسوس ہے کہ بخت ہمارا الٹ گیا
آتا تو تھا پہ دیکھ کے ہم کوں پلٹ گیا

کس مزے ساتھ لپٹی ہے ترے گالوں سیں
زلف بل دار تمھاری ہے بڑی سی رسیا

دیکھیں ہزار شکل مزے کی پہ اے سجن
تجھ سا کوئی جمال نہ دیکھا سواد کا

شیریں مزے نیں ترے بوسے کے مارڈالا؟
قائل ہوا ہمارا یترے لباں کا میٹھا

انکھیوں نیں رات کیا جادو کیا تھا
مگر کاجل دوالی (کا) دیا تھا (۳)

ترا برجستہ قد ہے منتخب مصرعہ نظامی کا
کہ چشم مست اوپر صاد جوں دیتا ہے جامی کا

چھادے جنوں دل پر جب بن پڑے ہی بنگلا
گھر چھوڑ بھاگتا ہوں یاد آدتا ہے خنگلا

۱۔ سیں (ک)

۲۔ (اضافہ ک) دوانے دل کوں میرے شہر سیں ہرگز نہیں نبتی
اگر حقا بہا وا ا تو تو اس کی ات سب بن جا

۳۔ جس پر (ک)

بہار[1] بیچ جو بن سے رہے سو مور کھ ہے
پئے شراب کا پیالا وہی ہے مت والا

جان ہر جائی نہ ہو جایا نہ کہتی تو جا بجا
مان جا پہچان جا، جاتا ہے تو تو جا بجا

ہر گھڑی چھپ چھپ کے مت تاڑ اس کو اے دل ماں جا
شوخ ہے ہندوستان زرا دیکھ لے تو جا بجا

کھیلی تھی رات چوپڑ گنیاں ہوا تھا پیارا
ہاسے رقیب سارے اور ہم نیں رنگ مارا

تم نے تو اور کے تیئں زلفاں سیں جان جکڑا
حیران ہوں مرا دل یہ کیوں گیا ہے پکڑا

کاڑھا ہنیں انکھیوں سیں کاجل کا یہ دنبالا
بابی سیتی نکل کر بیٹھا ہے آج کالا

ملا ہو ایک رخسارا دچا ہیے دوسرا بھی بل
درس کے علم کے مفتی نے بتلایا ہے مسلا (مسئلہ)

گراں ہے شرم کی آدم کوں رکھنی مکر کی تسبی
ہر اک دانا ہوا ہے آبرو کے دل پے سومن کا

۱۔ بہار بیچ دوانہ ہے جو رہے بن میں (ک)
۲۔ ہے ہی تو

آیا ہے جس طرح تو پھر اس طرح چلا جا
جا کر کے کہہ کہ کل نہیں آنا ہی ہے تو آج آ[1]

دوانے دل کوں میرے شہر سیں ہرگز نہیں نبتی
اگر جنگل کا جانا ہو تو اس کی بات سب بن جا

سیاہی سیں تری ابرو یہ دونا کام کرتے ہیں
کیا ہے زنگ سیں اس تیغ میں کام آبداری کا

بیٹھا ہے ادر سیں مل کن نیں کہا خدایا
اس وقت میں یکایک یار اب کہاں سے آیا

ہماری عشق بازی دیکھ کر یہ لوگ جلتے ہیں
لگن ہے دل ہمارے کی مگر یہ آگ کا لگنا

اس خوش زمین پری نیں ادھر جب گزر کیا
تب ان کرڑی نگاہ میں نیں دل نظر کیا
(نذر)

نان روکھے مت کہو جس وقت روکھے کھا لئے
خرچ ہونا نان کا ہے دل میں اس کے سالنا

اشراف کاٹنے نہیں بوسے میں ہونٹ ہرگز
کرتے ہیں اس کوں خنداں ہوتا ہے جو کہ لنجا

1۔ لازم ہی کہ آج آ(ک)

شیریں لباں کوں اس کے فقط توت مت کہو
گویائی ان کی دیکھ کے طوطی کہے ببیا

جل جل اگر جو دیکھے دل رشک سیں پری کا
تیری یہ شال اودی اور جاما عنبری کا

چشم و ابروئیں لیے رند او خراباتی سلا
ان بنایا میکدا اں ان نیں کری مسجد بنا

لطف اور کرم کیا جو ہم سیں ہوئے دوچار آ
مدت سیتی یہ مخلص مشتاق تھا تمھارا

ابھی آگیا تھا لٹکتا ہوا
دکھا کر لٹک پھر سٹکتا ہوا

عاشق کے دل کوں تم نیں جب توتیا لگایا
خاک سیہ نے تب سیں انجھواں کے جوں رلایا

گوشہ کے بیچ کھا کھا تھا جو کہ شوق دل کا
چالیس دن میں چہرا زاہد کا خوب (۱)جھلکا

کملا رہے ہو گل رو کن نین تھیں مسوسا
رنگ اڑ گیا ہے لب کا کس کوں دیا ہے بوسا

۱۔ (ک) میں جھلا ہے

Marfat.com

جو کوئی ہوتا ہے یار و جان و دل سیں مہرباں اپنا
نہ اپنا دل رکھا جاتا ہے اس سیتی نہ جاں اپنا

رکھتا ہے کھیت اس کا شمشیر کا سا جھلکا
جس منہ کی جوت آگے لگتا ہے چاند ہلکا

لباں کے گرد چھاکر کے چھپائی رنگ کی سرخی
تمھارا سبزۂ خط ہے مگر یہ پان بنگلے کا

تسلی ہو گئی دل میں خیال اس کا جبھی آیا
مرے بھے بچ گئے گویا ہمارے جی میں جی آیا

کیوں منھ اسی طرف ہے بدگوئی پاجیوں کا
عاشق مگر خدا یا قبلا ہے حاجیوں کا
(قبلہ)

زمانے کی طرح دیکھی تعجب آوتا ہے گا
کہ میٹھا ہو کے پھر کیوں اس قدر کرواتا ہے گا

کیوں نہ ہو جاگر (جو) دیکھے شہ نشیں جب گال سا
کون ہے دنیا میں کوئی صاحب مکاں تجھ خال سا

خلعت پہر (پہن) کسی کی کیوں سیج پر دھرا یا
عاشق نیں ہاتھ اٹھا کر جی سیں تجھے سرا یا

ا۔ جاگیر (ک)

نواحیا سیں گدا کی کیا نہ پھرا ونچا
خدا سخی کا کرے دو جہاں میں سرا ونچا

نمک[1] جاتا رہا لونڈے کا حسن اب ہو گیا سیٹا
کوئی کوڑی نہیں دیتا اگر ہر چند دے میٹھا

ہوے بخیل دشمن درویش کی صدا[2] کا
لگتا ہے اس کے سر پر گویا قدم گدا کا

سنہرا رنگ اس خورشید رو کا نت نیا دیکھا
قیامت دن گزرتے ہیں پے نہیں موتا[3] دڑ اگہنا
ہوا ادراک کوں بار اس کمر کے باندھنے سیتی
عدم کے شہر کا گویا کہ دروازہ ہے یہ ٹپکا
تماشا دیکھتا ہوں زلف کے حلقوں میں[4] کب
رکھے ہے روز روشن بیچ میں اپنے اگر شب کا

اب نظر آتی ہیں کچھ انکھیاں پھریں اور دل پھٹا[5]
آبرو کی چاہ سیں شاید تمھارا من کٹھا (گھٹا)[6]
گٹھا

مندرجہ ذیل غزلیں نسخۂ پٹیالہ میں موجود نہیں ہیں نسخۂ رام پور اور کلکتہ سے یہاں درج کی جاتی ہیں :۔

۱۔ مزا (ک)
۲۔ سے خدا کا (ک) (ر)
۳۔ زری (ک)
۴۔ حلقاں کا میں (ک)
۵۔ جی (ک)
۶۔ ہم سے چرائی او رسیں انکھیاں ملا لیا
ظالم کسی کو نمار کسی کو ں بلا گیا

یہ شعلہ عشق کا حسن ازل کا نور ہے گویا
جلا ہے جس سے سینا تب سے کوہ طور ہے گویا
سوائی بے خودی حاصل ہوئی ہم کوں گذارش
یہ مستانہ مرا دل دانۂ انگور ہے گویا
حماقت ہے قیامت دخل سگھڑائی میں کرتا ہو
. . . . خر طنبور ہے گویا
ہوئی ہے شان . . . کی ترے منہ لگانے میں
سخن چینی اب ان کو دولت فغفور ہے گویا
نظر آتی ہے رخسارے پہ مجھ کو حشر کی صورت
دمیدن ہائے خط یار نفخ صور ہے گویا
اب نوشیں ہیں ہر جائی کے نیش اشک سے ملتا
دہان شیریں اس کا خانۂ زنبور ہے گویا
گلائی ادرحبابت اُس کے تیئں کرتی ہے زیبائی
ترا قد آبرو . . . . جور ہے گویا

(ل)

رکھے کوئی اس طرح کے لالچی کو کب تلک بہلا
چلی جاتی ہے فرمایش کبھی یہ لا کبھی وہ لا
مجھے ان کہدو انلاکوں میں رہنا خوش نہیں آتا
بتایا اپنے دل کا ہم نیں اور ہی ایک نو محلا
رہی ہے سر نوا سنکھ گئی ہے بھول منصوبہ
تری انکھیوں نیں شاید مات کی ہے نرگس شہلا
کیا تھا غیر میں ہم رنگ ہو کر وصل کا سودا
تمہارا دیکھ مکھ کا آفتاب اس کا تو دل دہلا
کف پا یار کا ہے پھول کی پنکھڑی سے نازک تر
مرا دل نرم تر ہے اس کے ہوتے اس سے سہلا

جوابوں میں غزل کے آبرو کیوں کہہ کرتا ہے
تو اک ادنیٰ تو جہ بیچ کہہ لیتا ہے مت کہلا را

رزالاں بیچ مت جا جان ہرجائی نہ کر جلوا
ڈرا کر فتنے کے سیتی برا ہے عام کا بلوا
..........نہیں آتی ترا ازو جیوں
قد موزوں پہ تیرے.... ایک کا تلوا
کف پا غیر کی آنکھوں اوپر رکھ کے ہر ساعت
......بیچ پیارے رشک سیں عاشق کوں مت تلوا

دل بیچ کھب گیا ہے تیری کمر کا کسنا
ٹکے کے آنچلوں کا کیا اس طرح ارسنا
پھر پھر کے دیکھ ہم کوں کیا مسکراؤتے ہو
مدت میں آپڑا ہے یہ اتفاق ہنسنا
ہوتے ہیں دل جو آمیں تجھ سے کہہ۔ خوش ہو
پارس ہے عاشقاں کو تجھ پاؤں کا۔۔۔
گرم آہ آبرو کب دیتی ہے انجھواں سیں
بجلی کو کیا ضرور ہے یہ مینھ کا برسنا

کیونکر نہ ہووے گرم فغاں عندلیب کا
جلتا ہے گل کی آگ سے جاں عندلیب کا
جب سے شرر گل کا ہوا اس کے تئیں یقیں
جاتا رہا ہے تب سے گماں عندلیب کا

ا۔ (د) سے

اس کو کنارِ گل منیں عالم ہے اک جدا
پہچانتا ہے کون مکاں عندلیب کا
سارے جہاں کے بیچ ہوا تب سیں زرد رو
دشمن ہوا ہے جب سیں خزاں عندلیب کا
لائی ہے جب سیں بات چمن کی زبان پر
رنگیں ہوا ہے تب سیں بیاں عندلیب کا[1]

دیکھ کر صاحب تمھیں یہ دل دِوانہ ہوگیا
عشق کے صوبے میں آ کر غم کا تھانہ ہوگیا
دوش کیا دیجے کسی کو تھا لکھا قسمت کا یوں
خود بخود آپہی سے دل اپنا بگانا ہوگیا
اے کماں ابرو تری پلکوں کے تیروں کے اگے
کس طرح قرباں ہو دل میرا نشانہ ہوگیا[2]

نونہالوں کا ہے زنخ میوا — چاہتا ہے یہ پھل تو کر سیوا
ہیں اسی کوں ولی کہوں جگ میں — عشق کا پار جو کرے کھیوا
آج کیوں مہر منہ پہ دے بیٹھے — کل تو تم جان ہم سیتی تھے وا
جان میرا کبھی ہی پھر آوے — اسی افسوس میں رہے اے وا مرے (ک،
آبرو میں قصور ہوتا ہے
زن نہ کر حور گرچہ ہو میوا

کیوں نہ خوش ہو تو کہ اللہ نے تجھے خوش رو دیا
غم تو ہے مجھ کوں کہ میرے حق میں کیوں بدخو کیا

۱- ے (د)
۲- سے (د)

کھیت بنجر ہو تو کیا اتبے اکارت تھا سلوک
روبرو اور پیٹھ پیچھے ہم نے تیرے جو کیا
آج ظالم چشم نیں تیری نگہ کی تیغ سیں
ہو یکایک روبرو چار آئینہ کو دو کیا
کون پوچھے بات مجھ بیدل کی اب اے آبرو
دل ہمارا چھین ہم کو بے کس دبے کو کیا

ردیف ب

(۱)

انکھیوں میں کیا بلا کچھ وحشت ہے میرے صاحب
دیکھے سوں جن کے دل میں دہشت ہے میرے صاحب
زلفاں کے تئیں نہ دیکھا مدت ہے میرے صاحب
یہ بخت کی ہمارے شامت ہے میرے صاحب
صاحب مذاق بوجھے اِس بات کوں سدا تک
یہ میں نہیں تمھاری نعمت ہے میرے صاحب
اک[۱] بار ہنس کے ہم ساتھ تم اپنے جی سیں بولو
اتنی ہی میرے دل میں حسرت ہے میرے صاحب
دشمن ہیں لوگ سارے کہتے ہیں جھوٹ باتیں
تم جانتے ہو میری قدرت ہے میرے صاحب
گذری ہے دل پہ میری ہر وقت میں قیامت
یہ قد نہیں تمھارا آفت ہے میرے صاحب
نالش ہمارے دل کے کس رو ہے بے حسابی ،
بوجھو تمھارے خط کی بابت ہے میرے صاحب

۱۔ یک بار (ک) اِیتی ہی (ک) دل میں میرے (ک)

پھر کب ملاپ چل کر ٹک شایقاں میں بیٹھو
کیوں بے مزہ ہے آخر صحبت ہے میرے صاحب

مرتا تو تھا پے جب سیں تم پوچھنے کو آئے
بیمار کوں تبھی سیں فرصت ہے میرے صاحب

جو ان لباں کا پیاسا اور بات کا ہے بھوکا
فاقے میں بھی اسی کے لذت ہے میرے صاحب

حق نے دیا ہے اس کو کیوں کر نہ ہو توقع
صاحب جمال، صاحب دولت ہے میرے صاحب

تھا حرف آبرو کا جو کچھ کہ میں کہا تھا
کیا کیا کرم سے بوجھے رحمت ہے میرے صاحب

(۲)

میٹھا لگا ہے مجھ کو تیرے لباں سنے کیا خوب
اک بار پھر کے کہہ دے اپنی زباں سنے کیا خوب

انکھیاں کی سیج ہوئی ہے مژگاں بھواں سے دونی
نکلے ہیں یہ سپاہی ترکش کماں سے کیا خوب

معلوم اب ہوا ہے آ ہند بیچ ہم کوں
نکلے ہیں دلبراں کے لب رنگ پان سے کیا خوب

(۳)

بسمل ہوا ہے دیکھ تجھے گھر میں بے حجاب
مرتا ہے شیر رشک سے پنجے میں آفتاب

روتا ہوں مست جب کہ لباں کے خیال میں
دل سوا منڈ نین سوں تراوش کرے شراب

اے آشنا ہوا ہوں میں دریا میں غم کے غرق
پیاسا ہوں آبرو کے ہے حق میں تو سراب

۱۔ جیں (ک)

۲۔ کتا تھا (کہتا تھا) (د)

(۴)

تیرے میٹھے سے مر رہے ہیں سب[۱] — تیغ مصری ہیں کیا یہ تیرے لب
زلف تیری میں ہو رہے جاگیر — عاشقوں کے جتنے کے تھے منصب[۲]

(۵)[۳]

روز محشر کو تعجب ہے، کہ کیا دیں گے جواب
ساقی کوثر کے فرزندوں کو نہیں دیتے جو آب
شاہزادے دین کے ہیں تشنہ لب ساحل کی طرح
ہر لہر میں اس تعب سے بحر کوں ہے پیچ و تاب
اس طرح ڈوبا تھا چہرہ شاہ دیں کا خون میں
شام کوں جیسے شفق میں ڈوبتا ہے آفتاب
گھیرتا ہے گا گہن جس طرح روشن ماہ کو
شہ کوں شامی نے لیا ہے آج اس دستور دا ب
کیوں نہ ہو حاصل خرابی روز محشر کے تئیں
احمقی سے شاہ دیں کے تئیں نہیں دیتے جواب
بادۂ غفلت کی مستی یاد آوے گی انھیں
آتش دوزخ میں جب ہو دیں گے وہ شامی کباب
آبرو اس طرح یارو کیوں نہ مل جا خاک میں
لے چلے ہیں ظلم سے اہل حرم کو بے نقاب

متفرقہ

شرم سیں تیری انکھیوں کی آب ہوتی[۴] ہے شراب
آگ میں جلتا ہے میرے رشک سیں دل[۵] کے کباب

۱۔ ہم (ک)
۲۔ من لب (ک)
۳۔ اصل (پ) میں اس کا عنوان مرثیہ ہے۔
۴۔ ہوتا ہے (ک)
۵۔ کا (د)

شرم نیں تجھ زُلف و رُخ کے آب کوں دریا کیا
گل ہوا ہے آب اور سنبل ہوا ہے موج آب

بر شتہ حسن نیں نے تیرے کیا دوانا دل
ہوا ہے مست کوں تجھ شوق کے کباب شراب

آب حیواں رشک سے جلتا ہے کیوں دیکھے شراب
جل گئے سیں پاوتا ہے مے کی کیفیت کباب

دل کوں تب سیں بلا لگی میرے
جب سیں دیکھا زنخ کا یہ آسیب[۲]

نیل پڑ جاتا ہے ہر بوئی کا اے نازک بدن
تن اوپر تیرے چکن کرتا ہے گویا کار چوب

جس رات تو ملا تھا سجن تھی وہ شب عجیب
دیکھے تھے ہم نیں اس میں تماشے عجب عجب

پٹیالہ کے نسخے میں متفرق اشعار میں یہ دو اشعار نہیں ہیں ؛۔
مکھ ہے تیرا خوب روئی کی کتاب خال و خط ہر اک ہے معشوق کا باب
آبرو آفت ہے اس پانی میں سب
نام مے کا کیوں نہ ہووے آفت آب

۱۔ شرم نے تجھ زلف و رخ کے باغ کو دریا کیا
گل ہوا ہے آب اور سبزہ ہوا ہے موج آب (د) ۴۔ توں (د)
۲۔ نے (د) دریا دل (دریا دل (د)
۳۔ (ک) میں نہیں ہے

ردیف ٹ

(۱)

ہر طرف عشق کی لگی ہے ہاٹ　　دل ہمارا ہوا ہے بارہ باٹ
دامن دشت میں سماتا نہیں　　سیل انجھواں کا اس قدر ہے پاٹ
غم سے ہم[1] سوکھ جب ہوئے لکڑی　　دوستی کا نہال ڈالا کاٹ
آبرو تو غم زیادہ اس کوں کہے
جو کہ اترا ہے عاشقی کے گھاٹ

(۲)

جوں سپاہی مورچے کی آڑ سیں کرتا ہے چوٹ
یوں تمھارے وار کرتے ہیں نین مژگاں کی اوٹ
کب پہنچ سکتی ہیں مجھ عاجز کے تئیں دشمن کی چوٹ
خاکساری ہے بگوے جیوں ہمارا ڈھول کوٹ
اس طرح مت دیکھ اے خونیں نین فریاد ہے
دل نگہ تیری سیں ہو جاتا ہے ظالم لوٹ پوٹ
یوں جدا ہو تجھ سیں میرے دل میں آخر جی[2] با
جوں جدا ہو جگ سیتی مرتی ہیں[3] جو پڑ بیچ گوٹ
نب سوں ہر مصرا ہوا ہے اس کا مصری کی ڈلی
آبرو نیں شعر میں جب سیں سرا[4] ہے تیرے ہوٹ

ردیف ث

(۱)

شیریں ترا ز مٹھائی گپ چپ ہے اس کی بات
جو ان لباں کے سبزۂ خط کو کہے نبات

۱- بن (د)　　۳- مرتے ہی (ک)
۲- بے (د)　　۴- سراے (د)

جن نے لی ہے اس صنم کی افسوں سیں مٹھی میں لف
وہ مارتا ہے اور بتاں پے جہاں کے لات

(۲)

کوئل نیں آ کے کوک سنائی بسنت رت
بورائے خاص و عام کہ آئی بسنت رت
وہ زرد پوش جس کوں بھر آغوش میں لیا
گویا کہ تب گلے سیں لگائی بسنت رت
وہ زرد پوش جس کا کہ گن گاوتے ہیں ہم
شوخی نیں اس کی ناچ نچائی بسنت رت
غنچے نیں اس بہار میں کڑوا یا (اپنا) دل
بلبل چمن میں پھول کے گائی بسنت رت
ٹیسو کے پھول دشنۂ خونی ہوئے اسے
برہن کے جی کوں ہے یہ کسائی بسنت رت
گائے ہنڈول آج کلاونت ہلس ہلس
ہر تان بیچ گیا کے چھلائی بسنت رت
بلبل ہوا ہے دیکھ سدا رنگ کی بہار
اس سال آبرو کو خوش بن آئی بسنت رت

(۳)

ظالم کہ اس طرف سیں کدا تا گیا کمیت
پامال کر گیا ہے مرے جی کوں دل سمیت

۱۔ نے (د)
۲۔ بولائے (د)
۳۔ (د) میں نہیں ہے
۴۔ جب کہ (ک)
۵۔ وہ زرد پوش جس کا کہ گاتے ہیں نام ہم + شوخی میں اسکا ناچ نچاتی بسنت رت
۶۔ نے (د)
۷۔ کرواد یا بلبل (د)
۸۔ غنچے کا اس بہار میں کڑوا بنا ہے دل
۹۔ بیچہ لا (د)
۱۰۔

وحشی نیں[1] جگت کے گئیں ہیں سب ان نیں صید
آہو ہے تیری چشم کا اے من ہرن پھند بیت

ہے اس عرب[2] بچے کی تمنا میں جان لب
کرتا ہے حق میں وصل[3] کے اب لگ دو لعل و لیت[4]

یہ تیر ہجر شست قضا سیں لگا مجھے
پھرتا ہوں دیکھ رم کوں تمھارے کیا ریت

رہتے ہیں جی میں مصرع دلچسپ کی طرح
گھر بار ہو ہے سرو قداں[5] کا برائے بیت

سب گائکوں کے کیوں نہ میاں ہووے آبرو
سر جن کا ہے غلام سدا راگنی سریت

(۴)

تمھارے پاؤں[6] جب سیں جا پڑے[7] بخت
تبھی سیں ہم نیں سے سر پر دھرے بخت

گلے سے لاگ کے ہم ساتھ سو[8] دیں
کبھی تو جاگ اٹھ تو بھی ارے بخت

جسے مل بیٹھنا اور ساتھ سونا
میسر[9] ہو اسی کے ہیں کھرے بخت

نہیں پاتا نصیبوں کو میں اپنے
الٰہی تو نے میرے کیا کرے بخت

ہوا ہے ہند کے سبزوں[10] کا عاشق
نہ ہو دیں آبرو کے کیوں ہرے[11] بخت

۱۔ سنے (د)
۲۔ عرق (د)
۳۔ مل کے (د)
۴۔ یے لعل و لیت
۵۔ عروں کا (د) ہوا ہے (د)
۶۔ پانو (ک)
۷۔ پڑے جگمگے بخت
۸۔ سو دیا (د)
۹۔ جان (د) اسی کے توں (د)
۱۰۔ پیروں کا عاشق (د)
۱۱۔ بڑے بخت (د)

(۵)

خوب نہیں کس کوں برا کہیے سبھی ہیں نیک ذات
خوب صورت فی الحقیقت ہیں ہی سارے ایک ذات[1]

عاشق غمگیں کے تئیں دن سیں بہت پیاری ہے رات[2]
پوچھتا ہوں زلف[3] سے رد کر کے رخسارے کی بات

چھوڑ ہم کوں اور کئی عاشق نئے پیدا کیے
دیکھ لی ہم نیں پیارے سب تمھاری کائنات

تڑپھتا رہتا ہے جب لگ تب تلک مرتا نہیں
دل کے تئیں سیماب کے جوں[4] بے قراری ہے حیات

ہر قدم ماہ محرم ہے برہ کی راہ میں
اس سفر[5] سیں کوئی بلا آگے نہیں الّا وفات

پنجہ خورشید کے تئیں ڈال سکتا ہے مروڑ
ماہ رو ایسا کیا ہو جن کنے نیں اپنے ہات

سر بسر تعریف ہے اس چہرہ نکدار کی
سب کے دل میں کیوں نہ چبھ جاں آبرو ہے تیز کات

(۶)

بیٹھے ہیں زرد پوش جھلک سیں منا بسنت
چاروں طرف سیں آج اٹھی جگ میں گا بسنت

مارا ہے[6] جوش رنگ خزاں نے بہار کا
لائی ہے حسن و عشق کو باہم ملا بسنت

کیوں ہو رہے ہیں عشق کے مارے تمام زرد
رکھتی ہے کس کے حسن کی دل میں ہوا بسنت

۱۔ سبھی ہیں ایک ذات (د)
۲۔ عاشق غمگیں کوں ان سیں بہت پیاری لگی رات (د)
۳۔ زلف کی رخسار سے (د)
۴۔ جیوں (د)
۵۔ صفر (د)
۶۔ میرا ہے (د)
۷۔ کاری (د)

مستی سیں زرد پوش نیں پھاڑا انہیں ہے جیب
ہنستی ہے کھلکھلا کے خوشی سیں گویا بسنت

جاناں لباس زرد ییں تیرے وگرنہ ہم
قائل نہ تھے کہ ہووے ایسی خوشنما بسنت

اے زرد پوش شک نہیں اس میں کہ جائے دب
دیکھے اگر جو آج ترا دبدبا بسنت

مستی سیں کیوں نہ جھوم رہیں بن کے پتلیاں
دے ہے ملائے ان کے نمو ییں نشا بسنت

ٹیسو کے پھول نہیں ہے دہکتے ہیں کوئلے
آئی جنوں میں آگ برہ کی لگا بسنت

عاشق بہار دیکھ کے موسم تئیں مر گیا
کوئل کے منہ سیتی بن میں پڑھے مرثیا بسنت

گرد آسا آج بن کے خبر جا کر دکہ آؤ
آئی ہے مدتوں میں یہ یوں ہی نہ جا بسنت

آواز سیتی چھیڑی ہے سدا رنگ کی بہار
ہے آبرو کے حق میں یہ ان کے سدا بسنت

(۸)

دل نیں پکڑی ہے یار کی صورت
گل ہوا ہے بہار کی صورت

کوئی گل رو نہیں تمھاری شکل
ہم نے دیکھیں ہزار کی صورت

۱۔ یہاں جو ہم (د) ہووے ہے (د)
۲۔ جائے آپ (د)
۳۔ دبدیاں (د)
۴۔ پتلیاں (د)
۵۔ کوں (د)
۶۔ جب سے (د)
۷۔ کرا کرو (د)
۸۔ سے (د)

تجھ گلی بیچ ہو گیا ہے دل
دیدۂ انتظار کی صورت

حسن کا ملک ہم نیں سیر کیا
کہیں دیکھی نہ پیار کی صورت

اب زمانہ سُبھی طرح بگڑا[1]
کیا بنے روزگار کی صورت

وصل کے بیچ ہجر جا ہے بھول[2]
جوں نشے میں خمار کی صورت

اس زمانے کی دوستی کے تئیں
کچھ نہیں اعتبار کی صورت

کچھ ٹھہرتی نہیں کہ کیا ہو گی[3]
اس دل بے قرار کی صورت

متبذل اور خراب ہو کر کے[4]
اپنی لونڈے نیں خوار کی صورت

آبرو دیکھ یار کا بر و دوش
دل ہوا ہے کنار کی صورت

(۸)

کنگھے کوں زلف یتری کس طرح سیں آئی ہات
عجب کہ چوب کا رکھتا تھا یہ رسائی ہات

لگے سیں شمع کے ہوتی ہے شمع جوں روشن
یوں یترے ہاتھ سیں لاگے تو ہو حنائی ہات

۱۔ سبے اس طرح بگڑا (ر)
۲۔ جاسے ہے (د) نشا (د)
۳۔ ہوسے گی (د)
۴۔ (ک) میں نہیں ہے۔

متفرقہ

کئے یہاں کشت لکھا شیخوں کی سب بات
تری انکھیوں نیں بازی دی کرامات

نہیں تھمتے انجھو انکھیوں[1] سیتی عاشق کی اک ساعت[2]
کہا کیا حق تعالیٰ نیں اسی باراں کے تئیں رحمت

عادتی کوں غذا کی نہیں حاجت
اس مرض کوں بہت ہے پانی پت

لب بند ہو لئے ہیں لبوں کیونکہ اس کی بات
ونڈا نہیں مزے کا ہے یہ حبۃ البنات

کر تر ازو لی تول آدھوں آدھ
وہ بھواں نیں لیاں[3] مرا دل بانٹ

دیکھ وہ دست نازنیں دن رات
رشک سیں جل کنول سکے ہیہات

اس مخطط کے لب نوشیں کی سن کرامات بات[4]
ہم نے سچ جانا کہ ہے ظلمات بیچ آب حیات

۱۔ انکھیاں (ک)
۲۔ رہ نت (ک)
۳۔ لیاں (د)، (ک)
۴۔ اس مخطط لب کی سنتے ہی لب نوشیں کی بات (د)

(نسخۂ پٹیالہ میں اس کے بعد چند اوراق پھر غائب ہیں ۔ اور اس کے بعد ردیف "خ" شروع ہوتی ہے دوسرے مخطوطات کی مدد سے مندرجہ ذیل اشعار فراہم کیے گئے ہیں)

متفرق اشعار ردیف

ت

اس سنگ دل کے شوق میں جب سے گیا ہوں جت
ہیں مارتا ہوں کھینچ برہمن کے منھ پہ بت

(اضافہ ک) و (ر) زرد چھینٹا سج کے تم نے خوب جھلکائی بسنت
سر حرپڑھا کیونکر نہ لیں جب اس طرح آئی بسنت

اس طرح الٹا ہوا ظالم کہ جی زخمی کیا
تھا مگر اپنے کسب کے بیچ یہ لونڈا پٹیت

جشن ہے بھوکے سپاہی کو اگر پاوے طلب
بیاہ کر جانے ہماری بات اگر آوے برات

ردیف ث

(۱)

یار نہیں ہوتا ہے ہم سیں الغیاث مر گئے اس درد غم سیں الغیاث
ہے قیامت سب بتاں کا مہر و جور لطف سیں ادا اور ستم سیں الغیاث
ہر گھڑی ہم کو ستاتے ہو سجن ہائے جو دم بدم سیں الغیاث

۱۔ ہات (ک)

سودنے کے تئیں جگا نا ظلم ہے
ہم اٹھے کہتے عدم سیں الغیاث
آبرو اس شہر میں کیوں کر رہے
کوئی نہیں سنتا ہے ہم سیں الغیاث

(۲)

نہ تھا کچھ اور مرے شوق کا حسن اور صفا باعث
یہی پیاری طرح موجب یہی کا فر ادا باعث
ہمارے بھول جانے کا پیارے کیا ہوا باعث
ملے جواب تلک نہیں ہم سیں تم آکر تو کیا باعث
سبب ہوے ایسا کچھ پیدا کہ جس سے ہم ملیں تم سیں
ہمیشہ اس سبب کی چاہ میں پڑھتا ہوں یا باعث
ملا ہے اور سیتی اس سبب ہم سیں نہیں ملتا
جدائی کو یہ سارے باعثوں سے ہو بھلا باعث
فقط خوبصورتی اک دل کے بس کرنے کو نہیں کافی
محبت قدر دانی، مہربانی ہے بڑا باعث
رکھاوٹ میں تمھاری کون تھا ایسا کہ ٹھہرایا ______ (اضافہ ک) و (ر)
ہوئی رہنے کوں میرے اب تری مہر و وفا باعث
تم اپنے شوق سیں ملتے تھے نہیں ملتے تو تم جانو
نہ تھا زور آوری میں آبرو تم کو سو کیا باعث

ردیف ج

(۱)

آتا ہے اب سفر سے مرا دل ستان آج
پایا ہے مردگاں نے جدائی کے جان آج

۱۔ میں (د)
۲۔ ملے نہیں اب تلک جو (ر)
۳۔ سو (د)
۴۔ پیدا ہوئے (ک)
۵۔ سب سے (د)
۶۔ بڑا (ک)
۷۔ زور آوری میں (ک)
۸۔ پھر مردوں نے (ک)

کیوں کر کروں نہ آج کے دن پر نثار جان | مجھ سے ملا ہے آ کے مرا مہربان آج
بر جا ہے اس ملاپ کی مجلس کو دیکھ کر | قربان اگر زمین ہوئے آسمان آج
کرتے تھے دل میں یاد سدا رشک چوبیں | دل کی وہ یاد کھینچ کے لائی ندان آج
مشتاق میں نپٹ تھا مجھے پیار سا تھل | مت کر غرور جان مری بات مان آج
میں ناموں ہوا ہوں مبارک کہو مجھے | پایا ہے وصل یار کا اپنے نشان آج

کہتا ہے شعر شکر و گوہر سے خوب تر
پائی ہے آبرو نے جو گوہر کی کھان آج

متفرقہ

بادشاہ ہوتا ہے یاں بے تخت و تاج | عاشقی کے ملک کا یوں ہے رواج
تجھ او پر قربان ہو کر جائے مر | آبرو کا یوں چلا ہے جیو آج

مفت کب کھینچتے ہیں معطی رنج | لیتے ہیں ہر کسی سے پٹ پر گنج

اطریفل صغیر سے آرام کیوں کے ہوئے | ایسے مرض کا خوب کلاں ہے بڑا علاج
مزا جدا سے جدی پر گھر کا نت راج | زور زنانوں کے بنے، ایک نپتھ دو کاج

ردیف چ

(۱)

شوق بڑھتا ہے مرے دل کا دل انگاروں کے بیچ
جوش کرتا ہے جنوں مجنوں کا گلزاروں کے بیچ

۱۔ پے ہوئے (ک)
۲۔ شکر کے (ک)
۳۔ نعمت کی کھان
۴۔ تجھ او پر قربان ہو مر جایئے (ک)
۵۔ تجھے (ک)
۶۔ مرد جدا سے جدی پر گھر کانت راج (د) (کذا)
۷۔ مزاج داں سے جدی پر گھر کانت راج (ک)

عاشقاں کے بیچ مت لے جا دلِ بے شوق کو
شیشۂ خالی کو کیا عزت ہے میخواروں کے بیچ

رو برو[1] اور آنکھ ادجھل ایک ساں ہو جس کا پیار
اس طرح کا کم[2] نظر آتا ہے کوئی یاروں کے بیچ

آبرو غم کے بھنور میں دل خدا سیتی لگا[3]
ناخدا کچھ کام آتا نہیں ہے منجدھاروں کے بیچ

(۲)

بھر گئے پانی سیں گھر مجھ اشک کے طوفاں کے بیچ
اب گویا رہتے ہیں مردم دیدۂ گریاں کے بیچ

کیوں چھپا ہے تجھ لباں سے جا کے اندھیارے میں وہ[4]
جان کچھ پانی مرا ہے چشمۂ حیواں کے بیچ

ردیف "ح"

(۱)

جان[5] تم ہم سے لگے[6] اب منہ چھپانے اس طرح
پھر گئے وہ آشنائی کے زمانے اس طرح

جو تمہارا دل پھرا ہے ہم سیں تو بہتر ہے جان[7]
لاوتے کا ہے کوں ہو ناحق بہانے اس طرح

ہم تو اپنا جانتے تھے تم کوں اک مدت سیتی
اس قدر کیوں ہو گئے ہم سیں برانے اس طرح

۱۔ رو برو میں عاشقاں کے شوق ہوتا ہے زیاد
عیش دونا ہوئے میخواروں کے تئیں رات کے بیچ (ک، و، ر)

۲۔ کوئی (ک)

۳۔ لگاؤ (ک)

۴۔ وو (د) اندھیارے منیں (ک)

۵۔ جاناں (د)

۶۔ لگے ہو (ک)

۷۔ اے جاں (ر)

ہم تمھارے پیار سیں اُول تو یوں کھائی دغا
فن تمھارے حیف ہم پہلے نہ جانے اس طرح

کیوں نہ کھائیں خون دلؔ ہم دلسے ہو کر ہم طبق
غیر لاگے تم سے مل کر ساتھ کھانے اس طرح

اس سے بھی دشنام کوئی ہوتا ہے پیارے سخت تر
اور کا عاشق ہمیں لاگے بتانے اس طرح[۱]

آشنا ہم کو مقرر سرزرہ گردوں کا کیا
آبرو کو خاک[۲] میں لاگے ملانے اس طرح

(۲)

زندگانی[۵] سراب کی سی طرح
بادبندی حباب کی سی طرح

تجھ اوپر[۶] خون بے گناہوں کا
چڑھ رہا ہے شراب کی سی طرح

کون چاہے گا گھر[۷] بسر تجھ کو
مجھ سے خانہ خراب کی سی طرح

ٹک خبر لے کہ تیرے ہاتھوں سیں
جل رہا ہوں کباب کی سی طرح

(۳)

کیا کہوں اپنے دلستاں کی طرح
پھر نہ آیا گیا جو جاں کی طرح

تیر مارا ہے مجھ اشارت کا
ابرواں کھینچ کر کماں کی طرح

کیوں ہمیں سر[۸] گھڑی کڑھاتے ہو
تم نے سیکھی ہے یہ کہاں کی طرح

تجھ لباں کی[۹] ہمن کو خونخواری[۱۰]
خوب لگتی ہے رنگ پاں کی[۱۱] طرح

۱۔ کے (ک) کھانے لگی (ک)
۲۔ جگر (ک)
۳۔ لگے (ک)
۴۔ کوں (ک)
۵۔ زندگی ہے (ک)
۶۔ گھر بسے تجھ کوں (ک)
۷۔ بسر
۸۔ کے (ک)
۹۔ نیں (ک)
۱۰۔ خونخواری تجھ لباں کو (ک)
۱۱۔ (اضافہ ک) کیوں نہ وہ بار کے زمیں پکڑے
جن نیں دیکھی ہے آسماں کی طرح

نہیں ہے صادق جو تمھارے مکھ کے نہیں کہتا ہے صبح[1]
صبح اٹھ خورشید کا جھوٹا بیاں کرتا ہے صبح

ہم تو بنگی .. ہیں جواں کرتے ہیں سب سبزوں کی مدح
شیخ نہیں صوفی کہ خط کے اوتے ہو ہم کوں قدح

ردیف ۔ خ

اور واعظ کے ساتھ مل لے شیخ
کھول آپس کے بیچ کلے شیخ

تیر سا قد کمان کر اپنا
کھینچ فاقوں کے بیچ چلے شیخ

چھوڑ تسبیح ہزار دانوں[2] کی
ہاتھ میں (اپنے) ایک ڈل لے شیخ

بھونک مت غیر پر نہ کر حملہ
مرد ہے نفس پر تو چل لے شیخ

خال خوباں سیں تجھ کوں کیا نسبت[3]
بس ہیں بکرے کے تخم کو تلے (تل لے) شیخ

اس[4] سے سنگیں دلاں کا شوق نہ کر
مت تو سینے پہ اپنے سل لے شیخ

چھوڑ دے زہد خشک شیشے پیالہ[5]
خوش ہو کر آبرو سے مل لے شیخ

ردیف د

ہے سراب آب بقا بھی جان میرے اعتقاد
زندگانی پر نہیں از بس کہ مجھ کوں اعتماد

۱۔ (اضافہ ک) مہر سیں دلدار آ دیدار دکھلاتا ہے صبح
ہر دن اس ذرے کے گھر وہ آفتاب آتا ہے صبح

۲۔ دانے کی (ک)

۳۔ کا نام مت لے قوں (د) تجھ کو تل لے شیخ (د)

۴۔ اوس سے (د) مت توں (د) آڑ (ک)

۵۔ پی (د) مل لے (د) زہد (ر)

یار کا مکھڑا اگر قرآں نہیں یارو تو پھر
رات دن صاحب دلاں اس کوں مل کے کیوں کرتے ہیں یاد

کچھ نہیں ملتا رہا ویسا ہی آخر تنگ دست
آستیں ہر چند زاہد نے کری اپنی کشاد

کل یوم جان فی شان اس کے تئیں ہوئے یقیں
جس کسی نے مدت ہجراں کا دیکھا امتداد

دل جلا عاشق کا تیوں تیوں مکھ ترا روشن ہوا
آفتاب گرم سیں اس مہ کے ضو ہے مستفاد

سینۂ صافی سیں سینے میری ہم آغوشی کی غرض
صبح کوں ہوتی ہے حاصل جو کوئی مانگے مراد

امردی میں چاٹ پاوے تس کی خو جاتی نہیں
خط نکلنے سیں ہوا دونا ترے مکھ کا سواد

وصل ہو یا ہجر اس کے حق میں دونوں ایک ہیں
آبرو کوں ہو گیا ہے یار سیں اب اتحاد

متفرقہ

محراب ابرواں کوں وسمہ ہوا ہے زیور
کیونکر کہیں نہ ان کوں اب زینۃ المساجد

آغوش سیں سجن کے ہمن کوں کیا کنار
ماروں گا اس رقیب کوں چھڑیوں سے گود گود

۱۔ یے زیاد (د)
۲۔ نیئں ہوے یقیں (د) جس کسی نے (د)
۳۔ جس کسی نے (د)
۴۔ مکھ (ک)
۵۔ ہو جاتی نہیں (ک)
۶۔ نسخہ (د) میں جا بجا مصرع کٹے ہوئے ہیں اور کسی نے اپنے قلم سے اصلاح کر دی ہے۔
۷۔ کہوں (ک)
۸۔ ہمن کے سجن کوں (ک)

طوفاں نیں مجھ انجھو کے اٹھایا انکھیوں میں وند
کیوں غیر کے جگر میں کیا تم نے بوند (دھند) (بندم)

خدا کی راہ سیں رکھتے ہیں باز خولش آدند
قدم کوں مرد کے زنجیر ہیں یہ بھائی بند

دوستی درکار ہے جانی زبانی شرط نہیں
کام تھا دل کا سو چھوڑا منھ سیں کہتے اب ہوا[1]
دوڑتا ہے تل اوپر خوباں کے زاہد جا تند
اس قدر تنگ ہو گیا ہے اب یہ مرغا دانہ زاد[2]

پہنچتا ہے غیر کوں تیر مژہ کا جب گزند
زندگانی سیں ہمارا جیو تب کھاتا ہے کند (؟)

خندۂ دنداں نما ہے جبکہ داڑھی ہو دو مو
زاہدوں کا امردوں میں کیوں نہ ہووے ریش خند

ردیف ذ

ہوا تجھ حسن اور خوبی کے لکھنے سیں صفا کاغذ
رقم ہوتے ہی رخسار مخطط ہو گیا کاغذ
ہمارے حال کا طومار ہرگز نہیں سمانے کا
اگر سب ارض کے دریا سیاہی ہوں سما کاغذ

۱۔ بوند (ک)

۲۔ خوب (د)

ردیف ر

اس قدر تری کی سجن یہ چشم گھوڑا ہے مگر
چابکی یہاں لگ تری ابرو یہ کوڑا ہے مگر (؟)

ترش گوئی نیں لب شیریں کو دے ہے چاشنی
قند کے شربت میں یا نیبو[1] نچوڑا ہے مگر

ہو سکتا ہے حریفاں کی انکھیوں سیں زخم جوں[2]
ڈال سیں کچا کبھی انگور توڑا ہے مگر

خال حبشی کیوں لب شیریں پہ رہتا ہے سدا
گنج کے شکر کا یارو یہ کروڑا ہے مگر

خلق نہیں رکھتا ہے ہرگز دیکھ یہ طامع رقیب
بحر میں لالچ کے یارو یہ نگوڑا ہے مگر

کوئی قدم رکھتا نہیں اس سنگدل[3] کے اور کیں
دل کا شیشہ اس گلی کے بیچ توڑا ہے مگر

جو لگا دے منہ تسی سیں جا چپک رہتا ہے دل
دلبروں[4] کے لب کے حق میں یہ لسوڑا ہے مگر

اس طرح پھرتے ہو کیوں گلیوں منیں[5] غیروں کے ساتھ
آبرو کا پاس پیارے تم نے چھوڑا ہے مگر

(۲)

اڑ[6] پہنچنے کوں اس کے ہوتی ہے ہر لہر پر تے
اشک نیں سوں میرا نا ما جو[7] جو کبو تر (؟)

۱۔ لیمو (د)
۲۔ کو (د)، کوئی انگور (د)
۳۔ آدے سے جھک آتا ہے اس کا دل
۴۔ دلبروں کے حق میں یہ لڑکا (د)
۵۔ گلیوں میں تم (د)
۶۔ اڑ (ک)
۷۔ جو ہو (رپ) ور' (ک)

منت اٹھاونے سیں ہے خوف دل کو میرے
احسان سیں کسی کے میں کانپتا ہوں تھرتھر

(۳)

جان اگر دشمن ہوئے ہو تم ہمارے اس قدر
تو ہمارے دل میں کیوں لگتے ہو پیارے اس قدر[1]

جس قدر[1] ہیں مجھ جگر میں داغ تیرے ہجر کے
آسماں اوپر نہیں اے ماہ تارے اس قدر

گاہ گاہ ہے پیار کی انکھیوں[2] سیں کرتا ہے نگاہ
مہرباں ہوتا چلا ہے اب تو بارے اس قدر

دیکھ نہیں سکتے ہیں اپنی انکھیوں[3] سیں لے سجن
غیر کی انکھیوں سیں انکھیاں مت ملارے اس قدر

عاجزوں کو بے گنہ آزار دینا خوب نہیں
ڈر خدا سیں آبرو کو مت ستارے اس قدر

(۴)

سانپ سر مار اگر جو[4] جا دے مر — نہ کرے زلف کے تیری سر بر
نام لیلیٰ کا دم بدم بے سلے — مارتا ہے جنگل میں مجنون بڑ[5]
عاشقاں دیکھ تیری سنگدلی — جان دیتے ہیں دم بدم مر مر
آبرو جیو ڈوب جاتا ہے
بے خودی کی جب آوتی ہے لہر[6]

(۵)

راہ میں مل گیا یکایک یار — دو انکھیاں ہو گئیں ہمن کی چار[7]

۱۔ ہے (د)
۲۔ بچہ (د) نگاہ نگاہ
۳۔ تجھ کوں (د)
۴۔ مار کر جو جا دے مر (د)
۵۔ ہر گھڑی (د) بڑ (د)
۶۔ اضافہ (ک) اون نے ڈوبائی میرے دل کی ناؤ
زلف ہے جس شریر کی لنگر
۷۔ دو دو انکھیاں ہو گئی ہیں چار (د)

تیغ زن ہو گئے ہیں سب قربان[1] دیکھ کر تیری ابروؤں کا وار
وہی رہتا ہے علم سے عاری جو کہ رکھتا ہے سیکھنے سیں[2] عار
تب سیتی دل کوں بیقراری ہے جب سیں ملنے کا کر گیا ہے قرار

غم سیں یکجا ہوے ہیں مرے چشم رود بار
جا اور کی بغل میں گھسا ہم رہے کنار
کھانا جگر کا خون ترے عشق میں پیا
میرے گلے پڑا ہے ہر یک صبح دم بہار
خرمن جلا ہے مہ کا مری برق آہ سیں
شب ہائے تار کون سکے رہ میرے جوار
صحن چمن میں گل کے مگر برگ جھڑ پڑے
بلبل نیں کیوں کریز میں ڈالے ہیں پر اکھاڑ
تم چھوڑ مجھ اتیت کوں ان کن کیے ہیں میت
یہ زخم رشک دل میں لگا ہے مرے شمار
اس سیں بھی سو کہ اور کوئی کیا کرنگ ہو
رونا بھی رہ گیا ہے ہوئے اس قدر نزار
برچھی کی طرح توڑ جگر پار ہو گئی
تیری نگہ نے جب کہ کیا آبرو پہ وار

(۶)

دکھلاوتے ہو مہندی جس کو سجن رچا کر
سو ہاتھ باندھ ان کا ہوتا ہے آکے چاکر

۱۔ شہر کے ہوتے قرباں (د)
۲۔ کے عار (د)

یارو نگاہ کرنا کس پیار کے (تئیں) سیں[1]
اس طرف دیکھتا ہے سب کی نظر بچا کر[2]

مت کر بُرا ہے کہنا اس کا خراب ہوگا
یہ چیز لو الہوس جو کہتا ہے تجھ کوں آ کر

(۷)

سب سیں ملے پر ایک رہے ہم امیدوار[3]
جاوے گا جن ہم کوں مگر تب کرو گے پیار

تم کوں اگر یہ ہے کہ ہمارے ہیں یار سو
ہم کوں یہ[4] ہے کہ ہم تو نہیں ہر کسی کے یار

کہتے رہیں، خوب شکل ہمیں پیار کر رہے
ہم نیں تمھارے واسطے ان کو کیا نہ پیار

ظاہر میں جو تمھاری خوشامد کرے اسے
تم اپنا دوستدار سمجھتے ہو بے شمار

اوروں کو جن کے طور رکھاوٹ[5] ہیں ظاہری
لیکن دلوں کے بیچ بھرے ہیں تمام پیار

افسوس ان کی قدر کوں تم بوجھتے نہیں
پہچان[5] جانتے نہیں تم دل کے دوستدار

جب یاد آوتی ہے تری پیار کی نگاہ
تب دل کے بیچ لگتی ہے میرے گویا کٹار

مدت ہوئی کہ تیرے تغافل سیں مر گئے
نا مہربان کب تو غریبوں کا ہوگا یار

۱۔ سے ہے پیارے (د)
۲۔ (اضافہ د) انکھیاں تب سے مارے ناحق جو ہم سے او نچھے
آیا تھا اے مزلف کس سے توں پیچ کھا کر ۔ کہاں پت کے مارے (ک)
۳۔ اب تو ۴۔ بھی ہے۔ ۵۔ پہچان بھی جاتے ہیں (د)

بلبل[1] سیں دل کوں کھول کہو گل کو ٹک ہنسے[2]
پھر آبرو کا وقت کہاں جب گئی بہار

(۸)

نصیبوں کا بڑا ہے اصل استعداد علم اندر
ہوئی چین جبیں تیری خط تقدیر کا مسطر

یہ مرنا نہیں ابد لگ جان غافل زندگانی ہے
اتا بھی جیونے کے واسطے اے بے خبر مت مر

دو مصرع پر بھواں کے خال یہ ظالم جو بیٹھا ہے
ملی ہے آج شامی کو حکومت البیت اوپر

سراپا جھلجھلاتا سج کے جب خورشید رو نکلے
پچھڑ[3] جا اس جھلک کوں دیکھ کر خود ناتواں خاور[4]

نجل ہو کر رہا ہے سرنوا کے باغ میں غنچا
کرے کیا تجھ دہن سیتی نہ ہو سکتا تھا وہ سربر

مجھ ناتواں کی حالت وہاں جا کہتا ہے اڑ کر
میرا یہ رنگ رو ہے گو یا سکھی کبوتر

تب جا تمھارے خط کے دل کا غبار نکلا
عاشق کا گھر کیا جب لے خاک سیں برابر

مدامی مہربانی آبرو یہ تھی سو کیوں چھوڑی
ملازم ساتھ مت طور قدیم اپنے کے تیں ہو کر

(۹)

جھوٹ کرتا ہے عبث مردی کا دعویٰ بے ہنر
کام کچھ پیدا کرے مردانگی کا تب ہو نر

۱۔ بلبل سے کہہ کر بولے گی کب دل سے تب ہنسے (د) ۲۔ گل سے تب ہنسے (د)
۳۔ بھوڑ (ک)
۴۔ خو اتاتواں وزر (کذا) (ک)

احمقی ہے بے خرد کوں زر کے اوپر افتخار
پر کہاں سمجھے کہ کیوں ہر بار ہو ہے مفتخر

(۱۰)

عالم (آز)[1] سیں آساں نہیں اے شیخ گذار
خوف سیں غرق کے یہاں بحر ہے کشتی میں سوار
زخمی رشک ہوا اغیار کہیں پست و بلند
یار اپنے پر اگر جان کوں ڈالیں وار
کیوں نہ پروانے کی مانند جلوں میں غم سیں
شمع اور دوں کا ہوا چھوڑ ہمارا گھر بار
دشمنوں کا نہیں کچھ دوست (ہنسیں)[2] کیوں نہ ہمیں
نہ کیا تم نیں سجن ہم کوں کبھی دل سیں پیار
دو کدو ہم کوں درس آ کے سدا ننگ کے گھر
کہ رگ جان ہے فریاد میں جوں بین کا تار
یوں لگانے کے اسے خوار جو کرتے ہو عبث
پھیر دو ہم کوں اگر نہیں ہے مرا دل درکار
غیر جل بل کے ہوا رشک سیں تب مرزا ل
جب ملا گرم مجھے باغ میں وہ لالہ عذار
(اٹھ)[3] بیٹھا سن کے رقیبوں کا رہا ہوش و پیچ
کیا حساب آپ کبھی آ کے ہوئے ہم سیں دو چار
آبرو یار در آیا جبھی در دل نے سیں
کھل گئے دیکھ اسے دور سیں چھتیوں کے کواڑ

(۱۱)

بھوک سیں آئی ہو جس کی موت جی ہو جان ہار
وہ کوئی اس شوم کا منہ دیکھنے کا نہار

۱۔ آب (ک)　　۲۔ ہنسے (ک)　　۳۔ اٹھتا (ک)

سرد مہری میں کیا بے لطف اشک و آہ سیں
باد و بارش موسم سرما کی ہے کندہ بہار
خوب تیری شکل آ سکتی نہیں تصویر میں
مدتوں سیتی مصور کھینچتا ہے انتظار

(۱۲)

تیز ہیں مژگاں سناں سیں بیشتر آپ سیں رہتی ہیں جن کی نیشتر
کی ہے تیری دل فگاری نے بہار بزم ہر گلشن سیں اب دل ریش تر

(۱۳)

بلبلیں روتی ہیں میرے غم سیں اور گلزار زار
حیف کیوں ہوتا نہیں تو ہم سیں اے عیار یار
دیکھ ان مژگاں کے گھاؤ اور پردانے ہو گئے
پھینکتی ہے آب کوں اس زخم پر تروار وار
مت دکھا دیدار کے منگتا کوں ظالم شکل زر
گھر جلے کے دل کے حق میں ہو ہے بدینار نار
ریختے کا کام سب ہوتا ہے جب موچیز ہو
آب اور گل کے سوا کچھ ہے یہ اے گل کار کار
حکم ہو دیدار کا تو آ کے پاوے آبرو
صبح سیتی مانگتا ہے آ ترے دربار بار
تو برو بھولے ہیں ان کوں آرزو سیں آبرو
غیر کے طعنے سیں کب رکھتے ہیں اشعار عار

۱۔ کندی ہے بہار (ک) ۵۔ کوں (ک)
۲۔ سکتا (ک) ۶۔ یہ بے شک ہے یہ دینار نار (د)
۳۔ گلزار (د) ۷۔ ہے۔ اسی (د)
۴۔ حیف کیوں ہوتا نہیں ہم سیں اے عیار یار (د) ۸۔ پڑھتے ہیں (د)
کیوں (د) ۹۔ اس (ک)

(۱۳)

عشق کا اعجاز ہے یہ جمع ضدی آشکار
شوق والے ہم نے دیکھے ہیں کئی زار و نزار
حسن کوں دنیا سمجھ اور عاشقی کوں جان بوجھ
یعنی اُس کوں سر بسر فانی و اس کوں پایدار

(۱۴)

منکر ہو جب دہن سیں بیٹھا خموش ہو کر
ثابت کیا سجن پر تب ہم نے گفتگو کر
رکھتا ہوں جب گلی میں رکھتا ہے آبرو پھر
مت پاؤں کو سجن کے کہیں لاگ جائے ٹھوکر
دے پیٹھ طرف میرے بولے کہ ہم تو سوئے
تیرے بھی جی میں آوے اے آبرو تے سو کر

(۱۵)

تیری گلی کوں چھوڑ کرے خوش بہشت حور
عاشق گئے اس قدر بھی نہیں عقل میں فتور
صحبت سیتی پواج کی دل بھاگتا ہے دور
نفروں کو جمع دیکھ کے ہوتا ہے جی نفور
عاشق سیتی گو کہ عیب سمجھتے ہو دوستی
پر مل گئے سلام علیکی تو ہے ضرور
دل کس قدر تپھر کر دں اپنا کہ ہو وصال
جل جا ہے تیری برق تجلی سیں کوہ طور
خوبی کا آئینے نیں یقیں کر دیا گماں
دل سیں ہمارے اس کا زیادہ ہوا غرور

۲۔ برے (ک)
۳ و (ک)
۴ عقل میں بھی نہیں اس قدر فتور (د)
۵۔ ہونے کوں (د)
۶۔ کے ۔ (د)
۷۔ چمک (د)

زردار جانتا ہے عبث آپ کوں بڑا
کیوں مفتخر[1] جماد سیں ہوتا ہے بے شعور

جلتے ہے چشم[2] و اشک یہ گرمی سیں جوش میں
تجھ بن انکھیاں ہوئی ہیں یہ طوفان کا تنور

ماں آبرو کی بات نہ ہو ہرزہ اس قدر
معشوق مبتذل ہو تو جاتا ہے منھ کا نور[3]

(١٦)

تجز[4] چھوڑ غربت سیں ہمارے صید مردم کر
غرور یوسفی میں اس قدر مت آپ کوں گم کر

سجن تجھ چشم لب[5] کے شوق میں میں آج مرتا ہوں
نظر بھر دیکھ میری طرف اور ٹک تبسم کر

طواف کعبۂ دل کر نیاز و خاکساری سیں
وضو درکار نہیں کچھ اس عبادت میں تیمم کر

زباں سیں گو کہ حالت اپنے دل کی کہہ نہیں سکتا
پے تو عاشق کی اس بے قدرتی[6] اوپر ترحم کر

مئے وحدت کا سب سامان ہے اے بے خبر تجھ میں[7]
انکھیوں کوں جام دل کوں آبگینا سر کے تئیں خم کر

تعین[8] آبرو تیرا یہ گرداب جدائی ہے
ملا دے دل کے تئیں[9] دلدار سیں قطرے کوں قلزم کر

١۔ جمال (د) معمور (د)

٢۔ اشک چشم سے (د) گرمی کے (د) اشک ای

٣۔ معشوق میں جو دل نہ ہوے جو جاہے مکھ کا نور (د)

٤۔ تمسخر چھوڑ غربت کے (د) پیارے (ک)

٥۔ دل ۔ ٦۔ سوا دس کی اس قدر بے طاقتی (د)

٧۔ کن ٨۔ یقین (د) جدائی میں (د) ٩۔ اور دار سیں (د)

(۱۷)

پھول جب پھولا ہوا تب بھید اس کا آشکار
تھا نہاں غنچے کے دل میں تجھ دہن کا خار خار

گو کوئی طوفان ہو پر مرد آگے کیا چلے
تھم رہے دہشت سیتی تروار کے پانی کی دھار

متفرق

زلف کے کوچے میں کوئی گریاں ہوا ہے دل مگر[1]
کیوں لگے[2] انجھواں کے اس قدر یہ لٹ بجر[3]

یوں بندھا ہے گل بدن کے قد سیں دل بے اختیار
لال جاں پگڑی سیں جو نکر باندھے تقصیر[4] دار

سادہ روئی ہے نپٹ رنگین ہونے کی بہار
پھر[5] دو لندھی جان اس ہولی کے یہ خط کا غبار

آپ ہی گرے گا اس میں پڑے گا جب آکے بھیر
بھائی کے واسطے جو کوئی کھودتا ہے بیر

کیونکر مریں نہ دیکھ کے یہ موسم بہار
نکلے ہے جی جنون سیں جاما بدن کا پھار

۱۔ مگر (پ)
۲۔ لگی ہے (ک)
۳۔ لٹ بجر (ک)
۴۔ گنہ گار (ک)
۵۔ پھر دو نہدی جان (پ)
پھر دو لندھی جان (ک)

جوگی ہوا درس کا انکھیوں کا کھیلی کھب پر
ہم چھوڑ[1] اجاڑا بن رہے تمھاری (چھپرا) پر

ہنس ہاتھ کا پکڑنا کیا سحر ہے پیارے
پھونکا ہے تم نیں منتر گویا کہ ہم کو چھو کر

سوناجو کچھ ہو ہے سب کچھ کیا تھا ہمیں
تو بھی گیا ہمن کوں وہ شوخ پیٹھ دیکر

ان لباں کوں یقین مصری جان
راست کہتا ہوں اس میں مت شک کر

یوں چھوڑ کر کے ہم کوں مت غیر کے بسا کر
پکڑی ہے صبح ہم نیں تجھ بن[2] مساسا کر

کیوں نہ خرچے سیم وزر جب ہاتھ آئے زلف یار
سو ہزاراں گنج سیں بہتر ہے عاشق کو یہ مار

عاشقی کے ملک کے اب ہم ہوئے ہیں تاجدار
خوب رویاں کا ہمارے ساتھ ہے اک شہر یار

تیرے ادپر جگت کے خوباں رہے ہیں سب مر
کوئی ہاتھ سے تمھارے دلبر ہوا نہ جاں بر

علی سے ہم نیں جانا دین و ایماں اور پیغمبر
پیغمبر علم کا تھم ہے پے اس گھر کا علی ہے در

۱۔ (اضافہ ک) کرنا تھا جو کہ ہو ہے سب کچھ کیا تھا ہم نیں
تو بھی گیا ہمن کوں وہ شوخ پیٹھ دے کر

۲ تجھ بن ہم نیں (ک)

غیر سیں مٹھے بچن کرتا ہے تو گوشوں میں در
دیکھیے یہ کب تلک چھوڑے گا تو کلہیا میں گر
(گر)

آبرو کے قتل کوں حاضر ہوئے کس کر کمر
خون کرنے کوں چلے عاشق پے تہمت باندھ کر

ردیف ز

(۱)

اب سجن کس واسطے کرتے ہو تم پھر پھر کے ناز
جان و دل جو کچھ کہ تھا سو کر چکے ہم سب نیاز
سخت گیری سیں تری مژگاں کا پنجا مڑ گیا
صید سیں نکیں دلاں کے پھر نہیں آتے ہیں باز
عقدہ انگور میں ہے شوق کا اس کے نشا
مست کب ہے جس کا دل نہیں آگ سے کی گداز
لگ چکا تب چھوٹنا دشوار ہوتا ہے نپٹ
ادلا خوباں سیتی لازم ہے دل کوں احتراز
صاف طینت بس کہ ہوں فانوس سیں مانند شمع
تن سیتی میرے نظر آتے ہیں ہکسر جی کے راز
شوق کے پنجے سیں اس کے بچ سکے یہ کیا مجال
صید کوں معشوق کے ہوتا ہے عاشق پاک باز

۱۔ کے (ک)
۲۔ پہنچا (د)
۳۔ نشان (د)
۴۔ کد (د)
۵۔ گیا (د)
۶۔ کا (د)
۷۔ جا (د)
۸۔ کیونکر جمال (د)

(۳)

کنی لاگے ہیں لونڈے گوں نظرباز — پے دہی لیوے گا جو ہووے گا زرباز

[۱]کوئی دے خرچ ہیلی کا تو مت لے — یہ تانبا زہر ہے تو اس سیں [۵]ڈر باز

[۲]وہ کیونکر اس کے پنجے میں نہ ہو صید — رہتا ہے رات اور دن جس کے گھرباز

ہوا ہے صید کا دل دیدۂ شوق — تری مژگاں کا پنجا دیکھ کر باز

ہوئی ہے عقل سب کی باؤلی پھر — کیا ہے چاہ نیں تیری اثر باز

اجھو بسمل کبوتر ہوے تڑپے[۳] — کیے جب ہم نیں اپنے چشم تر باز

کسی سیں آبرو چاہے تو مت مل
کہ ہر چڑیا[۴] پے نہیں رکھتا نظرباز

ردیف س

(۱)

آج پھر ہم سیں کر دیا ہے اداس — ان رقیبوں کا جائے ستیا ناس

سیج تیری کہ شوق میں چھوڑا[۵] — رات کوں پھول نیں چمن کا باس

سر چڑھا ہے لمتن کا منھ[۶] پاکر — عاشقی بوالہوس کو آئی راس

غیر صحبت میں اب لگا جانے
چھوڑ کر اپنی (اپنے) آبرو کا پاس

(۲)

جیوتا تھا دیکھ کر ترا درس — جان مجھ[۷] دل کا تو ہے انجھا برس[۸]

جان پڑتی ہے بدن سیں راگ کے — تو کرے جب واہ واہ دل[۹] سیں ہلس

۱۔ کرے اسے خرچ (د) طعمہ ہے (د)
۲۔ وہ کیونکر بیچ ہیں اس کے نہ ہو صید (د)
۳۔ چھرکے (د)
۴۔ چرچا (د) چڑیا پہ نہیں رکھتا نظرباز (ک)
۵۔ چھوٹا (د) (ک)
۶۔ مکھ (د)
۷۔ جاناں ہے مجھ (ک)
۸۔ ای نا برس (د)
۹۔ توں، جیو سے (د)

ناتوانی سیں نپٹ بے تاب ہے — اس قدر نازک کمر اپنی ہے کس
یوں تن لاغر جلا ہے عشق میں — شعلۂ آتش میں جیوں جلتا ہے خس
ایک غم سیں دل اگر خالی کروں — صف ہو کر ایک کوں کرتا ہے دس
کیا کروں تیرے تغافل سیں پیا — کچھ نہیں چلتا ہے میرے دل کا بس
جب کہ اٹھ جاتا ہے تو اے جلوہ گر — جان جاتا ہے بزم کے تن سوں نکس
یوں گرے ہیں بوالہوس تجھ کوں دیکھ — شہد کوں جوں دیکھ کر ٹوٹے مگس

مہرباں ہے رحم ممکن نہیں کہ ہو
آبرو کا جیو جاتا ہے عبس
(عبث)

(۳)

زیب تیری کے داغ سیں طاؤس — کئی سو شمع کا ہوا فانوس
بے وفا ہے بہار گلشن کی — بلبل و گل کے حال پر افسوس
آبرو کی طرف سیں الٹا ہے
کیوں نہ لکھے رقیب کو معکوس

(۴)

یہ بیٹھا بیٹھ کے کہے کس پاس — کہ لگے بیٹھنے اب جس تس پاس
کون تھا کہہ دے وہ خدا کھویا — دودھ سے دیہہ ملائی (دھی) کس پاس

متفرقہ

شور سیں نوبت کے ہے آزار میں سارا پڑوس
بددعا ہے حق میں دولت مند کے آواز کوس

۱۔ تن (د)
۲۔ غم سیتی دل اگر (د)
۳۔ سحر (د)
۴۔ جیو (د)
۵۔ سیتی (د)
۶۔ کہتے (د)

ردیف ش

ترے قد کی بڑھی کا کل کی یوں حلقاں سے آرایش
عدد جوں ایک کا صفراں سیتی پاتا ہے افزایش
وہ خال عنبریں اس آتشیں چہرے پے جب جھمکا
جلا خورشید سارا دیکھ کر ذرے کی آرایش
گلایا جب سیں غم نیں تب سیں نکلا رنگ عاشق کا
ہوئی دور آگ کے جلنے سیتی سونے کی لالایش[2]
سپید انکھیاں سیتی اپنی بہاؤں دودھ کی ندی
اگر شیریں ادا میرا کرے ٹک مجھ[3] پے فرمایش
اساس اس کی حباب آسا (ادا؟) ساتنس اک لوں توڑ جائے[4]
کریں گھر میں فلک کے آبرو ہم کیوں کے آسایش

ردیف ص

دل کو کرتا ہے بے قرار اخلاص
تن[5] و جاں کوں نزار و زار اخلاص
شوق چھپتا نہیں چھپانے سیں[6]
ہوتا ہے آخر آشکار اخلاص
وصل اور ہجر دونوں یکساں ہیں
جب ہو آپس کے بیچ پیار اخلاص
معطیوں سیں بزور ملتا ہوں[7]
کرتا ہوں ان سیں بار بار اخلاص
دوسرے کے سلوک کا ہرگز
نہیں کرتا ہے انتظار اخلاص
آبرو آشنا نہیں گل رو
کوئی اس سیں کرے ہزار اخلاص[8]

۱۔ مکھڑے تلے جھلکا (د)
۲۔ جدا ہوئی راگ کی سب آتش سونے کی آلایش
۳۔ کوں (د)
۴۔ پون سے ٹوٹ بہ جاوے (د)
۵۔ دل و جاں تیر از ار (د)
۶۔ چھپانے سے (د)
۷۔ سوزلیوں سیں بزور ملتا ہوں (د)
۸۔ گر کوئی اون سے کرے ہزار (د)

ردیف ض

ہمارے یار کا ہے اس قدر صفا عارض
کہ دل میں شک ہے مرے آئینہ ہے یا عارض

جو عضو ہے سو صفا تر ہے ترا مکھڑے سیں
بدن ہے جان ترا (ترے) سر سیں تا بپا عارض

تمام چشم ہوا دل یہ آئینے کی مثال
نظر میں خوب ترا اس قدر لگا عارض

جو عضو ہے سو مقابل ہے عضو دیگر کے
نہیں ہے ایک سیں کچھ کم یہ دوسرا عارض

نہیں ہے اس میں کہیں جائے خال کی خالی
ہمارے یار کا ہے اس قدر بھرا عارض

چمن میں پھول نہ ہوتا شگفتہ رو ہرگز
ہمارے یار کا جو آکے دیکھتا عارض

چمن میں رات کوں پھول آبرو نہ لاگے خوب
مگر یہ زلف میں دونا ہے خوشنما عارض

ردیف ط

نہیں تارے بھرے ہیں شک کے نقطے
اس قدر نسخۂ فلک ہے غلط

خال سیں دیکھتا ہوں خط کی شان
کہ اول خط کی اصل ہو ہے نقط

مطرب اب (بہرتا) ہے بجز اصول
کہ بجاتا ہے اس قدر بے ربط

دل طلب میں لیا ہے چہرے پہ
نوخطی کے دکھا کے دستخط (دستخط)

عیب ہے غیر سیں اپنا ماننا
مت نہ مل اس سیں آبرو کی نمط

متفرقہ

جو کہ تھے معشوق دلی بیچ سو سب ڈھ گئے
سادہ رو ہم کوں نظر آتے ہیں یارو خال و خط

۱۔ ای (ک)

۲۔ (ک) میں نہیں

ردیف ظ

خوے ظالم کی بلا ہے[1] الحفیظ — دل نیں اس ڈر سیں بھڑکے ہے الحفیظ
جن نیں تیرا ظلم دیکھا ایک بار — اس بچارے کی دعا ہے (زبڑھا)[2] الحفیظ
بات واعظ کی نہ سن دل کوں نہ پھیر — بوجھ اس میں کچھ دغا ہے الحفیظ
اے ستم گر ڈر سیں تیرے طور سے — درد اب میرا دوا ہے الحفیظ

دل ہمارا عشق کے کوچے میں آج
آبرو پھر کر چلا ہے الحفیظ

ردیف ع

غزل میری کا یہ مطلع مگر خورشید ہے لامع
کہ دل ذرے کا جوں لاگا تڑپنے جب ہوا سامع
اگرچہ دین میں عاشق کے بوسا کفر ہے پیارے
پے ایسا کون ہے جو دیکھ تیرے لب نہ ہو طامع
دعا کرتا ہوں سن کر آبرو یک رو کا یہ مصرا (مصرع)
ترے پیوستہ ابرو کیوں نہ ہو دیں مسجد جامع

ردیف غ

سانولے کے روبرو دل ہے ہمارا داغ داغ
دیکھ لو کالے کے آگے آج جلتا ہے چراغ
بوالہوس کے طور پر ہے میرزائی شوق میں
آبرو عاشق منش اور شان سے ہے بے داغ

۱۔ بلا ہے (ک)
۲۔ کوں (ک)

متفرقہ

کیا عجب دن کو اگر خورشید کے ہوں دل میں داغ
رشک سیں مجھ داغ کے راتوں کو جلتا ہے چراغ

جوش سیں لالا کے ہے کو د بدخشاں باغ باغ
لعل تجھ لب کی جلن سیں ہو گئے ہیں داغ داغ

ردیف ف

(۱)

یار کا حسن ہو جتا کے لطیف | عشق عاشق کا ہے وتا ہی عفیف
اس شرافت کی وضع نے تیری | اپنے عاشق کیے وضیع و شریف
دیکھ کر تجھ مئے نگاہ کے تیئں | دل ہوا آبگینا انکھیاں حریف
نہیں لگتا کبھی ہمارا داؤں | وہ دغا باز ہے بڑا سا حریف
پیرو حسن و عشق موزوں ہے | خوش لگے قافیے کے ساتھ (؟) زلف

شعر تر دیکھ آبرو تیرے
دل منیں ہو گیا ہے بحر خفیف

(۲)

خصم گردوں ہے تو کہتا ہوں اسے یہ لام کاف
کوئی فلک کا نام کیونکر[1] کے لیے بے لام کاف

چھوڑ کر عاشق کے تیئں معشوق پر الٹا مگر
ماہ میں کیوں ہے فلک کا منقلب نے لام کاف

دل کے تیئں خوبی کی دکھلاتے ہیں سب یکساں فلک
کیا بتاں کی مہربانی کے سخن جے لام کاف

۱۔ کہو کیونکر (ک)

میں بناتا تھا ترے ماتھے پہ ٹیکا تو مجھے
گالیاں دیتا تھا اب لگ یاد ہے نت لام کاف

آبرو چاہے تو اپنی شاعری کو چھوڑ دے
پیش نہیں جانے کی ہرگز اس طرح کے لاف

ردیف ق

(۱)

ہے دل[۱] و جاں کا نہ تنہا دشمن آرام عشق
مہر و مہ کوں چرخ میں رکھتا ہے صبح و شام عشق

جوں ادا و ناز و خوبی کوں کہتے ہیں مل کے حسن
یوں ہزاروں آرزوں کا رکھا ہے نام عشق

کب زلیخا شہر میں رسوا ہوئی مجنوں سیں کم
مرد ہو یا زن کرے ہے سب کو یہ بدنام عشق

صید کے جوں تڑپھاتے ہیں پہ نہیں ہوتے خلاص
سخت تر زنجیر سیں رکھتا ہے ظالم دام عشق

میں قرار اپنے پہ قایم ہوں پے تم ہوے دغا
حسن کے تئیں ہر گھڑی دیتا ہے یہ پیغام عشق

دل بڑا ہے مہر کا لیکن تڑپ ذرے کی نہیں[۳]
حسن سیں کب ہو سکے کرتا ہے جو جو کام عشق

مر گئے سیں ہوے گا دو نا سے خدا کا شکار
گور کا رکھتا تھا دل کے بیچ اگر بہرام عشق

جب کہ ایسا زور رکھتا ہے یہ کافر بت پرست
تب خدا کے طالباں کے تئیں کرے ہو رام عشق

۱۔ ای (ک)
۲۔ مرے دل (ک)
۳۔ کہاں (ک)
۴۔ آ سکیں (ک)

آبرو نیں خوار ہو کر زندگی حاصل کری
شان جو رکھتے ہیں تنگ اب ملک میں خام عشق

(۲)

کیا کرے محراب سربازی ہیں سپر رکھنا ہے شاق
دیکھ وہ شمشیر ابرو غیر کی طاقت ہے طاق

آسماں پر نہیں یہ انجم تیر مجھ نالوں کے جان
ہو گئے ہیں بوند تو دے میں نظر آتے ہیں قاق

ان کوں پاؤں تو پیارے اپنے کاندھوں پہ رکھوں
صاف تر ہیں ان بتاں کی گردنیں سیں تیری ساق

شرم کا رہنا پنٹ دشوار ہے دنیا کے ساتھ
آبرو چاہے تو دے اس فاحشا کے تئیں طلاق

متفرقہ

کیوں نہ ہو پیوستہ تری ابرواں کا اشتیاق
آج خوبی اور زیبائی میں ہے یہ جفت طاق

تھا جو پروانہ ہمارے دل کا شاگرد رشید
لے گیا کیوں شمع سیتی آپ جلنے میں سبق[۵]

ردیف ک

(۱)

یار ڈر ڈر کمر سے مڑ ڈرونہ بھر کے اٹک
رہتی نہیں زبان یہ موذی رقیب کی

آجا کہیں لچک تو ابھی لاگ جا کلنک
بچھو کا جس طرح کہ ٹھہرتا نہیں ہے ڈنک

۱۔ نچنتگی (ک)
۲۔ اودن کا (ک)
۳۔ آہوں کے جان (ک)
۴۔ انھہ (ک)
۵۔ رات جلنے میں سبق (ک)

تنکے او جھل پہاڑ سنا تھا سو دیکھ لو   بھاری ہوا ہے جان و بدن سوکھ کر تنک
ہے عیب بیقرار کوں آرام عشق میں   سیماب اگر جو آگ میں ٹھہرے تو ہے کلنک
تم خط کے وقت بھی نہ ہوئے آبرو کے یار
اس کے سجن نصیب میں یوں ہی لکھے تھے انک

(۲)

دو خال عارض کے گوشے میں پڑے ہیں او وسط میں یک
جداوہ گویا قطب ہے دو مل کے کر دا نک (؟)
نکل سکتا نہیں لڑکے کے جوں باہر کبھی ڈر سیں
مرا دل زلف میں جب سے پھنسا تب سیں ہوا بالک
رقیب روسیہ نہیں قحط ڈالا وصل کا ہم کوں
لگائی ناحق اپنے منھ پے اس مردود نے کالک
نہالی سیں بدن اس سروقد کا ہے ملائم تر
کہتا ہوں راست لا دل سیں یقیں اس میں نہ کر تو شک

(۳)

کیمیا پائمال غم سے اُسے   عشق کی راہ میں ہوا جو خاک
میں ہوں مجنوں انکھوں کی گردش کا   کیوں نہ پھر پھر کروں گریباں چاک
جو کرے اس خط غبار کی ہجو   پڑتی ہے اس کے منھ پے حسن کی خاک
درد کی آبرو نیں بو پائی
کیوں نہ اس کی رہیں انکھیاں نمناک[1]

ردیف گ

(۱)

ہاتھ آیا ہے یو دن کر کر دعا راتوں جاگ جاگ[2]
عید ہے پیارے گلے سیں آج تو عاشق کے لاگ

۱۔ رہیں نمناک (ک)   ۲۔ راتوں کو جاگ (ر)

خوں بہا ہے یہ نظر بھر دیکھنا میرا سجن
میں ترا قرباں ہوا ہوں مجھ سیں ایتا بھی بھاگ
سر لگا ہے اب تو اے پیارے ترے فتراک سیں
ساتھ ہوں میں چھوڑنے کا نہیں ترے گھوڑے کی باگ
شوق بن دل سیں نہیں دم مار سکتے آہ گرم
تب دھواں حقے سیں نکلے جب چلم پر ہوئے آگ
حال سیں ہجراں کے عاشق کو گلے سو رکھ لگی
نت بہاتے ہیں ہمیں انجھواں بھاگا گا بہاگ
جب درس دے سانولا تب جا مجھے کلیاں ہو
بھاؤ تا نہیں سام بن مجھ کوں کسی کا رنگ وراگ[1]
آبرو دل میں مرے ہے کس کی کاکل کا خیال
آہ کیوں سر کھینچتی ہے دل سیں میرے ہو کے ناگ

(۴)

عشق کوں بخت سیہ کی ہووے کیوں نہ لاگ
کوئلے سے گرم[2] دیکھو کس طرح لگتی[3] ہے آگ
غیر ہو ہو زرد رو گلتا ہے سونے کی مثال
دیکھ کر کے عاشق او معشوق کا باہم سہاگ

متفرقہ ک دگ

اس لالچی نیں شرم کی سب چھوڑ دی الوک
جو کوئی کہ نقد خرچ کرے سوہی رکھے ہی روک
آخر منڈا منڈا کے دیا سبز خط لگاڑ
پھر پھر[4] گھٹا گھٹا کے کری بھنگ تم نے بھوگ

۱۔ گت رنگ وراگ (ک)
۲۔ ہو کر (ک)
۳۔ ملتی ہے
۴۔ آخر (ک)

دیکھ چھوڑے ہم نیں کئی ہندوستاں زات بلک
پے تری انکھیوں سا کوئی بانکا نہ دیکھا نک پلک

آج عاشق کی بے نصیبی ہے
کہ تم اس پاس سیں چلے ہو بھاگ

مستوں میں اس کے قند سے لب کی چلی تھی بات
بزم شراب کیوں کے نہ ہو جائے گر کے رنگ

ردیف ل

افسردگی سیں یاس کی ہم کوں ہوا وصال
پکڑا ہے آہ سرد کے کانپے سیں ہم نے لال

حیران ہو رہا ہے تجھے دیکھ کے آئینا
سمجھا اسے کوئی نہ ہوا تھا تری مثال

تجھ زلف میں جگت کے بھرے تمام دل
مزرع میں آج حسن کے یہ تیرے پھلے ہیں بال

اے جان تیرے ہجر کے غم میں مریں نہ کیوں
مرنے کوں سب جگت میں کہتے ہیں ہوا وصال
(کہتے)

لیتے ہیں جو نکہ سیپ سیں موتی کوں کاڑھ کر
سینے کوں پھاڑ دل کوں مرے یوں لیا نکال

چوگان سے لگی ہے مرے دل کی گیند کوں
دوڑا کیا ہے آج ادھر ہو کے خال خال

کیونکر نہ دولتی کی خوشامد کرے فلک
چرخے کا کام کیونکے چلے جب نہ ہوے مال

(اضافہ ک) اس طفل گاودی سیں مرا دل گیا ہے جل + جاتا ہے اک ہانک پہ طوطی کے سن بہل

ا۔ نیں (ک) ۲۔ دیکھ (ک) ۳۔ بھرے ہیں (ک) ۴۔ کام (ک)

دعویٰ ہے جس کوں شعر کی قوت کا آبرو
مضموں کے آگے بوجھ اٹھادے ہمن کے نال

(۲)

عشق کی شمشیر کے جو مرد ہوتے ہیں قتیل[1]
ان کو مشہد جنت اور جریان خوں ہے سلسبیل
خون انکھیوں کا کیا انجھواں کے تئیں دل نے سبیل
غیر کوں کیوں دیکھتے ہیں گھر میں[2] تیرے دخیل
سرمہ داں[3] کب چشم تیری کے برابر ہے سیاہ
فرق ہے ہر موتیں مژگاں کے اس میں[4] میل میل
اب تو ملنے بن نہیں ہوتا ہے مجھ دل کا نباہ
قصد جاں بخشی کا ہے تو مت کر اک دم کی ڈھیل
دل ہیں تیرے عشق کے آزار کو راحت کیا
بیٹھ کر آتش کے تئیں گلزار[5] کرتا ہے خلیل
دیکھنے میں دوستیں عاشق کے کچھ جاتا نہیں
اس قدر معشوق کیوں ہوتے ہیں درشن کے بخیل
خون کو اپنے کیا ہے تیغ کوں تیری مباح
آبرو ہے صدق پر اس قول کے دل کا کفیل

(۳)

کبھی تو دل کی مری عاجزی کوں مان جمال
خدا کے واسطے مت کر غرور سان جمال

---

(۱) ک میں مطلع یہ ہے:
عشق کے اثبات کوں عاشق کی خواری ہے دلیل
تب تو یوں سنتا ہے ان سب واعظوں کی قال قیل
۲۔ ہیں (ک)
۳۔ سرمہ داں (ک)
۴۔ کی (ک)
۵۔ گلزار (ک)

لباں کماں کی طرح کھینچ پے در پے
صدا کے مارتا ہے تیر تان تان جمال

ترے ہی نام ہے اقلیم راگ کی شاہی
بلند سر ہے تمھارا ہی نشان جمال

یہ شک[1] نہیں کہ تری تان خوبصورت ہے
بجا ہے راگ پہ اپنا ترا گمان جمال

سپر جگر کے کرے کیوں نہ چاک بھرتے تان[2]
یہ تیغ ساتھ نکلتی ہے لے کے سان جمال

تو ڈھونڈھ ڈھونڈھ تغافل کے گیت گاتا ہے
کسی کے جیوں کوں کھووے گا تو ندان جمال

کلیم کیونکے نہ ہوئے دیکھ تجھ کوں[3] روشن چشم
تو سر سیں پاؤں تلک سر میں کی ہے کان جمال

(۴)

تری انکھیوں میں دل اے شوخ اچپل	کیا ہے طاقت دے تاب بے کل
سیاہی کا ہوا ہے روشنی نام	لگایا جب سیں تو انکھیوں میں کاجل
گلے تیرے پڑے کیونکر نہ یہ دل	تمھاری ہی بغل میں اس کو ہے کل
ترا دیدار پایا اے سُدھی[4]	سب عاشق گاوتے ہیں آج منگل

وہیں پاؤگے یارو آبرو کوں
جہاں کہیں عاشقاں کا ہوئے دنگل

(۵)

کیوں پڑا اس غم کے لباڑوں میں دل	اب گنو[5] اس زلف کے باروں میں دل
ہر طرف سیں ہے بتاں کی مار مار	گوٹ ہے چوپڑ کے ان ساروں میں دل
شوق سیں جس گھر میں تو ہو جلوہ گر	آئینے ہو جائے[6] دیواروں میں دل

۱۔ یو (ک)
۲۔ بھرتی تان (ک)
۳۔ نہ تجھے دیکھ ہوئے روشن چشم (ک)
۴۔ سو بدھی
۵۔ گنو (ک)
۶۔ ہو جائیں (ک)

دم بدم ناحق نہ ہو زخمی سو کیوں | جا پڑا ہٹ دھرم[1] ہتھیاروں[2] میں دل
جب سیتی دیکھا ہے وہ خال سیاہ | تب سیتی رہتا ہے رخساروں میں دل
ٹوٹ جاتب کیا کروں حرفت کا کام | تھا بڑا عاشق کے اوزاروں میں دل

آبرو ہو ایک گل کا عندلیب
خوار ہو جاتا ہے دو چاروں میں دل

(۶)

مگر تم سیں ہوا ہے آشنا دل | کہ ہم سیں ہو گیا ہے بے وفا دل
چمن میں اوس کے قطروں کی مانند | پڑے ہیں تجھ گلی میں جا بجا دل
جو غم گذرا ہے مجھ پر عاشقی میں | سو میں ہی جانتا ہوں یا مرا دل
ہمارا ابھی کہا تا تھا کبھی یہ | سجن تم جان لو یہ ہے مرا دل
کہو اب کیا کروں دانا کہ جیوں ل | برہ کے بھاڑ میں جا کر پڑا دل

کہاں خاطر میں لاوے آبرو کوں
ہوا اس میرزا کا آشنا دل

(۷)

لگا ہے دل کوں ہمارے ترا خیال جمال
یہ زخم تان کا سائے گا ماہ و سال جمال
برن سیاہ تمھارا مگر مداری ہے
کہ ترے راگ سیں مجلس میں ہے دھمال جمال
لوگوں کے دل کوں لیا ہے تمھوں نیں پانگ بلند
یہ اور بھی کسی دلبر کی ہے مجال جمال
تمام تان کے زخماں سیں تر بھرا تے ہیں
خدا کے واسطے مجلس کا دیکھ حال جمال
خدا تجھے بھی کرے باغ بیچ راگ کے سبز
تری صدائیں کیا ہے ہمیں نہال جمال

۱۔ ہٹ دھرم (ک) ۲۔ ہتھیاروں (ک)

سنا ہے جب سیں ترے مکھ سیں راگ ساگر کوں
بھرا ہے اشک سیں تب آبرو نیں تال جمال

(۸)

نکلے تم آ صبا کی طرح جب چمن میں بھول
گل بن کے دیکھ تم کوں گئے ہاتھ پاؤں بھول
آزار ہے تمام سجن ہجر کے نہ پوچھ
جب یاد آوتے ہیں تبھی جیو جا ہے بھول

(۹)

عشق دولت ہوا ہے ہم کوں اقبال[1] — غم سیں دل بھر رہا ہے مالا مال
اشک سوں جل کے گل گئے گل رو[2] — آتشیں رنگ دیکھ تیرے گال
کیا کہوں تیرے رنگ کی خوبی[3] — برگ گل کی طرح زباں ہے لال
دو جہاں بیچ سرخ روئی ہے — جس کے دل میں بسے نبی کی آل
لطف کر کے نہال کرنا ہے — یہ نہ کہ عاشق کے دل کو[4] دیجے ڈال
تان چوگان تھی و دل تھا گیند — راگ میں صوفیوں کا دیکھا حال
تجھ تغافل کی تیغ نیں ظالم — شہر خالی کیا ہے سب ڈھنڈال
حق تجھے آبرو نصیب کرے
آج خوش ہوا ہوں دیکھ جمال

(۱۰)

جو کہ فرماؤ[5] گے سب کچھ ہے مجھے دل سیں قبول
حکم سیں تیرے نہیں ہے ہم کوں اے شاہد دول
اے سجن عاشق کا دل یو دیکھ آپس کی شکست
ہو گیا ہے زرد غم سیں جس طرح توڑے کا پھول

۱۔ اقبال (ک)
۲۔ کئی گل رو (ک)
۳۔ سرخی (ک)
۴۔ نگہ (ک) عاشق کوں (ک)
۵۔ فرماؤ (ک) سو (ک)

(۱۱)

کیا ڈھونڈھتا ہے زلف کی بُو کا سراغ گل
سنبل کی طرح کیوں ہے پریشاں دماغ گل

کون آوتا ہے باغ میں صہبا کشی کے تئیں
شیشا ہوا ہے سرو سراپا ایاغ گل

جلتا ہے اب تلک ترے مکھڑے کے رشک سیں
ہر چند ہو گیا ہے چمن کا چراغ گل

سوداگر ہوا ہے ترے حسن کا اسے
بازار میں جو چھوڑ کے آیا ہے باغ گل

تجھ شعر کی شگفتہ زمیں دیکھ آبرو
لالا کی طرح جل کے ہوا داغ داغ گل

(۱۲)

تڑپھڑاتے میں نظر آئے اگر کہیں[1] آیا قاتل
تب توں بسمل کوں ہوا جان کا دینا مشکل

شوق میں کوچۂ دلدار کے جب روتا ہوں
اشک کی شکل ہو انکھیوں سیں نکلتا ہے دل

(۱۳)

گورے مکھڑے پہ ترے حسن کا ضامن ہے یہ تِل
ہو ہے کافور کی پرداز کوں[2] مانع فلفل

وصل کی عرض کا جب وقت کبھی پاتا ہوں
حیا میں خاموشی سیں تب لب مرے آپس میں مل

(۱۴)

بہار آئی گلی کی طرح دل کھول ۔ گلوں کی بھانت سن بلبل کے بول
پیا تیرے زنخ میں جاہ کرکے ۔ ہوئے سب عاشقاں کے دل ڈواں ڈول

۱۔ نظر آئے کیا کہیں (ک)
۲۔ پرداز کوں کافور کی (ک)

ہمارے جان و دل سیں غم نیں ضد کی ہوا دل تنگ و جامے میں پڑا جھول

بلا ہے راہ بہکانے کوں یہ زلف گیا ہے بیچ اس کے دیکھ مرغول

بکائی ہاتھ اس کے آپ زر دے

بھلا یوسف زلیخا نیں لیا مول

متفرقہ

خوبی کا نقش اوٹھنے لاگا بناؤ سیں اب

تم بات خوب بوجھی جو ہم کہی تھی منھ مل

جھک گئے دیکھ دیکھ حسن و جمال خط جو پایا سجن کے آکر نال

ہار کے دانت کاڑھ دیتا ہے جس کوں پہنچے ہیں گنجفے میں خلال

اس طفل گاؤدی سیں مرا جی گیا ہے جل جاتا ہے ایک ہانک پے طوطی کی سن کے بھول

انکھیاں لگی ہیں تم سیں مری جب سیں اے چنچل

تب سیں نہیں قرار مرے دل کوں ایک پل

ڈوبا ہے نقش پا کی خجالت منیں کنول

پانی خرام دیکھ پیا کا گیا ہے جل

کرتا ہوں اس کی عقل پر افسوس ہاتھ مل

جو برگ گل کہے تری انکھیوں کوں فی المثل

عشق کے اثبات کوں عاشق کوں خواری ہے دلیل

تب تو یوں سنتا ہے ان سب واعظوں کے قال و قیل

اضافہ (د ک) بغیر عاشق بتاں کی خوش قدی ہوتی ہے بے حاصل

صنوبر جانیے تب جب لگا ہو اس میں کوئی دل

سیم تن جب عمر سیں اترا تو نہیں رہتا ہے مال
کم کوئی بازار میں لے ہے مروپیا غیر سال

بغیر عاشق بتاں کی خوش قدی ہوتی ہے بے حاصل
صنوبر جانتے تب جب لگا ہو اس سیں کوئی دل

زاہدوں کے تئیں اگر ہوتا ہے جو اک مقدار علم
چھوڑ کر شملے کوں کیوں ہوتے ہیں وے اصحاب الشمال

صبح اٹھ حمام جاتے ہیں طمع سیں اس کے نال
رات جو دیتا ہے ان لونڈوں کے تئیں یک مشت خال

جگت کے نوجواں گل رو لنے پر ہیں لٹو یا لکل
فجر سوتے سیتی اٹھتے ہیں سارے بولتے بلبل

ردیف م

دیوانہ[1] ہو گئی ہیں ترے مکھ کوں تار چشم
روتی رہی پلک کے گریباں کوں پھاڑ چشم
ان[2] بن جگت کا دیکھنا بھاری ہوا مجھے
پیار[3] گے نباں ہے چہرے کے اوپر پہاڑ چشم
چھت اک نگاہ بجز نہیں اور گناہ کچھ
ظالم اپتے غضب سیں مرے پر نہ کاڑ چشم
عینک جیسیں کہ گھات نظر کی ہے آنکھ کوں
یوں دل کے دید کرنے کوں ہوتی ہے آڑ چشم

۱۔ ہیگی (ک) ۲۔ تن کا (ک) ۳۔ پیاری بنا کے (ک)

لیلےٰ کا حسن دید کیا چاہتا ہے توں
مجنوں کی جائے چشم کے بھیتر گھساڑ چشم
اس ڈر کہ نیند چور ہو تجھ بن مت آ ڈھنے[1]
باندھی ہے گرد رات کوں پلکاں کی باڑ چشم
دھنس بیٹھ کر کے جائے پہنچتی ہے آبرو
دیکھے ہے گرد یار کے جو بھیڑ بھاڑ چشم

(۲)

دلدار کی گلی میں مکرر گئے ہیں ہم
ہو آئے ہیں ابھی و پھر آ کر گئے ہیں ہم
بے رحم و بے وفا و تنک رنج و تند خو
تجھ کوں ہزار نانو سجن دھر گئے ہیں ہم

(۳)

ہم مارتے ہیں جس کے اخلاص کا سجن دم
رکھتے ہیں اس کوں اپنے جی میں عزیز تر ہم
ڈرتے ہیں دیکھ دل میں یہ اہتمام رستم
ہو فرش لاکھوں سیں جو تجھ گلی میں جا جم
جس وقت رحم تیرا لگتا ہے غیر کے تیئں
اس وقت اشک سیتی جاتے ہیں جان مرہم
سات آسماں کے اوپر کرتے ہیں سیر تب ہی
جس وقت سا دھنا میں تم گاؤتے ہو سرگم
معشوق بن کے گیسو شرطا آن گر پڑے ہیں
جس کے نہ ہوئیں زلفیں کیسے نہ اس کو بالم

(۴)

نیمہ لبریز امید و نیمہ لبریز بیم
گلشن ایماں کا رعنا گل ہے تیرا دل دو نیم

۱۔ دھنسے (ک)

تجھ تجلّی کی صفت کیوں کر بیاں میں آسکے
دیکھ کر تیری جھلک بے ہوش ہو جا ہے کلیم

اس گلی کے تئیں نہیں پہنچ سکتا ہے یہ میرا غبار
خاک حسرت ہو گئے پر تو کرم کرا ے نسیم

رنگ میں جو گندمی ہو اور بدن میں نیم گوشت
اس طرح کا حسن ہو ہے حق میں عاشق کے حلیم

عشق کے آتش میں بے شک معجزا عیسیٰ کا ہے
زندہ اس کے دم سیں ہو ہے شمع جوں عظم رمیم

بے کسی دل کوں ہمارے آبرو ہے عشق میں
قیمتی ہوتا ہے وہ گوہر جو ہوتا ہے یتیم

تجھ بھواں کی دیکھ کر باتاں و یہ طرز ادا
دل مرا قبلے کی سوں پیارے ہوا جا[1] ہے دونیم

آبرو کہنے میں جیسے زہر کوں میٹھا کہیں
اس طرح اس سنگ دل کا نام ہے عبدالرحیم

(۵)

عجب میں ہوں کہ اپنے یار ہوئے کے باہم
کرے ہے ہم سیں سجن تم نیں آشنائی کم

ہمارے دل کی غلامی میں کیا قصور آیا
کر اس کوں دیکھ کے تم اس قدر ہوئے برہم

مگر یہی کہ کبھی تم جو انکھنے ہوتے
تو اس طرح کوں تمھاری نہ دیکھ سکتے ہم

کہتے کہ جان اتا ہم سیں کیوں ہو تم ناخوش
مرے گناہ کوں بخشو دلوں سیں ہو خرم

تم اس گناہ کے بخشوانے کوں ہو کے خفا
کتے ہو سب سیں کہ لڑتا ہے ہم سیں یہ ہر دم

طرح ملاپ و محبت کی پھیر ڈالی ہے
لگے عتاب سیں کرنے ہمیں پے ظلم و ستم

خدا کے واسطے اس طرح مہربانی کر
کہ میرے جیو سیں جاتا رہے تمام الم

کہہ ہم تو جان سیں اپنی غلام ہیں تیرے
ہمارے حق میں[2] مگر تو دریغ اپنا کرم

---

[1] ہوا جا ہے (ک)، ہوا ہے جا (ر)   [2] نکر (ک)

اگر برے کوں بھی عالم میں آبرو دیجے
تو خوب یوں ہے کہ رکھ لیجیے اس کا بھرم

(۶)

جلتے تھے تم کوں دیکھ کے غیر انجمن میں ہم
پہنچے تھے رات شمع کے ہو کر برن میں ہم

تجھ بن جگہ شراب کی پیتے تھے دم بدم
پیالے سیں گل کے خون جگر کا چمن میں ہم

لاتے نہیں زبان پہ عاشق دلوں کا بھید
کرتے ہیں اپنی جان کی باتیں نین میں ہم

مرتے ہیں جان اب تو نظر بھر کے دیکھ لو
جیتے نہیں رہیں گے سجن اس بتھین میں ہم

آتی ہے اس کی بوسی مجھے یاسمن میں آج
دیکھی تھی جو ادا کے سجن کے بدن میں ہم

جو کوئی کہے گا آپ کوں رکھتا ہے آپ عزیز
(دکھہ)
یوسف ہیں اپنے دل کے میاں پیرہن میں ہم

کیونکر نہ ہووے کلک ہمارا گہر فشاں
کرتے ہیں آبرو لیے تخلص سخن میں ہم

(۷)

آبرو کے نو خطاں نیں کری تیغ جب علم
تب فوج عاشقاں کی ہوئی قتل یک قلم

ڈہکاتے ہیں ہم کوں کمر بند باندھ باندھ
کھولیں ابھی تو جائے میاں کا نکل بھرم

ملنے کے بدھ میں ضد سیں نہ آیا کسی حساب
بنیے کا تھا امول جو ہوتا نہ ہٹ دھرم

مرتے ہیں جب کہ آن کے تو توڑتا ہے تال
سگھڑوں کے حق میں جان ترا ناچنا ہے سم

شوخی سیں ترے سرو کی دونی ہوئی بہار
رم نیں ترے الف کوں کیا گلشن ارم

کب ہر کسی کوں پیار کریں خوب آبرو
طالع ہرن اس کسی کے کریں اس اوپر کرم

(۸)

اے دین و دل کے خون کے پیاسے سیاہ چشم
سیکھے ہیں کس فرنگ سیں تیری نگاہ چشم

دونے ہوا میں شوق کی ہوتی ہیں پرفشاں
رکھتی ہے جب پلک پہ کبھی برگ گاہ چشم

آواز آدتے ہی ہمیں ہوش دگوش میں
تجھ بن[1] جگہ نگاہ کی کرتی ہے آہ چشم

پھر دیکھنے میں جان گرفتار ہو گیا
دشمن ہوئی یہ دل کی میرے خواہ مخواہ چشم

رہتا[2] ہے بادشاہ کا عالی سپاہ میں
مژگاں سیں سرکشوں میں ہوئی کج کلاہ چشم

(۹)

دلی کے بیچ ہائے اکیلے مریں گے ہم
تم آگرے چلے ہو سجن کیا کریں گے ہم

یوں صحبتوں کوں پیار کی خالی جو کر چلے
اے مہربان کیونکہ کہوں دن بھریں گے ہم

جن جن کوں لے چلے ہو سجن ساتھ ان سمیت
حافظ رہے خدا کے حوالے کریں گے ہم

۱۔ چلکے (پ) جگہ (ک)
سے یو (ک)

۲۔ رہتا ہے (ک) رہتا ہے (ک)
دیتا ہے (پ)

بھولوگے تم اگرچہ سدا رنگ جی ہمیں
تونا لؤ بین بین کے تم کو دھریں گے ہم
اخلاص بیں کتا ہے تھیں آ بر و ا بھی
آئے نہ تم شتاب تو تم سیں لڑیں گے ہم

(۱۰)

جاں تم بن یہ مر گئے ہیں چشم
آپ سیتی گزر گئے ہیں چشم
دل ہمارا تو تھا ہی خانہ خراب
اس سیں دونی یہ گھر گئے ہیں چشم
اک نظر آپ کوں دکھا کے سجن
دل ہمارے کوں کر گئے ہیں چشم

(۱۱)

ہر کسی کو کیا ہے زر نیں رام
نام کیونکر نہ ہو ٹکوں کا دام
تب جا آرام ہو مرے دل ہیں
جب وہ کافر ہوا آپ سیں آرام
ہاتھ آوے تو سوے نکل جا دیں
اب کے معشوق کا یہی ہے کام
گور کا زور مت پکڑ کافر
موت کے سیل ہیں گیا بہرام
سارے عالم سیں مار کے برہم
آ گئے ہیں سجن ترے در ہم
جب کہ ایسا ہو گندگی لونڈا
تب گنہ گار کیوں نہ ہو آدم
اس میاں کی صفت ہیں چل نہ سکا
کر نی ہو گیا کمیت قلم
من ہرن اس قدر بھی رم مت کر
بوجھ ظالم کسی کے جی کا مرم
شان سیں بات درد کی نہ سنی
میرزا ئی سے تم ہوے بے غم
مرلسر بے سرا ہو جو لونڈا
مار یے اس کے زیر پر اک بم
آبرو کے اوپر کرم جو کیا
اس کے چشموں اوپر رکھے یہ قدم

۱۔ دیکھ کر تجھ کوں مر گئے ہیں چشم (ک)
۲۔ دکھا کر کے (ک)
۳۔ تھا ہی ہمارا خانہ خراب (ک)
۴۔ تو سیں (ک)
۵۔ تبھی (ک)
۶۔ سوے (ک)
۷۔ گھریں (ک)
۸۔ گنہ سیں (ک)

(۱۲)

جو میاں کہتا ہوں اس کا نا نو سوکت ہے فہیم
ہے عدم کا انتہا پیارے کمر تیری کا میم

کیوں نہ رووں اس طرح اشک طفلاں کا حال دیکھ
گود میں انکھیوں کے ہم پالا ہے یہ طفل یتیم

نقد کوں غنچے کے جوں مت باندھ اپنے ہاتھ میں
جائے گا برباد رہتا ہے نہ زر باقی نہ سیم

خوں ہوا غنچے کا کھلنا دیکھ کر رنگ بہار
بوجھ دنیا کی طرح دل کی ہوئی امید بیم

متفرقہ

ڈرایا مت کرو عاشق کو ہر دم   اتا حوا بھی نہیں ہوتا ہے آدم

کھیلیں تھے تم سیں غیر جب ہی مل کے گنجفا
تب دیکھ دیکھ رشک سے ہوتے ہیں سوخت ہم ۱

اضافہ (ر)
دلدار کی گلی میں مکرر گئے ہیں ہم
ہو آئے ہیں ابھی تو پھر آ کر ہم

لالچی کیوں آپ کوں مشہور کروا یا ہے تم
مانگتے کیا ہو سجن کچھ ہم پہ لے دھروایا ہے تم

خط تراشی سیں ہوئے جو خوب رو جگ میں علم
ان کے تئیں برجا ہے کہنا صاحب سیف و قلم

۱۔ غیر تم سیں (ک)

اس سخت دل کوں موم کرو یا امام قوم
تیرے قدم شریف نیں پتھر کیا ہے موم

ردیف ن

ہم جان بلب ہیں مرگ اوپر دل بسرے کے جوں[1]
حرکت نہیں نہ حس ہے ہمن میں مرے کے جوں[2]

انکھیوں کا عیش تلخ ہے تم بن ٹک آملو
کڑوے انجھوں سے گھر کوں بھرا ہے گھڑے کے جوں

گل رنگ تجھ عذار کے سبزے کو کیا کہوں
لالے کے بیچ خوب لگے ہے ہرے کے جوں

عاشق ستاونے کوں سمجھتا ہے کیا مزاخ
کیوں عنبر بیچ بات کہی مسخرے کے جوں (مذاق)

ہیں تجھ گلی میں لخت مرے دل کے پائمال
صحن چمن میں برگ گلی[3] جھڑ پڑے کے جوں

طفلاں کے سنگ در ہیں[4] دوانے کوں آبرو
دل مست کے بغل میں ہے شیشے بھرے کے جوں

(۲)

شب سیاہ ہوا روز لے سجن تجھ بن
مثال شمع جلے اہل انجمن تجھ بن

ہوئی ہے جان مجھے زندگی مرن تجھ بن
کفن ہوئی ہیں بدن کے اوپر بسن تجھ بن

نہ شہر بیچ مرا دل لگے نہ صحرا میں
کچھ آوتی نہیں اے ماہ مجھ سین بن تجھ بن

ہوا ہے آگ کا شعلہ شراب پیالے میں
لگا ہے جان لباں کوں مرے دہن تجھ بن

اداس دل پہ ہمارا کہیں نہ جا پرچا
کٹھن ہوا ہے مجھے شہر میں بسن تجھ بن

۱۔ دل دھرے کے جوں (ک)
۲۔ حرکت نہیں نہ حس ہے ہمن میں (ک)
۳۔ برگ گل (ک)
۴۔ ہے (ک)

کبھی تو یاد کر اخلاص فاتحہ کہنا
کہ آبرو کا ہوا ہجر سیں مرن تجھ بن

(۳)

مت غضب کر چھوڑ دے غصہ سجن
آ جدائی خوب نہیں مل جا سجن

بے دلوں کی عذر خواہی مان لے
جو کہ ہونا تھا سو ہو گزرا سجن

تم سوا ہم کوں کہیں جاگہ نہیں
پس لڑو مت ہم سیتی بے جا سجن

مر گئے غم سیں تمہارے ہم پیا
کب تلک یہ خون غم کھانا سجن

جو لگے اب کاٹنے اخلاص کے
کیا یہی تھا پیار کا ثمرا سجن

چھوڑ تم کوں اور کس سیں ہم ملیں
کون ہے دنیا میں کوئی تم سا سجن

پاؤں پڑتا ہوں تمہارے رحم کو
بات میری مان لے ہا ہا سجن

تنگ رہنا کب تلک غنچے کی طرح
پھول کے مانند ٹک کھل جا سجن[1]

آبرو کوں کھو کے پچھتاؤ گے تم
ہم کو لازم[2] ہے اتنا کہنا سجن[3]

(۴)

عشق بن بخت کے امداد نہیں
چرخ بے داد کی فریاد نہیں

سبزۂ خط نہیں (ہے) جس لب کے
اس کے بوسے میں کچھ سواد نہیں

قید یہ آب و گل کی مشکل ہے
سرو بھی دیکھ کہ آزاد نہیں

قول ہر چند استوار دیے
آبرو لیکن اعتماد نہیں

۱۔ آگلوں کے ساتھ (ہی) کھل جا سجن (د)

۲۔ لازم تھا تمہیں کہنا سجن (د) اپنا کہنا (ک)

۳۔ (اضافہ د) یوں تڑپتا ہے مرا دل شوق میں
آگ میں ہوتا ہے جوں پارا سجن
اس قدر بے رحم ہو اور بے وفا
خوب ہم نے تم کوں پہچانا سجن

(۵)

عشق ہے اختیار کا دشمن صبر و ہوش و قرار کا دشمن
دل تری زلف دیکھ کیوں نہ ڈرے جال ہو ہے شکار کا دشمن
ساتھ اچرج ہے زلف و شانے کا مور ہوتا ہے مار کا دشمن
دل سوزاں کوں ڈر ہے انجھواں سیں آب ہو ہے شرار کا دشمن
کیا قیامت ہے عاشقی کے رشک یار ہوتا ہے یار کا دشمن
آبرو کون جا کے سمجھاوے
کیوں ہوا دوستدار کا دشمن

(۶)

غم نہیں اگر شراب کی مجلس میں ہم نہیں
ہم کوں تمھارے[1] عشق کے یہ کیف کم نہیں
کیوں مارتے ہو تیغ نکلتا نہیں ہے خوں
عاشق کے تن میں جان پیارے کہ دم نہیں
قائل تری کمر سیں کیا ہم نیں دھر[2] یا
[3] کہتا تھا وہ وجود میں جگ کے عدم نہیں

(۷)

جامے نہیں تنگ تیرے ہم کوں کیا ہے بس میں
ٹک آ گلے سیں لگ جا مرتا ہوں اس ہوس میں
بن ہاتھ کے چھوٹے ہی ہوتے ہیں ضعف لونڈے
رنڈی سیں بھی زیادہ نازک ہیں یہ مخنثیں

(۸)

مت مہر سیتی ہاتھ میں لے دل ہمارے کوں
جلتا ہے کیوں پکڑتا ہے ظالم انگارے کوں

---

۱ - متن کے (ک)
۲ - دھریے (ک)
۳ - کہتے تھے (ک)

چہرے کو چر کھاؤ کیا ہے انجھونیں یوں
(دھپڑ کیاؤ)
پانی کے دھائے کاٹتے ہیں جوں کوار سگوں

معقول کیوں رقیب ہو منت[1] سیں خلق کی
کوئی خوب کر سکے ہے خدا کے بگاڑے کوں

مرتا ہوں[2] لگ رہی ہے رمق آدرس کھاؤ
جا کر کہو ہماری طرف سے پیارے کوں

میں آ پڑا ہوں عشق کے ظالم بھنور میں آج
ایسا کوئی نہیں کہ لگا دے کنارے کوں

سینے کو ابرواں نیں ترے یوں کیا فگار
تختے ادر پہ چلا دیتے ہیں جونکر آرے کوں

اپنا جمال آبرو کوں ٹک دکھاؤ آج
مدت سے آرزو ہے درس کی بچارے کوں

(۹)

ہوتی ہے سر لیک منیں قتل عاشقاں یکے جان
کرتی ہے کام تیغ کا پیارے تری میان

ایسی[3] کہ دل میں تیر سی آکر لگی نہ ہو
پائی گئی ہے جان ترے حسن میں کم آن

(۱۰)

بتاں پتھر[4] ہیں سارے ہم سخن عاشق سیں کیونکر ہو
اگر ہنس کر کبھی بولے ہوں بے ہم سیں تو کافر ہوں

رقیب اب ہو چلے ہیں شیر اون کوں گھیر کر ماریں
تو عاشق کی شجاعت کے سخن تب سب کو[5] باور ہوں

۱۔ منت (ک)
۲۔ ٹک (ک)
۳۔ ایسے (ک)
۴۔ پتھر (ک) ہیں سارے (ک)
۵۔ کوں (ک)

کسی کی بات کی برداشت نہیں ان سادہ یاڑں کو
اگر دم مار یئے تو آئینے کی جوں مکدر ہوں

مرا موتی سا دل توڑا ہے بجشاتے ہو کیا میں بھی
تمھارے لعل سے لب کوں جو دکھ دوں تو برابر ہوں

لگائی غیر نیں آتش تو کیا ڈر آبرو ہم کوں
میں اپنے انجھواں کے گرم جوشی سے سمندر ہوں

(۱۱)

فجر اوٹھ خواب سیں گلشن میں جب تم نے ملی انکھیاں
گئیں مند شرم سوں نرگس کی پیارے جوں کلی انکھیاں

نظر بھر دیکھ تیرے آتشیں رخسار اے گل رد
میرے دل کی برنگ قطرۂ شبنم گلی انکھیاں

خراماں آب حیواں جوں چلا جب جان آگے سیں
انجھو کا بھیس کر پیچھوں سیں پیارے) بہ چلی انکھیاں

تمھیں اوروں سیں دونا دیکھتی ہیں خوشنمائی میں
ہنر جانے ہیں اپنا آج عیب احو . لی انکھیاں

پکڑ مژگاں کے پنجے سوں مروڑا یوں میرے دل کو
تری زور آوری میں آج رستم ہیں بلی انکھیاں

ترا ہر عضو پیارے خوشنما ہے عضو دیگر سیں
مژہ سیں خوب ترا برو و ابرو سیں بھلی انکھیاں

تحیر کے پھندے میں صید ہو کر چوکڑی بھولے
اگر آہو کوں دکھلاؤں سجن کی اچپلی انکھیاں

ہوئی فانوس گردوں کے سیہ کاجل سوں تارا یا
شب ہجراں میں تری شمع ہو یہاں لگ جلی انکھیاں

۱۔ بجشاتے ہو کیا میں بھی (د) ۳۔ اس کے (د) انجھوں (د)
۲۔ لال (ک) ۴۔ رستم سے بلی (د)

زباں کر اپنے مژگاں کوں لگی ہیں ریختے پڑھنے
ہوئی ہیں آبرو کے وصف میں تیری و لی انکھیاں

(۱۲)

کس کی رکھتی ہیں یہ مجال انکھیاں — کہ دیکھیں مکھ ترا سنبھال انکھیاں
سرمہ سیتی بنا سیاہ بدن — آج دل کوں ہوئی ہیں کال انکھیاں
رقص انجھواں کا بے اصول نہیں — کف مژگاں سوں دے ہیں تال انکھیاں
جب اٹھاتی ہیں گریہ سیں طوفاں — کف دریا کریں رومال انکھیاں
صید کرنے کوں دل کے مژگاں سوں — روتے ہیں بنا کے جال انکھیاں
دل کوں اک تل نہیں مرے آرام — لگی ہیں جب سوں تیرے نال انکھیاں
دل کی خونیں اگر نہیں تو کیوں — اس قدر ہیں تمھاری لال انکھیاں
تیر مژگاں کمان ابرو سیں — مارتی ہیں جگہ میں بھال انکھیاں

آبرو جب کبھی نگاہ کریں
تب بے جان تن سیں جی نکال انکھیاں

(۱۳)

کرتی ہیں ہر نگاہ میں وار انکھیاں — لگتی ہیں دل میں جوں کٹار انکھیاں
ہر نگہ میں ادا و غمزے میں — کرتی ہیں کام کئی ہزار انکھیاں
خواب میں دیکھنے کوں تیرے تئیں — نیند لیں بخت سیں ادھار انکھیاں
دل کی تب آرزو کا منھ دیکھا — یار سیں جب ہوئیں دوچار انکھیاں
اس بر و دوش کی تمنا میں — سر سوں پگ لگ ہوئیں کنار انکھیاں
اس گھڑی کوں دکھاؤ یا اللہ — کہ ملاوے انکھیوں سیں یار انکھیاں

۱۔ (د) میں انکھیاں کی جگہ آنکھیں ہے — ۵۔ خونی (ک)
۲۔ (ک) میں ریختہ کہتے ہیں.. — ۶۔ لگے (ک)
۳۔ رد پ نے (ک)
۴۔ پل (ک)

(۱۴)

تھاری جب سے آئی ہیں سجن دیکھنے کو لال انکھیاں
ہوئی ہیں تب سیں دونی خوشنما صاحب جمال انکھیاں

قیامت آن ہے اس وقت میں ان پر نزاکت کی
دیکھو آئی ہیں دکھنے کس جھمک سیں یہ چھنال انکھیاں

ایسے کیوں ٹوٹ آئیں جوش سیں پیارے حرارت کے
لگی تھی گرم ہو کر اس قدر یہ کس کے نال انکھیاں

علاج ان کا ہے پیارے عاشقوں کے رنگ کی ملدی
رنگیں اس میں کہو کپڑا کریں اپنا رومال انکھیاں

مرادل پوٹلی کی طرح ان پر گلے کے ٹک پھیرو
مجرب ٹوٹکا ہے اس میں آجاں گی بحال انکھیاں

ضرر ہے تند ہو کر دیکھنا بیمار کوں پیارے
ٹک اک پرہیز کر عاشق پے دو دن مت نکال انکھیاں

مرا دکھتا ہے جی یہ انمناہٹ دیکھ کر ان کا
ابلتا ہے بہت جب دیکھتا ہوں ہیں ملال انکھیاں

نذر بدتا ہوں اپنی جان و جی کو میں کروں صدقے
اگر دیویں مجھے اپنی شفا ہونے کی فال انکھیاں

نڑا ہے ان کے تئیں یہ درد کھوڑا سا کہ کرتی ہیں تھیں
ہمیشہ چشم پوشی آبرو کا دیکھ حال انکھیاں

۱۔ جب (د)
۲۔ ہیں گرد رد (د)
۳۔ رنگ (د)
۴۔ لک بلک (د)
۵۔ تند خو (د)
۶۔ دل اے ماہ (د) دیکھتا ہوں یہ ملال (د) مرا دکھتا ہے جی (ک)
۷۔ نظر (د) جیوں کروں (د)
۸۔ ٹڑا ہے ان کے تئیں یہ درد کھوڑا سا کہ کرتی تھ (ک)

(۱۵)

دیکھا ہے ہم نیں یار کا منھ جب سے خواب میں
آتی ہے نیند تب سیں ہمیں آفتاب میں

تجلت سے تجھ نگہ کی سجن غرق خوں ہوا
دیکھا یہ حال ہم نے نشّے کا شراب میں

کس کی نگاہ مست کی گرمی سے دل جلا
آتی ہے اب شراب کی بو اس کباب میں

(۱۶)

نہ ہووے کام دل کا کیونکہ حاصل عجز و خواری سیں
کہ دانا ہوا ہے سبز افتادگی سیں خاکساری سیں

جلا کر (کے) کیا سر تا قدم دل میں بھسم ہم کوں
جلا گھر یار سب اس ایک ذرّہ سی انگاری سیں

پھر آخر آبرو کوں کھو کے پچھتاؤ گے تم پیارے
یہ اتنی بات میں کہتا ہوں تم کوں دوستداری سیں

(۱۷)

مجھے عاشق مقرر کر کے یہ کیا ہے ستم کرناں
سجن یوں خوب نہیں ناحق کسی کو متہم کرناں

دوانے تجھ درس کے اشک ریزی سیں ہوئے دو گنے
نہیں نافع ان انکھیاں کے جنوں کو خوں ہے کم کرناں
خون کم

چلے جاتے ہو دوانے جلد جوں جوں ہم بلاتے ہیں
کرم کرنا ہے لازم آشنائی میں نہ رم کرناں

(۱۸)

جی نکلتا ہے مرے دل کا بلالے اس کوں نزع کا وقت ہے ٹک لا کے بلالے اس کوں

۱۔ کہ دانا سبز ہوا ہے (ک)
۲۔ ذرا سے (ک)
۳۔ کوں (ک)
۴۔ دونیں (ک)
۵۔ خون کم کرنا (ک)
۶۔ ملا (ک)

دل نادان یہ ظاہر کے تغافل سیں جلا
باطنی[1] لطف کا نہیں علم بوجھائے[2] اس کوں

(۱۹)

ہمارے سانورے کوں دیکھ کر جی میں جلی جامن
لگا پھیکا سواد اس کا نہیں لگتی بھلی جامن
سراپا آج نمکینی و نرمی و گدازی سوں
ہوا یہ سانولا گویا نمک میں کی گلی جامن
لگے ہے ترش ظاہر میں پے ہے یہ سانولا میٹھا
مزے داری میں ہے گویا یہ مصری کی ڈلی جامن
تمھارے رنگ کی تمثیل اس کوں دن (تو) کھل جاوے
خوشی سیں سانوری ہو کر کے کوُل کی کلی جامن
کیا رم سانورے نیں آبرو کوں دیکھ کر یاں[3] ز
لگا برسات کا موسم دیکھو یار دچلی جامن

(۲۰)

سیر بہار حسن ہی انکھیوں کا کام جان
دل کوں شراب شوق کا ساغر مدام جان
طرز نگاہ عجز ہی عرض حال ہے
اے رمز داں ہمن کے انکھیوں کا کلام جان
رسوا کریں گے تجھ کوں جگت میں نہال اشک
انجھواں کوں دشت اور صف مژگاں کوں تمام جان
تیری گلی میں دیدۂ و دل، فرش راہ ہیں
آہستہ ٹک قدم کوں کھلے خوش خرام جان
وحدت میں بے خودی کا عبادت ہوا ہے نام
میخانے کوں ادب سیتی بیت الحرام جان
تیغ اجل سوں کس کا سلامت رہا ہے جیو
شوخی سیں جب نگاہ کریں قتل عام جان
اس کوں شرف ہے جس کی کریں بندگی قبول
جو آبرو طلب ہیں سو اپنا غلام جان

۱- لطف پنہاں کا (ک)
۲- بجھائے (ک)
۳- گریاں (د) و (ک) و (ر)

(۲۱)

لٹایا چاہتی ہیں خاک و خوں میں مجھ بچارے کوں
سمجھتا ہوں تیری شمشیر ابرو کے اشارے کوں

کبھی نرگس کبھی گل ہو مری خاک عدم سیتی
نکلتی ہیں انکھیاں ہر فصل تمنا کے نظارے کوں

مری انکھیاں بنا کر دانہ ہائے اشک کی تسبی[۱]
فجر اٹھ دیکھتی ہیں تجھ درس کے استخارے کوں

(۲۲)

سر سوں لگا کے پاؤں تلک دل ہوا ہوں میں
یہاں لگ ہنر میں عشق کے کامل ہوا ہوں میں

سینکوں نگاہ گرم سیں خوش چشم کی مجھے
شمشیر اس بھواں کے سبں گھائل ہوا ہوں میں

مانند آسماں ہے مشبک میرا جگر
کس کی نگاہ سیں آج مقابل ہوا ہوں میں

بھاری ہے دیکھنا مرا تجھ کن رقیب کوں
چھاتی پے اس کی آج بجر سل ہوا ہوں میں

زلف مطوّل و دہن مختصر کوں دیکھ
تیرے درس کے علم میں فاضل ہوا ہوں میں (افضاک ر)

(۲۳)

خشم گیں ہو جب گرہ ڈالے صنم ابرو منیں
پیچ و تابی کا اثر تب سوں ہوا ہے[۲] مو منیں

آب حیواں جوں چھپا ہو پردۂ ظلمات میں
چشمۂ خورشید یوں پنہاں ہے تجھ گیسو منیں

۱۔ تسبیر (ک)
۲۔ ہر مو (ک)

اے صنم کافر نگاہی سوں تری یہ چشم شوخ
اوستاد سامری ہے شیوۂ جادو منیں

عاشق و معشوق میں کیوں دخل کرتا ہے رقیب
یک سر مو کی بھی گنجائش نہیں ان دو منیں

شیخ مے خانے میں سرخاتی بحث کرتا ہے کیوں
وعظ کب سنتے ہیں مستاں شور ہائے ہو منیں

رنج راحت ہے جنھوں کا عنصری ذاتی ہو ڑد
دل سمندر ہو ویگا ہے عشق آتش خو منیں

آبرو لڑکوں سیں کہنی بات نادانی ہے جان
اشک نے رسوا کیا ہر کوچہ و ہر کو منیں

(۲۴)

دل ہے ترے پیار کرنے کوں	جی ہے تجھ پہ نثار کرنے کوں[1]
اک لہر لطف کی ہمیں بس ہے[2]	غم کے دریاسوں پار کرنے کوں[3]
چشم میری ہے ابر نیسانی	گریۂ زار زار کرنے کوں
چشم نیں انجھواں کی تسبی لی	ظلم تیرا شمار کرنے کوں[4]
رشک سیں جب کوئی چھوئے وہ زلف[5]	دل اُٹھے مار مار کرنے کوں
اس ادا سوں لٹک لٹک مت آ	دل مرا بے قرار کرنے کوں
نانو کوں گرچہ تو مولا ہے	باز ہے دل شکار کرنے کوں

کیا کروں کس سے جا لگاؤں گھات
آبرو اس کے یار کرنے کوں

(۲۵)

نازنیں جب خرام کرتے ہیں   تب قیامت کا کام کرتے ہیں

۱۔ دھنتا ہے (ک)
۲۔ رکھا ہے (ر)
۳۔ تو ہم سیتی (د) دریا کے (د)
۴۔ (ک) میں نہیں ہے۔
۵۔ رشک کیا جب کہ چھوٹتی ہے زلف (د)

گل پلے جوں اُدس لیوں ترے مکھ پر ٹوٹ دل اژدہام کرتے ہیں
تم نظر کیوں چرائے جاتے ہو جب تمھیں ہم سلام کرتے ہیں
کیا تماشا ہے جب کہ دو[1] معشوق مل کے باہم کلام کرتے ہیں
مومنوں[2] کے دلوں کو یہ بدکیش کافری کر کے رام کرتے ہیں
عشق کی صف منیں نمازی سب
آبرو کو امام کرتے ہیں

(۲۶)

اب ٹک ستم سے باز رکھ عشوہ گری کے تئیں
کچھ مہر بھی تو چاہیے ہے دلبری کے تئیں
رکھا ہے[3] پیچ و تاب سیں زنار کے نمط
زلف سیہ بلائیں تری کافری کے تئیں
پکڑا ہے تب سیں تنگ مرے دل کوں شک نے
دیکھا ہے جب سو بر میں تری بکتری کے تئیں
مجھ خاک میں ملے کوں نہ ہو کیوں جنون رشک
دیکھا ہوں فرش راہ میں تیرے پری کے تئیں
گل چھوڑ عندلیب نیں غنچے پہ دل دھرا
پاؤں کی دیکھ لب پہ تمھارے دھڑی کے تئیں
کرتا ہوں اس کے حسن کی جھلکار کی صفت
جا شعر آبرو کا سُنا انوری کے تئیں

(۲۷)

کستے ہو کھینچ کھینچ کہو کیوں میاں کے تئیں
کرنا ہے قتل کس کوں چلے ہو کہاں کے تئیں

۱۔ وہ (د)
۲۔ مومناں (د)
۳۔ ڈالا ہے (ک) پیچ و تاب میں (ک)

اے خوش خرام چال تمھاری کے رشک سنے
ڈالا ہے پیچ و تاب میں آب رواں کے تئیں

(۲۸)

آشنا ہم سیں تم ہوئے نہ سو کیوں
حیف اس غم سیں ہم موئے نہ سو کیوں

دیکھ تجھ مکھ کی آب کوں یوسف
رشک سیں جا گرے کوئے نہ سو کیوں

دل کوں مژگاں سیں جب ہوا رشتا
تب جگر میں چبھن سوے نہ سو کیوں

عشق کا کھیت کیوں کہ ہو گا سبز
غم سیں تیرے نین چوے نہ سو کیوں

چاہ سیں آبرو کے خوش ہوتے
اس طرح کے پیا ہوے نہ سو کیوں

(۲۹)

ڈوباتے ہیں ترے لب بحر میں خجلت سیں مرجاں کوں
صدف میں شرم سوں چھپتے ہیں موتی دیکھ دنداں کوں

خط کافر ہیں تیرے گرد لب ہاسیں نمایاں ہو
فرنگستان کیا ہے آج اے پیارے بدخشاں کوں

(۳۰)

تمھارے دیکھنے کے واسطے مرتے ہیں ہم کھل سیں دکل
خدا کے واسطے ہم سیں ملو آکر کسی چھل سیں

تمھارے دل میں کیا نا مہربانی آ گئی ظالم
کہ یوں پھینکا جدا مجھ سے پھڑکتی مچھلی کو جل سیں

طریقا مہربانی کا شرافت میں یہ ہے صاحب
کہ افزوں ہو محبت روز دویم روز اول سیں

۱۔ ڈالا ہے (ک) پیچ و تاب میں (ک)
۲۔ آب رواں (ک)
۳۔ کبھی (د) ۴۔ مچھی تڑپنے کوں جوں جل سیں (د)
مچھی پھڑکنے کوں پکڑ جل سیں (پ)
مچھلی پھڑکتی کوں پکڑ جل سیتی (ک)

کرم اور فضل کر کے پھر تغافل اس قدر کرنا
خجل ہوتا ہے اے صاحب وفا داوں کے ڈنگل سیں
الٰہی کون زور[1] آور ہوا دشمن غریبوں کا
رکھا ہے کھینچ اپنی آشنائی کے تھیں دل سیں
خدا کے واسطے ٹک مہرباں ہو کر کرم کرنے
نہ کیجے سخت اپنے دل کوں اُن[2] بے تاب و بیکل سیں
پڑے گا شور اگر بدنام ہوگا آبرو جگ میں
جکڑ دیوانے کوں اپنے مہربانی کے سانکل[3] سیں

(۳۱)

عاشقی کی راہ کی دیکھی ہے اونچ اور نیچ میں
سو ہزار آفت ہے اس بانکی گلی کے بیچ میں
فربہی پر بھول کر تنگی کر دلوں کے جی کا بوجھ
مت اٹھا اے احمق خر گر پڑے گا کیچ میں

(۳۲)

تمھارے دیکھنے کے واسطے مرتے[4] ہیں مدت سیں
نہ ملنا اس قدر بر جا نہیں اہل مروت سیں
غریبی عاجزی بے چارگی سے عرض کرتے ہیں
اکڑنا اس میں بر جا ہے جو کہتا ہووے قوت سیں
خدا کے واسطے جی سیں کپٹ کوں دور کر ظالم
کہ ہم یہ بات کہتے ہیں تجھے دل کی محبت[5] سیں
طبیبوں نے اگر چھوڑا ہے یوں مطلق مریضوں کو[6]
تو اب آزاریوں کیا رہی امید فرصت سیں

۱۔ (د) میں نہیں ہے
۲۔ کے تئیں بے تاب و بے کل (د)
۳۔ سانکل (ک)
۴۔ مرتیں (ک)
۵۔ مروت سیں (د)
۶۔ کوں (د)

گنہ کے بخشنے کوں حق تعالیٰ[1] نے کہا ہے یوں
کہ جو بخشے گنہ اوس کوں کروں گا یاد رحمت سیں
غلامی میں ہماری کیا قصور آیا ہے اے صاحب
کہ یوں نامہرباں ہو کر کیا مردود[2] خدمت سیں
کہو اے آبرو کیوں کر جیے گا درد و غم سیتی
یکایک جب ہوا ہے یوں[3] جدا صاحب کی خدمت سیں

(۳۳)

دور خاموش بیٹھ رہتا ہوں　　اس طرح حال دل کا کہتا ہوں
سرکوں اپنے قدم بنا کر کے　　عجز کی راہ میں نبہتا ہوں
(نباھتا)

(۳۴)

نین تیرے درس بن رات کوں خونبار ہوتے ہیں
سحر گہ[4] چاک ہو گل کی طرح رخسار ہوتے ہیں
پڑے ہیں درد کے دریاؤں میں منجدھار اے ساجن
کرم کر کے تمھاری مہر[5] سیں ہم پار ہوتے ہیں
الٰہی کچھ نہیں معلوم ہوتا کس سبب ہم پر[6]
کرم فرما کے[7] پھر کیوں اس قدر بیزار ہوتے ہیں
تمھارے لطف سیں ہم کوں سبھوں کے بیچ عزت ہے
تغافل سیں پیارے[8] ہم تمھارے خوار ہوتے ہیں
مروت[9] مہربانی اس قدر کر کے تعجب ہے
ستم کرنے کوں پھر کیوں اس قدر تیار ہوتے ہیں

۱۔ نیں (ک)
۲۔ کیا ہے دور (د) و (ک)
۳۔ ہوا یوں کر (د)
۴۔ فجر کوں (ک)
۵۔ لطف سیں (ک)
۶۔ مجھ پر (د) ناحق (ک)
۷۔ وہ اب (د)
۸۔ پیارے
۹۔ مرے پر (د) ہوشیار ہوتے ہیں (ر)

ر غلط بوجھا تھا الحق جو کہ دولت مند ہیں صاحب
سوئی مرزا غریبوں عاجزوں کے یار ہوتے ہیں
جو صاحب آبرو ہوتے ہیں سو اب اے میاں صاحب
ایس کے عاشقوں کے حال کے غمخوار ہوتے ہیں

(۳۵)

جگر میں خون کا قطرہ رہا نہیں | کہ انجھواں ہو کے انکھیوں سے بہا نہیں
ڈسا ہے کیوں ہمارے دل کوں پیارے | اگر کاکل تمھاری اژدہا نہیں

(۳۶)

بھایا ہے دل بیترے اوصاف نیں | کرم نیں مروت نیں الطاف نیں
یہی سادہ رو ہے وہ بیداد گر | کیا ہے ستم ہم پے انصاف نیں

(۳۷)

دونوں جہاں میں کافی ہیں ہم کوں یے پنج تن
محمد اور علی فاطمہ حسین و حسن
نظر سو مہر کی جس کوں نبی نیں نستارا
دل اس کا جلوۂ دیدار کا ہوا درپن
علی ہے شیر خدا جن نیں ذوالفقار سے کاٹ
جنگل کوں کفر کے سب دین کر دیا گلشن[۲]
محبت اور غلامی ہے فاطمہ کی فرض
کہ جس کے نام سیں دوزخ کی سرد ہوے اگن
حسن حسین ہیں دو آفتاب اور مہتاب
کہ عرش فرش جھلک سیں جنھوں کے ہے روشن
اسی کوں روز قیامت کے ہوئے گا دیدار
جو ان کی خاک قدم کوں کرے گا کحل نین

۱۔ (د) بہا نہیں ہے ۔ دولت مند ہیں مرزا (ک)
۲۔ سو کا ہے کوں غریبوں ۔ ۳۔ کیا ہے چمن (ک)

اسی کوں حشر میں ہے آبرو اسی کوں نجات
کہ جس کے ہاتھ میں ہو اہل بیت کا دامن

(۳۸)

قرباں ہوا ہوں دیکھ ترے مکھ کی عید کوں
اب خاک وخوں ہے باغ ارم مجھ شہید کوں
ابرو ترے کی یاد میری دل سیں کیونکہ جا
موندا ہے میں نیں قفل ہیں پیارے کلید کوں
سونا تجا و بھوک (گنوائی) ہوا یہ روپ
کستے ہو کیوں اتنا بھی سیاں زرخرید کوں
بوسے لباں کوں کھول ہمن سیں کبھی وہ لال
شکر چڑھاوتا ہوں میں زہدی فرید کوں (اضافہ ک)

(۳۹)

کل نیں آ باغ میں حیران کیا نرگس کوں
نہیں معلوم کہ یہ دیکھ رہی ہے کس کوں
عیب داری سیں نہ ہو کیوں کہ منرورِ سفلہ
زر ہوا جب کہ کلنک آن لگا پارس کوں
آج قوال نچے تو نیں کیا حلقہ بگوش
نغمہ سازی سیں سب اس دائرہ مجلس کوں
جب لیا تنگ بھر آغوش میں وہ نازک تن
لے گیا جاں کوں وہ کاڑھ مزے کے رس کوں
بوالہوس کا ہے کوں مرتا ہے کر عاشق کی ریس
کیوں عبث جان کوں دیتا ہے تو اس کے بس کوں

۱۔ گنوائی (ک)
۲۔ کس (د)
۳۔ سفلا (ک)
۴۔ جو کیا (د) اپس دائرۂ مجلس کوں (د)
۵۔ مزے کے رس کوں (د)
۶۔ نے

سرمہ سیں کیونکہ نہ ہو چشم کی خوبی ظاہر
شمع کی جلوہ گری ہو ہے نمایاں تس کوں

آبرو خاک میں اس طرح نہ مل جائے تو کیوں
تم نیں تو یار کیا آپ میں اب جس تس کوں

(۴۰)

گلی کیلی ہے پیارے اندھیری راتیں ہیں
اگر ملو تو سجن سو طرح کی گھاتیں ہیں

بتاں سیں مجھ کوں تو کرتا ہے منع اے زاہد
رہا ہوں سن کہ یہ بھی خدا کی باتیں ہیں

ازل سیں کیوں یے ابد کی طرف کوں دوڑیں ہیں
وہ زلف دل کے طلب کی مگر براتیں ہیں

رقیب عجز سیں معقول ہو سکے ہیں کہیں
علاج ان کا مگر جھگڑیں ہیں دلاتیں ہیں

کرو کرم کی نگاہاں طرف فقیروں کی
نصاب حسن کی صاحب یہی زکاتیں ہیں

رہیں فلک کے سدا ہیر پھیر میں نامرد
یے رنڈیاں ہیں کہ چرخا ہمیشہ کاتیں ہیں

لکھوں گا آبرو اب خوش نین کوں مرنا ما
پلک قلم ہیں مری مردمک دواتیں ہیں

(۴۱)

چین بچیں ہو شوق کے میرے بڑھاو کوں
زینا ہے موج بادہ نشے کے چڑھاؤ کوں

۱۔ نہ ہوے (د) ہو ہے ہے نمایاں تس کوں (د)
۲۔ جانے کیوں (د)
۳۔ ہر اب کس کوں (د) سیں (ک)
۴۔ بڑھاڑ (ک)
۵۔ چڑھاڑ (ک)

کھیوا نہوئے کیونکہ تماشائیوں کا یار
پلے ہیں[1] مثل سرمہ تجھ انکھیوں کی ناؤ کوں
بے ساختگی[2] کوں دیکھ نہیں جیوتے[3] کا خلق
ٹک کم کرا سے خدا کے سنوارے بناؤ کوں
چاہے سپید رنگ ولایت کا آدمی
جو ہے مغل سو دوست رکھے ہے پلاؤ کو
برداشت کر رہے ہوا تے عاشقاں کا بوجھ
صد آفریں ہے جان تمھارے سماؤ کوں
مشکل ہے میں کہتا تھا نہو یار کا حریف
دل اب تو تونیں روئے دیا اپنے داؤ کوں
چھوڑ آبرو کوں غیر کی بیٹھے بغل میں جا
ظاہر کروں سبھوں میں تمھارے چھپاؤ کوں

(۴۲)

برستے ہیں نین پیارے لگی ہیں اشک کی جھڑیاں
تمھارے پاس بن دن رات پھرتیں[4] ہیں یوں کھڑیاں
انکھیوں سیں جب انھیں دیکھیں نظر سیں تب اثر جاوے
کماں سیتی بھواں تیرے ہیں ان ناوک مژہ چھڑیاں
گئی اب قید میں آ زلف کی دل کی اکڑ ساری
کریں ہیں نرم دیوانے کے تئیں زنجیر کی کڑیاں
ہجوم آ کر ہوا ہے گرد اس سلطان خوباں کے
تماشا دیکھ لو سرور کے گویا آج ہے چھڑیاں
مزے داری کا دعویٰ کیوں نہو بنیوں کے لڑکوں کو
حساب ان کی طرف سے ان کی باتیں ہیں سبھی بڈیاں[5]

---

۱ - پلے ہیں (ک)
۲ - یہ (ک)
۳ - اسیتے (ک)
۴ - پھرتے ہیں (ک)
۵ - بڑیاں (ک)

(ورق ۱۴۱ کے حاشیے پر "ق" کی ردیف کی ایک غزل کے چھ اشعار لکھے ہیں جو جلد بندی میں کٹ گئے ہیں) آخری شعر یہ ہے۔

ایک شوہر سے وفا یہ زال دنیا کیا کرے
مرد باغیرت ہے وہ نا . . . طلاق

جدائی کی اندھیری رات میں دیکھو تماشا ہے
انکھیوں سیں چھوٹتی ہیں آتشیں انجھواں کی پھولجھڑیاں

کیے ہیں فتح ہم نیں رتخنے کے آبرو قلعے
کہ بیتیں سناؤں کی طرح زیور کے جوں گڑیاں

(گھڑیاں)

(۴۳)

یار روٹھا ہے ہم سیں منتا نہیں ۔ دل کی گرمی سیں کچھ اوہنتا نہیں
تجھ کو گہنا پہنا کے میں دیکھوں ۔ حیف ہے یہ بناؤ بنتا نہیں
جن نیں اُس نوجوان کو برتا ۔ وہ کسی اور کو برتتا نہیں
کوفت چہرے پہ شب کی ظاہر ہے ۔ کیوں کے کہیے کہ کچھ وہ جلتا نہیں
شوق نہیں مجھ کوں کچھ مشیخت کا ۔ جال مکڑی کی طرح تنتا نہیں
تیرے تن کا خمیر اور ہی ہے ۔ آب [۲] وگل اس صفا سیں سنتا نہیں

جیو دینا بھی کام ہے لیکن
آبرو بن کوئی کرنتا نہیں

(۴۴)

نہیں رکھتا قدم اس طرف کوں جس اور عاشق ہیں
کوئی کہتا نہیں کیا جگ میں یے ہی چور عاشق ہیں
اکڑا اور ڈنڈ دکھلا کربتاں کو رام کرتے ہیں
کہو دتی کے یہ ہندوستاں زا زور عاشق ہیں

۱۔ ہلتا (ک)
۲۔ قرب گل اس صفا سے (د)

پتنگ آ شمع پر جس طرح پیارے جیو دیتے ہیں
سرس اس سیں بھی تیرے حکم کے سب دور عاشق ہیں
دل پر داغ ہوتے ہیں نشاں اس تیر کے اڑاڑ
نگہ کے مار کھاتے کے گویا یے موز عاشق ہیں
رہے ہیں شوق کے دریاؤ میں ہم آبرو ڈوبے
ہمیں دے جانتے ہیں جو کوئی سربور عاشق ہیں

(۴۵)

سبب کیا ہے کہ آج انکھیاں نظر آتی ہیں کچھ بھریاں
نگاہیں تھیں جو مہر آموز سو سب قہر میں بریار
گئے جس وقت سیں ہو کر جدا تم ہم سیں اے پیارے
ہوئے سو مرتبہ آتش ہیں ہم اس وقت سے بریاں
انجھو انکھیوں سیں جب سیں ٹوٹ کر کے خاک پر لوٹے[1]
ترا مکھ دیکھ پریاں اس طرح بے ہوش ہو پریاں[2] گی
پہن کر اے صنم زنّار کوں کاجر کے ہر ساعت
تری چشم سیہ کرتی ہے عاشق ساتھ کافریاں

(۴۶)

صاف و خوش اسلوب ترا ایسا نہیں آتا ہے بن
کن گڑھا ہے جان میرے یہ ترا سیمیں ذقن
اس زمانے بیچ گو کس قدر نایاب ہے
ڈھونڈھتے ہیں پر نہیں پاتے کہیں تیرا دہن
خلق سیتی خوشنماتر ہے سجن تیری اکڑ
آدمیت سیں یہ زیبا تر ہے تیرا بانکپن

۱۔ جو ٹوٹ کر یہ خاک میں لوٹے (د)
۲۔ گریاں (د)

(۴۷)

سب جان بوجھ کرکے میری بے کلی میاں — کیا واسطا تھا آکے خبر کیوں نہ لی میاں
ناحق کے اٹھنا[1] دو جو کرتے ہو ہم سیتی — یہ بانکپن کی طور نہیں[2] ہے بھلی میاں
آخر کوں ہوگا خون ہمارا تمھارے سر — یہ بات ہم میں خوب طرح[3] اٹکلی میاں
باقی یہ عمر یوہیں ارادا کہ کیجیے — صرف عاشقی کے[4] بیچ تمھارے دلی میاں
(رکیوں ہے)

(۴۸)

سخن رنگیں مگر اعجاز ہے صاحب جمالوں کوں
جدا ہر بات میں کرتے ہیں گویا لب سیں[5] لالوں کوں
جو قطرے ہیں سو چشموں کی طرح دریا ہو کر اڈیں
اگر کنجی[5] مژگاں کھول دیں انجھواں کے تالوں کوں
مگر ما ما سیں[6] اپنے بوالہوس ہیں شوق یہ سیکھا
کہتا ہے چاہتا ہوں یار کے گالوں کے خالوں کوں
جدی نسبت ہے میرے دل کوں لڑکوں سیں رقیبوں کے
لڑے[7] تو کیا ہوا[8] اکرتا ہوں پیار ان خوردسالوں کوں
تبھی بے اختیار انکھیوں سے چلتا ہے اندپانی
جبھی منھ بند کر کے روکتا ہوں دل کے نالوں کوں
پھر کھا کھا کے غم کیوں نہ مرجائے آبرو وہ دل
جو گورے چھوڑ کرنے کے چاہتا ہے جی سیں کالوں کوں

(۴۹)

دل نہیں ہوتا کہ اپنا جی تجھے اے مہ کہوں
جی سیں بھی پیارا کچھ اک[9] ہے کہ تجھ کو وہ کہوں

۱۔ ناحق اٹھا کے جور جو کرتے ہو ہم سیتی (د)
۲۔ کچھ (د)
۳۔ کر آزاد کیجیے (د)
۴۔ کے (د)
۵۔ کنجی ہو (ک)
۶۔ سے (د) سیکھا ہے (د)
۷۔ لڑیں (د)
۸۔ رکھا (د) جو کوئی (د)
۹۔ ہو کر کہ تجھ کوں (د)

یے جو بانکی چال چلتے ہیں بتاں فرزیں کی طرح
مات ہو جاں سب اگر آجا مرا وہ شہ کہوں

نام روشن تجھ کوں کرنا ہے تو مثل آفتاب
تو پیارے تو جگت میں رات کو مت رہ کہوں

آدم بیدل کو رتبا صاحب دل کا کہاں
یک نفر از صفر ہو سکتا نہ ہرگز وہ کہوں

مل رہے ہیں عاشق اور معشوق آپس میں (وہ) یوں
کیا ہوا ظاہر جدا ہے وہ کہوں اور یہ کہوں

دل سیتی نہیں گھٹا کر جو مرجاتا تو وہ ملنے کا نہیں
اس سخن کوں سن کے مت مرجاسے وہ ابا کہوں

آبرو کا یار ہے تو حرف رشک کے راز کا
کان سیں سن پر زباں سیں بات کو مت کہہ کہوں

(۵۰)

بوالہوس تم نیں کیے ہیں پارسا رے خوب نہیں
عاشق آزردا ہیں سب تم میں تمہارے خوب نہیں

چار ابرو ہو کے کچھ تم ہو گئے ہو جا مغز
عاشقوں کے ساتھ یہ کھیل پیارے خوب نہیں

دل میں اپنے جانتا ہے بے حیا وہ اور کچھ
غیر کی انکھیوں سیں انکھیاں مت ملا رے خوب نہیں

۱۔ جب یہ خوباں (د)
۲۔ مات ہو جا (د) جائے (د)
۳۔ ایک بغیر (د) پیارے وہ کہوں (د)
۴۔ بغیر از صفر (ک)
۵۔ دونوں (د)
۶۔ دلوں (ک)
۷۔ (د) میں نہیں ہے
۸۔ گو کہ دل مرجائے پہ نہیں کہنا (ک)
۹۔ سن کے (د)
۱۰۔ ضرب (ک، د، ر)
۱۱۔ انکھیاں ملا رے (ک)

غیر تم سیں مل کے موجیں مارتے ہیں عیش کی
آبرو کوں تم نیں[1] چھوڑا ہے کنارے خوب نہیں

(۵۱)

کہاں رکھتا تھا ان لونڈوں سیں ہرگز[2] یہ بھروسے میں
کہ اوروں سیں ملے بڑھ کر جو پاوے اور لپوسے میں
گگنہ کے بن گئے[3] عاشق کوں جو لونڈا کہ گالی دے[4]
سزا ہے کاٹ کھانا ہونٹ اس کے مل بوسے میں

(۵۲)

دیکھ تو بے رحم عاشق نیں تجھے چھوڑا نہیں
کس قدر بے رد ٹیاں دیکھیں پہ منہ موڑا نہیں
ایک چسپاں ہے تجھی پر خوش نمائی کی قبا
دوسرا کوئی جامہ زیبوں میں ترا جوڑا نہیں
لٹ پٹے سج نیں ترے دل کوں کیا ہے لوٹ پو[5]
ورنہ عالم بیچ ٹک بندوں کا کچھ توڑا نہیں
دیکھنا شیریں کا اس کوں سخت لاگا سنگ میں
بے سبب فرہاد نیں پتھر سیں سر پھوڑا نہیں
آدمی درکار نہیں سرکار میں حیوان ڈھونڈھ[6]
کون بوجھے یاں سپاہی کے تئیں[7] گھوڑا نہیں
جیونے مرنے میں حق اوپر توکل ہے اسے
آبرو نیں زخم کے کھانے میں ہاتھ اوڑا نہیں[8]

۱۔ یوں چھوڑا (ک)
۲۔ اے بھروسے (ک)
۳۔ گنہ کے بن گئے (ک)
۴۔ جو شالی (د)
۵۔ کچھ نکہ (د)
۶۔ لو (د)
۷۔ سرس (د)
۸۔ کھانے سے منہ موڑا نہیں (د)

(۵۳)

کیوں تیر مارتے ہو تم غیر کے جگر میں — پی پی کے خون اپنا کرتا ہوں میں گزر میں

کیونکہ مدعی کے سوراخ ہو جگر میں — وہ خوش مژہ ہمارے بیٹھا ہے آج بر میں

بارے[1] میں حسن کے کیوں ابھیے نہ خوب روئی — ہوتے ہیں اک سماچمن کے سب غنچائے ہیں

بڑے کے صید اس کا ہووے قسی کو سودے — اُلٹا ہے بنیاد میرے صیاد کے نظر میں

انسان کوں پیاسے ترسا کے تونیں مارا — رکھتا تھا آب حیواں کا عز جو تو ادھر میں

شعر آبرو کا رنگیں مضمون کے سبب سے
سرخی جھلک رہی ہے ریشم کی اس گجر میں

(۵۴)

عاشق بہت کے مارے روتے ہوئے جدھر جاں
پانی سیں اس طرف کی راہیں تمام بھر جاں

مرگز[2] ترے لباں کی سرخی کے تئیں نہ پہنچے
ہرچند سعی کر کر یاقوت و لعل و مرجاں

جنگل[3] کے بیچ وحشت گھر میں جفا[4] و کلفت
اے دل بتا کہ تیرے مارے ہم اب کدھر[5] جاں

اک عرض سب سیں چھپ کر کرنی ہے ہم کوں تم سیں
راضی ہو گر کہو تو خلوت میں آ کے کر جاں[6]

(۵۵)

مرے انجھواں کی خجلت سیں مدا رہتا ہے ترسانون (ساون)
کہاں سکتا ہے آ مجھ چشم کے عہد سیں برسانون

جھٹک ڈالے سیں دامن کے گرے جیوں گرد یوں انکھیاں
اگر اپنی پلک جھاڑیں تو گر پڑتا ہے جھڑ ساون

۱۔ (د) میں نہیں ہے — ۴۔ صفا (ک) — ۵۔ ہوئے (ک)

۲۔ ہرگز (د)

۳۔ صحرا (ک)

۶۔ جو کچھ ارادے دل میں کرتا ہے آبرو اب
تقدیر حق کے آگے اس کو سبھی بسر جان

پڑے کیونکر نہ بھادوں کی بھرن انکھیوں سے عاشق کی
سجن تم غیر سیں لاگے ہوا پنے پاؤں پر ساؤن

پڑی ہے ہوڑ آ کر عاشق اور معشوق میں باہم
ادھر سیں چشم تر اس کی برستی ہی ادھر ساؤن

عجب کیا ہے کہ مارے اشک کے بجلی کے جوں تڑپھے
ہمارے رووتے کو آبرو دیکھے اگر ساؤن

(۵۶)

بیاں کر کر کے ترے لب کوں میں جس وقت روتا ہوں
صفت میں لعل تر کے تب گویا موتی ترپتا ہوں

کیا ہے پیر مجھ کوں آبرو ان نوجوانوں نیں
جسے دیکھوں تسی کوں دیکھ کر کے ضعف ہوتا ہوں

(۵۷)

بھلی مانس سیں تیری عاشق ہوئے ہیں افزوں
سنجیدگی سیں لڑکا لگتا ہے سب کو موزوں

لیلے وشوں کے آگے سب علم سبز ہو ہے
ان کافروں کے سنمکھ ہوتا ہے بید مجنوں

کرتا ہے سرکشوں کوں ہموار عشق آ کر
مجنوں کی شان آگے ہوتا ہے کوہ ہاموں

قدرت سے دل ہوا ہے آپہی تمام عالم
مرکز بنا نقط کا پھر دائرہ ہو گردوں

دیکھ آبرو کے بسمل مرتے ہیں میرزائی
خواری کی جان عزت ہو جاہے[1] آبرو کوں

(۵۸)

مدتیں گزری ہیں ہم کوں یا معین الدین حسن — انتظاری میں کہتا ہوں چھٹ گئے آرام و چین

۱۔ جاہے (ک)

کرکے وعدا اس طرح جاتے ہو اپنے جی سیں بھول
قرض ہوتا ہے ادا کرنا اگر لبسرے دین
اس قدر غافل نہ ہوتے آشنا کے حق سے تم
دی کسی دشمن نیں میرے دل کی شاید تم سے سین
آبرو کوں چاہتے ہو تو دروغی مت بنو
آشنا صادق کیا ہے ان نیں سب میں کوں عین

(۵۹)

قدرداں شوق و محبت کا تھیں جان سجن
چاہ کر دل سیتی آئے ہیں زیارت کوں ہمن
مر گئے تھے تیری سن سن کے سجن تعریفیں
اٹھ کے دیدار کوں دوڑیں[1] ہیں گویا پھاڑ کفن
روبرو یار کے رہتا ہے ادب سیں خاموش
آبرو کے نہیں کچھ عجز و غریبی میں سخن

(۶۰)

ڈر خدا سیں خوب نہیں یہ وقت قتل عام کوں
صبح کوں کھولا نہ کر اس زلف خون آشام کوں
بوالہوس کوں شوق کی گرمی کہ آئی ہے پسند
خوش کیا ہے روستائی نیں مگر حمام کوں

(۶۱)

دل کی لگی سیں قدر ہوئی اس کے قد کے تئیں
لاگے ہے صفر ایک کے گویا عدد کے تئیں
وہ آتشیں عذار ہوا جب کہ جلوہ گر
تب آگ میں سپند کیا چشم بد کے تئیں

۱۔ دوڑے (ک)

خود اپنی آدمی کو بڑی قید سخت ہے
پھوڑ آئینا و توڑ سکندر کی سد کے تئیں

(۶۲)

حسن پر ہے خوب رویاں میں وفا کی خو نہیں
پھول ہیں یے سب پہ[۲] ان پھولوں میں ہرگز بو[۳] نہیں

حسن ہے خوبی ہے سب تجھ میں[۴] پہ اک الفت نہیں
اور سب کچھ ہے پہ جو تم[۵] چاہتے ہیں سو نہیں

گھر اجالا تم کوں کرنا ہو اگر احسان کا
تو دیا[۶] جو کچھ کے ہو پھر نام اس کا لو نہیں

بات[۷] جو ہم چاہتے ہیں سو تو ہے تم[۸] میں سجن
بے دہن کہتے ہیں تو کیا[۹] ڈر (کہ) تم کو گو نہیں

آبرو ہے اس کوں کیونکر اس طرح کا جائیے[۱۰]
تم تو کہتے[۱۱] ہو پر ایسا کام اس سیں ہو نہیں

(۶۳)

کنھیا کی طرح پیارے تری انکھیاں یہ سانوریاں
کریں گی ہند میں دعوئی خدائی کا ہم انکلیاں

ہوا ہے ہم کوں دنیاں میں میسّر سیر جنت کا
ملیں ہیں ذوق سیں پھرنے کوں اپنے یار کی گلیاں

۱۔ خود بینی (ک)
۲۔ لیک (د)
۳۔ گل سی (د)
۴۔ کوں (ک) پر اک الفت نہیں (د)
۵۔ جو کچھ ہم چاہتے ہیں (د)
۶۔ تو دیا جو ہو وے جو کچھ پھر نام (د)
۷۔ جان جاتی نہیں سو (د)
۸۔ یہ ہے تم نے اے سجن (د)
۹۔ سو کیا ڈر ہے تم کوں گو نہیں (د)
۱۰۔ گا ییے (د)
۱۱۔ تم کہتے ہو پرآوے گا کام اس میں او نہیں (د)

میاں کہنے سیں ان کتے رقیبوں کے تم عاشق پر
اتے ہو غرفش کرتے ہویے باتیں نہیں بھلیاں
ایسی کیوں رسمی مرجان اور کیوں لال ہیں انکھیاں
(مژگاں)
اگر تم نیں کری نہیں غیر سیں مل رات لنگ ریاں

(۶۴)

وو دانا سیر کر آیا ہے ایسا کون سا گلشن
کہ نقش پا سیں اس کے ہے پر از گل دشت کا دامن
کیا گرداب خنجر سیں رقیباں نیں ترے دریا
ملا ہوں تجھ سیں میں اے رشک یوسف آج پیرہن

(۶۵)

کہو تم کس سبب روٹھے ہو پیارے بے گنہ ہم سیں
چرانے کیوں لگی ہیں یوں تری انکھیاں نگہ ہم سیں
اتی نا مہربانی کیوں کری نا حق غریبوں پر
کیا کیا ہم نیں ظالم اپنے جی کی بات کہہ ہم سیں
کیا تھا نقد جاں اپنا نثار اس واسطے تم پر
کہ بے تقصیر یوں دل میں رکھو گے تم گرہ ہم سیں
تغافل چھوڑ نا ظالم بے تکلف ہو تم مت کر
کپٹ کی آشنائی یہ نہیں سکتی نبہ ہم سیں
تمھاری طرح ملنا چھوڑ کر بیدرد ہو رہنا
کہو کیوں کر[1] یہ سکتا ہے جیتے جیو یہ گنہ ہم سیں
لگے ہیں غیر فرزیں کی طرح مل کج روی کرنے
ہمیشہ جو کہ کھا جاتے[2] ہیں[3] سب باتوں میں شہ ہم سیں

۱۔ کرکے (د)
۲۔ سے (د)
۳۔ تھے (د) خوباں میں شہ (د)

میں اپنی جان سیں حاضر ہوں لیکن آبرو تو رکھ[1]
خدا کے واسطے اپتا بھی[2] رو کھا(تو) نہ رہ ہم سیں

(۶۶)

جب کمر کستا ہے اپنی تو میاں — پیچ کھا جاتا ہے تب ہر مومیاں
دیکھ دل کے شوق کی سرشاریاں — مست ہو کلیاں چمن کی جھومیاں
زلف سیں اب دل کوں کچھ آزار نہیں — ناگ گھر کا ہو گیا ہے بھومیاں
دیکھ گل کوں دل دوانا ہو گیا — اس پری رو کی ہے اس میں بومیاں
دل کوں ترے لب کے ہے بوسے کا شوق — اشک آنکھوں سیں رہے ہیں جومیاں
گندمی رنگوں کے نہیں لائق وہ خام[3] — بوالہوس کوں کہہ چبا دے او میاں
من ہرن سب صید ہیں تجھ چشم کے — نام تیرا کیوں نہ ہو شیر و میاں

آبرو کوں شام ہو جاتی ہے صبح
جب کبھی پاتا ہے تیرا رو میاں

(۶۷)

گرچہ اس بنیاد ہستی کے عناصر چار ہیں
لیکن اپنے نیست ہو جانے میں سب ناچار ہیں

دوستی اور دشمنی ہے ان بتاں کی ایک سی
چار دن ہیں مہرباں تو چار دن بیزار ہیں

جی کوئی منصور کے جوں جان کرتے ہیں فدا
وے سپاہی عاشقوں کی فوج کے سردار ہیں

یے جو بھی[4] ہے کناری دار مشروع کی ازار[5]
مارنے کے وقت عاشق کے ننگی تروار ہیں

۱۔ رکھ لوں (د)
۲۔ بھی تو (ک)
۳۔ گندمیں رنگوں کے لائق نہیں وہ خام (ک)
۴۔ جو (د) اس (ک)
۵۔ پہنی جو اس نے کناری دار مشروع کی ازار

دوستی اور پیار کی باتوں پے خوباں کی نہ بھول
شوخ ہوتے ہیں نپٹ عیار کس کے یار ہیں

جو نشا جُوانی کا اترے گا تو کھینچیں گے خمار
اب تو خوباں سب شراب حسن کے سرشار ہیں

کس طرح چشموں سیتی جاری نہ ہو دریائے خوں
تہل نہ پیرا آبرو ہم وار اور وے پار ہیں
(نقل)

۶۸

دل میں ہے اب کسی کوں پیار کروں پیار کر کر کے اس کوں یار کروں
ہاتھ آوے اگر جو عمر خضر بیٹھ کر اس کا انتظار کروں
خوش نہیں آبرو سیں وہ ہرگز
اس سے بہتر کہ میں کنار کروں

(۶۹)

جانی تمھارے راگ کا کیا کیجے بیاں کرتی ہے کام بان کا ہر ایک تیری تان
سیدھے ہی کام کرتی ہے بھیرنی کا تیری تان شمشیر ہے اصیل وہ کب چاہتی ہے سان
اودھر سدا گلے سیں نکلتی ہے روح محض سن کر ادھر بدن سیں نکلتی ہے میری جان
دیکھے یہ روپ راگ کا اندر کی جوں سبھا پانی ہو جا تمام کرے میہہ کے کراں
سرتان تال بول عناصر ہوئے ہیں چار اور ہی رچا ہے راگ کی سنگت کا اک جہاں
نایک ہو راگنی کے تم اور وہ ہے نایکا رجا کہ پکڑ کے) تب تو تمھیں سیں کرے ہے مان

(۷۰)

کیا تھا غیر کے ہنس بولنے سیں ہم عتاب اس کوں
دیا سن کر سخن میرا محبت سیں جواب اس کوں

۱۔ خوبی کا (د)
۲۔ باقی (د) جب (د)
۳۔ کرتی ہے بھیرنی کا تیرے بان (د)
۴۔ صبا (د)
۵۔ کے کر اُن کے سنگت کا اوس جہاں (د)
۶۔ اضافہ (د)
اب آپ کو پیارے اپنے کوں دو درست کر
عاجز نیقر ہے وہ اوس میں کچھ نہیں شان

ڈپٹ لیتا ہے جب کچھ عرض حال اپنا کیا چاہے
غریب عاشق کے دبکانے کا خوب آتا ہے داب اس کوں

جو عاشق ہیں تہیں سیں شرم کر انکھیاں چراتا ہے
وگر نہ غیر سیتی کچھ نہیں ہرگز[1] عتاب اس کوں

دوانے ہو گئے سب دیکھ وہ گل[2] کا سا کھل جانا
بہار آئی ہے گویا جبکہ چڑھتی ہے شراب اس کوں

تڑپھتا چھوڑ بسمل کو گئے ہوا مشغول اوروں سیں
کیا ہے آتش حسرت سیں ظالم نیں کباب اس کوں

سجن کے دیکھنے کا شوق ہوتا ہے ہمیں جس شب
اسی شب خواب آتے ہیں مرے بختوں سے خواب اس کوں

بچایا ابرو کوں قتل کر محنت سیں ہجراں کی
خدا روزِ قیامت اس کا دیوے گا ثواب اس کوں

(۱۴)

بھرا ہے شیشۂ ساعت کے جوں دل گرد کینے سیں
دکھائی ہر گھڑی دیتا ہے تیرے صاف سینے سیں

تماشا دیکھتا ہوں آج تیرے شوق کا دل میں
جھلکتی ہے شرابِ ارغوانی آبگینے سیں

متفرقہ

قتل کرنے کوں اب بلاتے ہیں   بات کہنے میں جان جاتے ہیں

راہ پکڑی ہے بتاں نیں الٹی   راست کہنے سیتی چپ جاتے ہیں

۱۔ کچھ نہیں ہرگز حجاب (د)
۲۔ کا کل سا کھل جانا (د)
۳۔ کیوں (د) حسرت سے (د)

اب کے امیر زادے جیتے سگھڑ ہیں دھر میں — اکڑ کو او تے ہیں کٹ راگ نیچے سر میں

بند تیری قادری کا خوب لگتا ہے مجھے — یا الٰہی دور رہیو چشم بد اس بند میں

کم موافق قدر کے لیے سخن تب ہے زباں — ایک نکتا بھی اگر بڑھ جاؤ بھائے زیاں

نشا نہیں ہے تو کیوں اور ہی طرح پڑیں سجن انکھیاں[1] — ہزاروں کو چھپاؤگے تو کیا ہوتا ہے ہم نگھیاں

ہرگز نہیں کسی میں لکھے سب جگت کے جوان — پائی گئی ہے جان ترے حسن میں جو آن

قتل مت کر کبھئے[2] سیں ملّاں کے — سر چڑھے گا دیہ) سجن ترے آخون

مرے بختوں میں یارب کیا لکھا ہے — کہ جس سیں کل لکھی[3] لا کے قلم کوں

داڑھی سیں کیوں بڑھائیں اس طرح دم میں کہ جیں — خاطر میں آوتا ہے بانکوں سیں جا کے پوچھیں

اس طرح سرنگا کے سگھڑ مر گئے ہے تان — یہ جان کے جگر کوں کوئی بان تھا کہ تان

میٹھا جسے کو دل کر دیویں سو ذبح ہو جا — گویا کہ لب تمھارے یہ شہد کی چھری ہیں

تمھارے لعل لب میں سبزۂ خط میں نہاں ہو کر — دل پر خون کیا ہے اشکستی سبزۂ پاں کو

۱۔ چھپاؤ تم تو کیا ہوتا ہے نگیاں (ک)
۲۔ کبھے سیں (ک)
۳۔ مکھی (ک)

تجھ زلف کا یہ مصرا[1] ت سیں ہوا ہے موزوں
جب سے بندھا ہے اس میں دل آشنا لفموں

چھاں چھاں[2] اپنا لہو پیتا ہوں میں بے خانماں
گھر بہ گھر جا جا کے تم کھاتے ہو جو نبگلے کے پان

آغوش میں بھواں کے کرتی ہیں قتل انکھیاں
کوئی پوچھتا نہیں ہے مسجد میں خون ہوں میں

اس وقت سن کے آنکھیں سب گا یکوں کی کھل جان
جس وقت سالو نے تم آ بولتے ہو سُر میں (جاکھن)

زلف نیچے ڈھانپ کر مکھڑا اجتایا بات کوں
یعنی آئے آج توں جب چاند چھپ جا رات کو

میں نبل تنہا نہ اس دنیا کی صحبت سیں ہوا
رستموں کوں کر دیا ہے ناتواں انزال نیں[3]

دو بھواں سیں لگے ہیں جس کے نین   وہ کہاتا ہے حاجی الحرمین

گرگ فروش کے کوں جب کہا کہ چت ہو جا[4]   اٹھا پکارتے تیلیں مزا ہے پتے میں

حیف دیا رو چونک بھاگا آپڑا تھا دام میں   کیا بری حرکت کری ہم آپ اپنے کام میں

1 ۔ (ک) میں ع ہے   3 ۔ نے
2 ۔ (ک) میں مصرع چھان چھان   4 ۔ پٹ ہی میں (ک) چت ہو جا (ک)

ستاتے ہیں بتاں دُنے جو دیں داری میں آتے ہیں
گلے میں ڈال کر تسبیح کا فرسج بناتے ہیں

کوئی بولے سبھوں کی بات قالب کا ہے جی جان بھی تول
توئی ہے پودنے کا حرف[1] وطوطی کی زبان ہے بھی تول

کبھی[2] بے دام ٹھہرادیں کبھی زنجیر کرتے ہیں
یہ ناشاعر تری زلفاں کوں کیا کیا نام دھرتے ہیں

جان کبیری[3] کا ہوا دشمن شفاعت کر نداں
مر گئے حسرت سیں جب شمشیر آئی درمیاں

مفلسی سیں اب زمانے کا رہا کچھ حال نہیں
آسماں چرخی کے جوں پھرتا ہے لیکن مال نہیں

معز عمر پر ہوتا ہے سارے جگ میں سیں تن
مسی روئی کی جوں قدر[4] ہے درہم جو ہوے سن بیس
جیسے

دکھائی خواب میں دی تھی ٹک ک منھ کی جھلک ہم کوں
نہیں طاقت انکھیوں کے کھولنے کی اے تک ہم کوں

رہ آج رات جان ہمارے ہے میہماں
شب ہے نپٹ اندھیاری پڑتا ہے مینھ ماں

۱۔ پودنے حرف (ک)
۲۔ کدی (ک)
۳۔ بکے (ک)
۴۔ ہو (ک)

(افضافہ ک)

زلف کے نیچے ڈھانپ کے مکھڑا جتایا بات کوں
یعنی آئے آج تو جب چاند چھپ جا رات کوں

تمھارے لعل لب ہیں سبزۂ خط میں نہالی کوں
دل پر خوں کیا ہے رشک سیتی بیڑۂ پان کوں

عشق کی صف منیں نمازی سب
آبرو کو امام کرتے ہیں[4]

ردیف (و)

(۱)

جدھر جاتا ہے[1] تو لے سرو دل جو
رواں ہے اشک سیں دریا[2] دا[3] آنسو

جدا اے سرو قد تیری گلی سیں
مثال فاختہ کرتا ہے[4] کوکو

نظر بازوں کی مجلس میں گنے عیب
کہے[5] جو یار کی آنکھیوں کو آہو

جو ہو دل تنگ تو پیجے پیالا[6]
کہ غم کے درد کی مستی ہے دارو

اپنا کیوں غیر کے پلے پے آیا[7]
ہوا ہے تیر اس غم کا ترازو

چلا ہے تجھ گلی کوں بوالہوس گرم
خدا پاؤں میں نکلے اس کے نارو

ترے اے غنچہ لب دم کے اثر سوں
چلم میں ہو گیا ہے گل تما کو

مروڑا کن تری مژگاں کا پنجا
جگر کوں کس کے تھا یہ زور بازو

کیا قتلا مقرر آبرو نیں
چھپا مت اس کی انکھیاں سیں تو ابرو

۱۔ توں (د)
۲۔ چشم سیں (ک)
۳۔ دریا سے (د)
۴۔ کرتے ہیں (د)
۵۔ کہے (د)
۶۔ بیاں کر (د)
۷۔ اے (د) ہوا ہے تیر غم کا اوس ترازو (د)

(۲)

نگہ نا آشنا کے ہر مژہ کوں تم زباں سمجھو
سیہ چشمی کی جی باتاں ہیں سو اس کے بیاں سمجھو

لگا سر سوں قدم لگ عاشق بے دل کوں دل جانو
قدم سوں سر تلک معشوق نازک تن کو جاں سمجھو

نظر آتی ہے انکھیوں میں سبھی سب دل کی ماہیت
نگہ کوں دیکھ اُن کے دل کا سب راز نہاں سمجھو

عزیزاں جب خدا کی سی طرح مالک دلوں کے ہو
تو تب معشوق و عاشق کے جیوں کی داستاں سمجھو

ہوا ہے بادشاہ ملک غم دل آہ و زاری سیں
انجھوں کوں موج بوجھو نالۂ دل کوں نشاں سمجھو

ضعیفی میں رسائی بیشتر ہے آہ عاشق کوں
قد خم کوں مرے اس تیر کے حق میں کماں سمجھو

کہوں کیوں کر ولی نیں جب کہا ہے آبرواں کو
کہ یہ خوبی سدا رہتی نہیں اے مہرباں سمجھو

(۳)

یاد کرتا ہے سفر اے عاشقاں زاری کرو
اہل دل اس درد کی سب مل کے غمخواری کرو

زندگی کوں مرگ جیسیں وصل کو لازم ہے ہجر
اس سخن کوں بوجھ کے آپس میں مرگ یاری کرو

عاجزی و زر در آوری کا ناتوانی ہے علاج
وہ کرے جب کافری لاچار زناری کرو

۱۔ جاؤں (ک)
۲۔ دیکھ (ک)
۳۔ جیوں (ک)
۴۔ دیتے نیں (ک)
۵۔ سب (د)

بوجھ اس[1] دنیا کے تئیں دل کوں سبک رکھنا ہے خوب
خوف ہے غرقاب کا کشتی کوں مت بھاری کرد

آج اس کا دل جدائی کوں نپٹ بیتاب ہے
ٹک عزیزو آبرو کی مل کے دلداری کرد

(۴)

آج اس ماہ رو کی ہے شب وصل — دن کٹے انتظار کے یارو
نہ جئے[۳] اس نگاہ کا مارا — زخم لاگے کٹار کے مارو
اشک نیں آبرو کے غرق کیے
لوگ سب وار پار کے یارو[۴]

(۵)

یار غافل ہے مرے درد سے ہشیار کرو — بے خبر جان نہ جا جا[۵] کے خبردار کرو
دردمندی سیں اگر دل کی ہوئے ہو محرم — رحم فرما کے مرے حال کوں اظہار کرو
آ کے قسمت سیں ترے غم میں گرفتار ہوا — ہے تو بہ جا کہ مسافر کوں ٹک اک پیار کرو
جن نیں آ دست سوال امید کے دامن پکڑا — یوں نہیں شرط محبت[۶] کہ اسے خوار کرو
قدر بوجھو دل خونخوارہ[۷] عاشق کی اگر — سرچڑھا گل کے نمن زینت دستار کرو
عرض احوال کیا چاہتے ہیں فدوی سب — وقت تو کر کی نوازش کا ہے دربار کرو
جن نیں تمنا کے بھرو سے پہ پھنسایا ہے دل — شرط انصاف کی یوں ہے کہ اُسے یار کرو

۱۔ بوج اس دنیا سے (د) سنگ رکھنا ہے داب (ذ)
۲۔ سے (د)
۳۔ کیوں جیے گا (د)
۴۔ اضافہ (د) و (ک) و (ر)
دیکھ رخسار یار کے یدد
جھڑ پڑے گل بہار کے یارو
پھول ہو دل کے باغ میں جھکے
زخم مژگاں کے خار کے یارد

۵۔ جانی۔ (د)
۶۔ مروت (ک)
۷۔ قدر داں بوجھ کے دل عاشق خونخوار ہو
۸۔ طرح

میں مسافر ہوں مرے حق میں رقیبوں کا کہا — مت سنو قول سیں نامرد کے انکار کرو
آبرو غم کے بھنور بیچ پڑا ہے آکر
[1]ایک لہر لطف کی لازم ہے اسے پار کرو

(۶)

مرتا ہوں میرے دل پہ یاراں نظر کرو — ٹک جا خدا کے واسطے اس کوں خبر کرو
نالہ ہائے شوق اگر تم میں درد ہے! — اس بے وفا کے دل منیں جا کر اثر کرو

(۷)

جلوۂ حسن کوں دلدار کے گلزار کہو — شوق کوں دل کی مری مستیٔ سرشار کہو
یار سوں جا کے مرے درد کا بستار کہو — غم کہو رنج کہو حسرت و آزار کہو
نگہ تند سوں جب مایل خوں ریزی ہو — گردشِ چشم کوں تب شوخ کی تروار کہو
سج کے دستار جھبے جان منیں عاشق کی — قد کوں اس شوخ کے تب مصرع نکرار کہو
یار کے نقش قدم کوں چمن حزنت میں — خاکساراں کے سر اوپر گلِ دستار کہو
آبرو غیر کی باتاں سیں نہیں خوش ہرگز
اس سیں جب بات کہو تب سخن یار کہو

(۸)

اس زلف جاں گدا کوں صنم کی بلا کہو — افعی کہو سیاہ کہو اژدہا کہو[3]
قاتل نگہ کوں پوچھتے کیا ہو کہ کیا کہو — خنجر کہو کٹار کہو بیمچا کہو[4]
ٹک واسطے خدا کے مرا عجز جا کہو — بیکس کہو غریب کہو خاک پا کہو
عاشق کا دزد حال چھپانا نہیں درست — برگھٹ کہو پکار کہو برملا کہو
اس تیغ زن نیں دل کوں دیا ہے مرے خطاب — بسمل کہو شہید کہو جاں فدا کہو

۱۔ آکے پھر لطف کی (د) ہے گا جا (د)
۲۔ پیار (د)
۳۔ تاب دار (د)
۴۔ پھانسی کہو کمند کہو اور رسا کہو (د)
۵۔ جلنے میں ایک وہ شمع دار ہوں
پروانہ کہو پتنگ کہو، اژدہا کہو (اضافہ د)

شاہ نجف کے نام کوں لوں آبرو سیں سکھ
ہادی کہو امام کہو رہ نما کہو[1]

(۹)

ہم مر گئے جو غیر سیں لڑتے ہیں تم نے آ
اپنی قسم دلا کے کہا اب تو جان دو

اشعار آبرو کے یہ سب درد ہیں بہا
سننے کا شوق ہو تو ٹک اک آ کے کان دو

(۱۰)

کھو چکے ہو گو کہ گھر پرے کشی سے مت پھرو
دین کوں کچھ نہیں تو آپ ہی میکدے میں جا گرو

ابتدا میں خط کوں مت منڈوا خدا کا خوف کر
معصیت ہے سبزۂ خط[2] کوں اگر کریے درو

جو سخن ہے اس کا الٹا مجھ کو دیتا ہے جواب
فی المثل کہیے بیا اس کوں تو کہتا ہے برو

پاؤں مت دھر سر کٹے ہیں عاشقی کے پنتھ میں
آبرو کہتا ہے مشکل ہے یہ راہ اٹنے پھرو

(۱۱)

روشن ہوا سواد عشق اگر شمع ہو تو ہو — ہر شب سبق پتنگ سیں جلنے کا لو تو ہو
بن شوق بات درد کی مشکل ہے بوجھنی — یہ کام اٹپٹا ہے ٹک اک کان[3] دو تو ہو
گاہک[4] جو اس ہزار منیں بکتی کے ہیں — سودا برہ کا جان اگر نقد کھو تو ہو
میں جان لوں ٹک آ و بتم نام اس کا لے — کس میں کہا ہے تجھ کوں کرے روبرو تو ہو
آتش برہ کی دل میں چھپانا کٹھن ہے کام — سختی سیں دل کوں سنگ اگر کر سکو تو ہو[5]

۱۔ (اضافہ ر) میں تو صنم تمھارے درس کا بھکاری ہوں
شہدا کہو، فقیر کہو، بے نوا کہو
۲۔ سبزۂ نو (ک) کرتے (ک)
۳۔ پیشہ (ک)
۴۔ گاہک جو اس بازار میں بکتی کے ہیں (ک)
۵۔ دل کوں دو تو ہو (ک)

سچا کہاوتا ہے ترا نفس ناطقہ ناطق تو نہیں رقیبؔ اگر نفس ہو تو ہو
گھر آبرو کے آکے سجن ایک رات رہ
جو کچھ کہ اس کے دل میں ہے مدت سیں ہو تو ہو

(۱۲)

یا سجن ترک ملاقات کرو یا ملو دو میں سے اک بات کرو
سب بتاں رشک سیں ہو جاں مال ناز کا اسپ اگر لات کرو
پاؤں پڑنے کوں سعادت سمجھو یار کے دل کوں اگر ہات کرو
جنگ کا وقت نہیں یہ پیارے گھر میں آئے ہیں مدارات کرو
جن کوں مضمون کا دعویٰ ہے انھیں[۲]
آبرو سیں کہو دو بات کرو

(۱۳)

ہوتے ہیں ایک سر میں مل کر ہزار گھنگھرو
یاروں کے دل ہیں گویا یے ملن سار گھنگھرو
تیرے قدم پہ سرکوں رکھنا نپٹ بجا ہے
کہتے ہیں اس سخن کوں دل میں پکار گھنگھرو
سگھڑوں کے حق میں گویا بندوق کی ہیں گولیاں
کر کر صدا جگر کے گذریں ہیں پار گھنگھرو
پنچھے کی شکل بن بن نالاں دل عاشقوں کے
کرتے ہیں شور برپا کر کر شکار گھنگھرو

(۱۴)

خوب نہیں یوسف شرا دوں سیں اگر دل بند ہو
دل رُبا یعقوب کے جوں گو ترا فرزند ہو
غنچہ دل کا نہیں کھلتا تو نہیں ہوتی بہار
حسن تب اوپچے ترا جب دل مرا خورسند ہو

۱۔ مگر (ک) ۲۔ اونہی (ک)

کیا گھٹے ترک خود آرائی میں اس مہ رو کی زیب
توڑ ڈالے آئینا تو جلوہ گر صد چند ہو

(۱۵)

کیا ڈراو تے ہو نہیں میں چاہتا ہوں ہاں کہو
جو تمھارے دل میں ہے تس سیں بھی جا دو ناں کہو

عجز کا یہ التماس عاشق کا کچھ جانا نہیں
حال میرے دل کا بوجھا تم نیں سب جاناں[1] کہو

جانتا نہیں اور کچھ چھپٹ ایک تجھ انکھیوں کی یاد
دل ہمارے کوں اگر دیکھو تو نرگس داں کہو

اس سیہ چشم اور سیہ خط اور سیہ ابرو کے کام
ریختے میں تم اگر برتو تو کارستاں کہو

خود نمائی کے تئیں جو فقر کا گر[2] کے لباس
خلق میں رسوا ہے وہ اس کے تئیں عریاں کہو

تجھ طرف کوں ساتھ لے قطرے کوں ملتی ہے نگاہ
آبرو کے ہر انجھو کوں دیدۂ گریاں کہو

(۱۶)

کہنا کہ غایبانہ مجھے مت برا کہو
کہنا جو کچھ کہ ہووے سو مرے منھ پہ آ[3] کہو

جائز نہیں ہے چون و چرا ان کی بات میں
معشوق اگر برا ہی کہے تو بھلا کہو

(۱۷)

رقیباں سیں نہ ڈر ہم پاس آ ہو
بھلا ایک رات ہونا ہو رہے سو ہو

نگار خسار دو نا زلف سیں خوب
یہ حبشی بن گئے جب سیں پڑا مو

گیا ہے دوستی کا بیج مارا
محبت کی نہیں آتی کہیں بو

دیا تھا رات کن نیں بیج تم کوں
کہاں روشن کر آئے نام کہہ تو

۱۔ جاناں (ک)
۲۔ پہنے (ک)
۳۔ بھی (ک)

فلک میں جس کوں دیکھا جگ میں یکتا   کیا تیغ ستم سیں اس کے تئیں دو
رکھو احسان کا بوجھ اس گدھے پر   جواب اس بوالہوس کو آج لادو
نظر کر آبرو مضمون کا حال
لیے جاتے ہیں ای سب ریختے کو[1]

(۱۸)

یارو ہمارا حال سجن سیں بیاں کرو   ایسی طرح کرو کہ اسے مہرباں کرو
مرتا ہوں آج چھوڑ پرم[2] کی گلی میں   یارو نماز پڑھ کے جنازہ رواں کرو

(۱۹)

بانگیں (باگیں) لیے چلو ٹک گھوڑوں کی ترک زادو
پہنچے ہیں ہم پیادے تم پاس ٹک دوا دو
ہر شب چراغ کے جوں جلتا ہے دل گہر کا
شاید لگی ہے پیارے تجھ کان کی اسے لو
مانند جیب اپنا سینا جنوں سیں پھاڑ دو
دیکھو میرے سجن کا وہ حسن گندمی[3] جو

(۲۰)

دل تار میں سرت کے گوہر نمن پرودو
یا بحر میں فنا کے قطرے کے جوں ڈبودو
امساک سیں عزیزاں اصراف خوب ہو ہے
اس کھودنے[4] میں بہتر یوں ہے کہ مل[5] کے کھودو
عاشق بلائے[6] غم سیں ناجی ہوا جو چاہے
تو علم عاشقی کا دے کے[7] پڑھا ہے کو دو

۱۔ ای (ک)
۲۔ پرم (ک)
۳۔ گندمیں (ک)
۴۔ کودیے۔ بہتر کر (د)
۵۔ مال کھودو (ک)
۶۔ بلا ہے غم میں جلنے ہوا جو عامل (د)
۷۔ دے کر (د)

نادان ہیں یہ لڑکے مانگ ان سیں ایک بوسا
بھاگیں گے ڈر کے مارے جو تو کہے گا دودو

کرنے تو ہو تغافل پر حال آبرو کا
دیکھو تو تم پیارے بے اختیار رو دو

(۲۱)

فکر بحر شعر میں دل کوں عبث مت خون کرد
فاختا کی ضرب سیکھو نالے کوں موزوں کرد

صاحبوں کی اور سیں تحقیر بھی تعظیم ہے
توں کہو اک بار جس کوں اس کوں افلاطوں کرد
(کہیں)

متفرقہ

مرا اے ماہ رو کیوں خون اپنے سر چڑھاتے ہو
رکت چندن کا یہ کس واسطے ٹیکا لگاتے ہو

دل پسیجے ترا تو ہو آرام میری تپ کا علاج ہے سنگ تاؤ
(اسے)

نازک پنے پے اپنے کرتے ہو تم غروری
موسی کمر پے اپنی فرعون ہو رہے ہو

عبث کیوں روبرو ہونے کی کھاتے ہو قسم جھوٹی
بن آئینے (کے) تم اک دم بھی رہ سکتے ہو منہ دیکھو

ردیف "ہ"

شیریں رقم ہے کلک ہم اہل سخن کے ہاتھ[1] تیشا لگا ہے[2] آج گویا کوہ کن کے ہاتھ

۱۔ پھیر (د) ۲۔ پڑا ہے (د)

دل اس کا خون کیونکہ نہ ہو جا حنا کی طرح — جس کے تئیں لگے ہوں پیارے من[1] کے ہاتھ
مرتا[2] ہوں تجھ بھواں کے مروڑاں کو دیکھ کر — چھوٹے گا مجھ سے شہر ترے بانکپن کے ہاتھ
عاشق کے آج خون[3] پے باندھا ہے باندھنوں — مہندی کی طرح سنئے[4] لگے ہیں سجن کے ہاتھ

سودا نہیں ہے مجھ کوں کسی ساتھ آبرو
بازار میں جگت کے بکا یا ہوں من کے ہاتھ

(۲)

بے طرح کہتے ہو مجلس میں سجن ہم جا نہ جا نہ (طاقی)

اس سخن کوں سن کے میرا جیو ہوا ہے سا نہ سا نہ
واعظوں کی عقل شاید ہو گئی ہے باولی (سائق)
تب تو ناحق ہر گھڑی کرتے ہیں ہم سیں نا نہ نا نہ

(۳)

توئی ہے سرورِ خوباں دگر ہیں تری سپاہ
بجا ہے نام تمھارا جگت میں سید شاہ
تمام چشم سراپا ہوا ہے دل میرا
امیدوار ہے کرتے کبھی کرم کی نگاہ
آپس کے مہر سیں اے ماہ رو کر دردشن
کیا ہے زلف نیں تیری ہمن کا روز سیاہ
تمن کے ساتھ محبت کا ہم کوں دعویٰ ہے
امین صدق مرے اشک و آہ دو ہیں گواہ
عجب نہیں کہ پتھر بھی پسیج پانی ہو
اگر جو کان پڑے آبرو کے دل کی چاہ

۱۔ ملن (د)　　۴۔ سنئے (د)
۲۔ ڈرتا ہوں (د)
۳۔ باندھا ہے آج (د) پہ عاشق کے تئیں کمر (د)

(۴)

وصل کے گھر میں خودی کے ساتھ نہیں جانے کا راہ
آپ سیتی اولاً خالی ہو تب یوسف کوں چاہ[1]

جان میری پر سزا ہے جو کہ گذرے ہے عذاب[2]
یار سیں ہو کر جدا پھر زندگانی بے گناہ

اک سیہ چشمی فقط کافی ہے پردے کے تئیں[3]
کیوں ہوئے ہو اس قدر تم جان سرتاپا سیاہ

یہ تمھاری سرکشی ہر دل کے تئیں افسوس ہے
جو ترے عشاق[4] ہیں پیارے سو کرتے ہیں کل آہ

چھپ کے ہم سیں بیٹھتے ہو غیر ہے بن بن کے تم[5]
آج ہم نیں یے تمھاری ساخت دیکھی واہ واہ

لالچی معشوق یے بے شرم ہیں چکنے گھڑے
آبرو جا کر کنوئیں میں گم کیے ان سب کوں چاہ

(۵)

بولوں ہوں جب کبھی کہ میں اس گلبدن کے ساتھ
نکلے ہے جی ادب سیں مرے ہر سخن کے ساتھ

تنہا پلنگ پے رات یہ مرناگ ہے جان لے[6]
سونا وہی جو ہوئے کسی سیم تن کے ساتھ

ٹک چاشنی ضرور ہے شیریں میں ترش کی
دے ہے مزا مٹھائی ٹک اک بانکپن کے ساتھ

لوگوں کے بیچ وہ گویا دانتوں میں جیبھ ہے[8]
دشمن ہیں ہر طرف سیں سب اہل سخن کے ساتھ

۱۔ وصل سے آوارہ خالی ہو دے تو (د) ۴۔ عاشق ۷۔ جو کچھ (د) کچھ (ک)
۲۔ سدا (د) ۵۔ غیر کے پہلو سے تم (د) ۔مرنا ہے جان لو (ک)
۳۔ بے رونی کے تئیں (د) ۶۔ سوتا ہوں (د) ۸۔ جیب (ک)

معشوق سانولا ہو تو کرتا ہے دل کوں پیار
کالے کی چاہ خلق[1] میں ظاہر ہے من کے ساتھ

ہم جی[2] نثار کرنے کوں جاتے ہیں آبرو
دل میں کپٹ[3] رکھو نہ پیارے ہمن کے ساتھ

(۶)

مکھ نے ترے کیا گل سیراب آئینہ | خط نیں بہار سبزۂ شاداب آئینہ
سرتاقدم نیاز سیں دست دعا ہوا | تیری بھواں کی دیکھ کے محراب آئینہ

(۷)

کرے گی شہر میں فتنا سجن خواہی نخواہی یہ
ترے آخر کوں سر کھینچے گی ظالم کجکلاہی یہ
ٹھہرتی نہیں کہیں ترے بدن پے چشم سرتاپا
ہوئی ہے حسن کے طوفاں میں کشتی کی تباہی یہ
جگت کے لالچی معشوق یے مفلس سیں نہیں ملتے
ہوئی ہے وصل سیں مانع ہمیں بے دستگاہی یہ
مقابل زلف کے بڑھتی ہے میرے بخت کی کالک
دیکھو سایے کے جوں کیا خوب چلتی ہے سیاہی یہ
بھڑک اٹھتی ہے دل کی آگ اس اغماض سیں پیارے
گویا بندوق کی رنجک ہے تیری کم نگاہی یہ
بگھولے لگی (وو لے حکم میں) ہیں اس پری رو کے
سلیماں نیں کہاں پائی تھی یارو بادشاہی یہ
وہ ظالم آ کے اپنے ہاتھ کے خنجر سیں سر کاٹے
بر آوے آبرو کی جان کا مطلب الٰہی یہ

۱۔ پے (ک)
۲۔ تب جی (د)
۳۔ نہ رکھیو (د)

(۸)

بڑھے ہے دن بدن تجھ مکھ کی تاب آہستہ آہستہ
کہ جوں کر گرم ہوہے آفتاب آہستہ آہستہ

کیا خط نیں ترے مکھ کوں خراب آہستہ آہستہ
گہن جوں ماہ کوں لیتا ہے داب آہستہ آہستہ

لگا ہے آپ سیں اے جاں ترے عاشق کا دل ڑہ
کرے ہے مست کوں بے خود شراب آہستہ آہستہ

دل عاشق کا گُل کی طرح کھلتا جائے خوش ہو ہو
ادا سیں جب کبھی کھولے نقاب آہستہ آہستہ

لگا ہے آبرو مجھ کوں ولی کا خوب یہ مصرا
سوال آہستہ آہستہ جواب آہستہ آہستہ

۹

کیوں ملامت اس قدر کرتے ہو بے حاصل ہے یہ
لگ چکا اب چھوٹنا مشکل ہے اس کا دل ہے یہ

بے قراری سیں نہ کر ظالم ہمارے دل کوں منع
کیوں نہ تڑپھے خاک و خوں میں اس قدر بسمل ہے یہ

عشق کوں مجنوں کے افلاطوں سمجھ سکتا نہیں
گو کہ سمجھادے یہ سمجھے گا نہیں عاقل ہے یہ

کون سمجھادے مرے دل کوں کوئی منصف نہیں
غیر حق کو چاہتا ہے کیوں ایتا باطل ہے یہ

کون ہے انساں کا کوئی دوست ایسا جو کہے
موت اس کی فکر میں لاگی ہے او ر غافل ہے یہ

۱۔ خورشید سے مکھ کو خراب آخر (د) ۴۔ کوں (د)
۲۔ دل عاشق کلی کی طرح (د) ۵۔ سمجھ سکتا ہے جان (د) گو کہ سمجھائے یہ سمجھے گا نہیں
۳۔ سے (د) ۶۔ جانتا ہے (د)

عاشقی کے فن میں ہے دل میں جھگڑنا بے حساب
کچھ نہیں باقی رکھا اس علم میں فاضل ہے یہ
ہم تو کہتے تھے کہ پھر پانے کے نہیں جانے نہ دو
اب گئے پر آبرو پھر پائیے مشکل ہے یہ

(۱۰)

چونکنا سا رات کیوں سوتا ہے اس کے پاس کہہ
(چونکنا سا) کیا ہے تیرے دل میں جاں عاشق سیتی[1] دسواس کہہ
فی الحقیقت یہ بخیل انساں نہیں خناس کہہ
آدمی کی شکل ہے ظاہر میں تو کناس کہہ
دل کوں میرے کر کے لٹو پھر گئے تم اس طرح
کھیل لڑکوں کا کیا تم سیں رہے کیا آس کہہ
آبرو بندا ہے تیرا فضل اس پر کیوں نہ ہو
غیر کوں مانع ہوا ہے یہ خدا انشناس کہہ

(۱۱)

تاب ہے کس کی کہ لاوے روبرو تجھ منھ کے منھ
پھاٹتی ہے صبح کی تجھ منھ کے آگے پہلی پھوہ (پہلی)
بوالہوس کوں چھونے مت دے تو اپنی زلف کوں
وہ جو کہتا ہے کہ میں گوندھوں ہوں گتھن[2] کھاتا ہے گھہ
توڑتے ہیں رشک سیں اس پنجۂ مژگان کے
ماہِ نو سیتی جگر کے بیچ میں افلاک نہہ
ادعا تھا جن بتاں[3] کوں ہمسری کا تیرے سات[4]
لے رہے سب دیکھ آئینے کوں اپنا منھ سا منہ

۱۔ پھرا اپنا (د) دل جا (ک)
۲۔ ہو گئیں کھاتا ہے کہ (ک)
۳۔ جو نے (د)
۴۔ ہمسری کا جن بتاں کوں (ک)

بے ستوں سیں کم نہیں کچھ یار کے غم کا پہاڑ
آبروئے فرہاد کے جوں اپنے تو سینے کو ہ کھ

(۱۲)

اے مجرّد ڈوب مت اُن نڈی سیں مشکل ہے نباہ
جھوٹھ نہیں میں راست کہتا ہوں کہ اک نڈی ہے بیاہ
میرزائی سیں ہوئے نامرد دلی کے امیر
ناز کے مارے پھری جاتی ہے مژگاں کی سپاہ
کیوں کہ ٹھہراوے سفر کی محنتوں کے بیچ حسن
چاند ہو تو اس کے تئیں تاریک کر ڈالے ہے راہ
چونک کر سستی سیتی پیتا ہے میرا خون گرم
شب کوں ہو بے سوتے سیں جاگ کے قہوے کی چاہ

(۱۳)

قول دے پاس آ پھر آخر کوں اُلٹھا جاتا ہے وہ
داؤ(ں) میں میرے کسی حکمت سیں نہیں آتا ہے وہ
اب تلک مکتب میں مشغول الف با تا ہے وہ
پر سبھوں سیتی سبق باتوں میں لے جاتا ہے وہ
بے قراری کوں ہماری خوب بتلاتا ہے وہ
دل کوں میرے قطرۂ سیماب ٹھہراتا ہے وہ
جو کہ میں بولوں سوئی وہ بول اُٹھے طوطی کی طرح
حرف میرا آئینہ کرتا ہے جو پاتا ہے وہ
دل رُبا میرا اگر خورشید تاباں نہیں تو کیوں
رات کوں چھپتا ہے جا اور دن کوں کھل آتا ہے وہ
کیوں بنادے میرے کہنے سیں تل اپنے گال پر
بات سن کر کے کسی منھ پر نہیں لاتا ہے وہ
جی کے ڈر سیں بوالہوس کا پاؤں پڑ سکتا نہیں

عاشقی کی راہ میں[1] دل گو کے دوڑا تا ہے وہ
کھکھلا کر پھول غنچے کی طرح جاتا ہے موند
بے تکلف ہنس کے جب عاشق سیں ٹھہراتا ہے وہ
آبرو کے ڈر کے مارے غیر سیں محجوب ہے
پر ادا و ناز کے چاؤں سیں اکلاتا ہے وہ

متفرقہ

سرد مہری کیوں نہ برسے دل سیں تیرے خواہ نخواہ
تو ہے مہ رویاں میں پیارے موسم سرما کا ماہ

رقیب زہر کے سے گھونٹ پی رہے کڑوے
جبھی کرم کی کری تم نیں ہم پے نیم نگاہ

دیکھو یہ دختر رز کتنی ہے شوخ دیدہ
دوڑی چڑھی[2] سر اوپر جوں جوں ہوئی رسیدہ
اب تو سجا ہے جا ما اس شوخ نیں چکن کا
کیونکر رہے نہ ہم سیں وہ سرو قد کشیدہ

زلف رسا کوں کہہ کے گنویں[3] سیں گرے کوں کاڈھ
آج آبرو دیے غم سیں زنخ کے پڑے ہیں گاڑھ

رہے عاشق ہمیشہ کیوں نہ زخمی کی طرح خستہ
گر اس کے دل میں ہے شمشیر تجھ ابرو کوں[4] پیوستہ

---

۱ - گر دل کوں دوڑا تا ہے وہ (ک)
۲ - دوڑی چڑھی (ن)
۳ - کوے (ک)
۴ - کی (د) و (ک)

ردیف ی

(۱)

رستم اس مرد کی کھاتے ہیں قسم زوروں کی
تاب لاتا ہے جو کوئی عشق کے جھکجوروں کی

قدرداں حسن کے کہتے ہیں اسے دل مردا
سانورے چھوڑ کے جو چاہ کرے گوروں کی

گانٹھ کاٹی ہے مرے دل کی تری انکھیوں[۱] نیں
دو پلک نہیں یہ کترنی[۲] ہے مگر چوروں کی

لب شیریں پہ سریجن کے نہیں خط سیاہ
ڈار ٹوٹی ہے مٹھائی پہ شکرخوروں کی

جل کے سورج میں ہوے خط شعاعی شعلے[۳]
دیکھ انکھیوں میں[۴] جھلک لال ترے ڈوروں کی

قادری جبکہ سجی[۵] بر میں سجن بوٹے دار
عقل چکر میں پڑی دیکھ کے چھب موروں کی

آبرو کوں نہیں کم ظرف کی صحبت کا دماغ
کس کوں برداشت ہے ہر[۶] قت کے نکوروں کی

(۲)

کامل تمن کے ناحق[۷] پیارے جو ہم سیں اکڑی
کچھ سر (بہ) بوجھتی نہیں یطور کب سیں پکڑی

۱۔ انکھیاں نے (د)
۲۔ ہے کترنی (د) و (ک) کترنی ہے مگر
۳۔ شعلہ (د)
۴۔ میں تری لال جھمک ڈوروں کی (د)
۵۔ بنی جبکہ سجن بوٹی دار (د)
۶۔ جھگڑے (د)
۷۔ ناحق کے یہ (د)

کیوں کر کے حیلہ جوئی جالا ہمن کے دل کوں
شاید سکھاوتا ہے یہ سب رقیب مکڑی
لڑکوں میں کھیلتے تم جب سیں ادھر ہو نکلے
لٹو ہوئی ہے تب سیں یہ عاشقاں کی چکڑی
نالے نیں[1] اب ہمارے کاٹے ہیں کوہ سارے
اس تیغ نیں پیارے پتھر کیا ہے ککڑی

(۳)

چنچلاہٹ میں تو[2] مولا ہے — جھلجھلاہٹ میں درا مولا ہے
دیکھ تجھ مکھ کوں یوں چھپے یوسف[3] — جوں کبوتر کنوئیں میں کولا ہے
سیر کرتا ہوں بیٹھ کر اس بیچ — دل ہمارا اڑن کھٹولا ہے
سرو سیں قد ہے یار کا موزوں — میں نے میزان لیں کے تولا ہے
سرد مہری سیں بے وفا کا حال[4] — ہے خنک اس قدر کہ اولا ہے
جان کر کے احسان ہوتا ہے — تم نہ جانو کہ جان بھولا ہے
ہم سوں سب مل کہو مبارک باد — کہ ٹک اک ہنس کے آج بولا ہے
آبرو ہائے کیوں گلے نہ لگا
میرے دل[5] میں یہی ملولا ہے

(۴)

آونے کی خبر قیامت ہے — آوتا ہے اگر قیامت ہے
عالم دل ہوا ہے زیر و زبر — خوش نین کی نظر قیامت ہے
شور برپا ہوا ہے آدرسوں — خوش قداں کا گزر قیامت ہے
پڑی ملک عدم میں بے تابی — خوش ادا کی کمر قیامت ہے
ہجر ہر چند غم سیں مرنا ہے — وصل اس کے سوں ڈر قیامت ہے

۱۔ نالے نیں ہم ہمارے (ک)
۲۔ توں (ک)
۳۔ جنی تعریف (د)
۴۔ سرد مہری سے بے لوا (د)
۵۔ دل (ک)

اقربا اصدقا گئے سب بھول عشق تیرا مگر قیامت ہے
شور ہے اس کی اشک باری کا
آبرد چشم تر قیامت ہے

(۵)

برہیں سجن کے قادری ازبس کہ تنگ ہے
غنچے کے دل میں رشک سیں خجل جائے رنگ ہے[۱]
تجھ لب کے خط سبز کی جب سیں سنی ہے بات
بزم شراب تب سیتی اے شوخ بھنگ ہے
زلف سیاہ، ابروئے کج، خط سبز رنگ
ہر ایک کافری میں نرالا فرنگ ہے
افلاس سیں نہیں[۲] ہے جگر بیچ جس کے آہ
وہ درد مند بحر میں غم کے نہنگ ہے
شکوا رقیب کا نہ کرو رمز شوق[۳] کے
کیونکر سمجھ سکے وہ کٹھن[۴].....دنگ ہے
مطرب نیں بس میں سنگدلاں کو کیا ہے آج
لینے کوں قلب گھر کے پکڑنے[۵] سرنگ[۶] ہے
تیری گلی کی خاک کوں کر آبرد بھبوت
اودھوت خاکسار مثال ملنگ[۷] ہے

(۶)

کیوں بند سب کھلے ہیں کیوں چیرا اینٹھا ہے
کیا قتل کوں ہمارے اب ٹھاٹھ[۸] یوں ٹھٹھا ہے

۱۔ سے (د)
۲۔ افلاس سے نہیں ہے جگر (ک)
۳۔ (د) میں نہیں ہے
۴۔ کٹھن غولے دنگ ہے (ک)
۵۔ کھونے کے پکڑے یہ رنگ ہے (د)
۶۔ نگر یہ سرنگ (ک)
۷۔ ملنگ (ک)
۸۔ ٹھاٹ (د)

اس وقت میں پیارے ہم کوں شراب دیجے
دیکھو تو کیا ہوا ہے ریجھو تو کیا گھٹا ہے

برہن کے نین رو رو جوگی برن ہوئے ہیں
کاجر بھبھوت، انجھو مالا، پلک جٹا ہے

خواہ لاٹھیوں سیں مار خواہ خاک میں لتھاڑو[1]
عاشق کا دل پیارے چوگان کا بٹا ہے

لب کوں انکھیوں کوں مکھ کوں ن[2] کوں کمر کوں قد کوں
ان سب کو چاہتا ہے ٹکڑے ہو دل بٹا ہے

سامان عیش ہم کوں اسباب غم ہوئے ہیں
خون جگر ہے صہبا بخت سیہ گھٹا ہے

کیا رنگ ہے تمھارے رخسار کا سجن
جس پر نظر کرے سیں گل کا جگر پھٹا ہے

عاشق کی آبرو ہے خواری میں جان دینا
نامرد وہ کہاوے جو عشق سیں ہٹا ہے

(۷)

دلوں[3] کی آرزو دل میں مری ہے
تغافل سیں ہماری دادری ہے

پھنسے ہیں کس قدر تجھ زلف میں دل
کہ ہر ہر تار موتی کی لڑی ہے

[4] تماشا دیکھ کر اشک آتشیں سوں
ہماری چشم رشک پھلجھڑی ہے

ترا قد آج خوبی میں علم ہے
تجھے خوش قامتاں کی سروری ہے

نہیں سنتا کوئی احوال میرا
لبالب دل منیں حسرت بھری ہے

نہ دل چھوڑا نہ دیں تس پر تغافل
کسی نیں بھی کسی سیں یوں کری ہے

دوانا ہوں تو یارو آپ[5] کوں ہوں
کسی کے تئیں ہماری کیا پڑی ہے

۱۔ لتاڑو (ک)
۲۔ ابرو کوں اور قد کوں (د)
۳۔ یہ دل کی آرزو دل میں بھری ہے (د)
۴۔ تماشا کر کہ آہ آتشیں سہوں (د)
۵۔ یارو آپ (ک)

خرد سوں آبرو کی بوجھ یہ بات
اٹھانا بوجھ دنیا کا خری ہے

(۸)

تم سیں کوں جس کا دل کہ پیار کرے — دل پے وہ جان کوں نثار کرے
موسم گل ہو جان فصل خزاں — باغ میں تو[۱] اگر گذار کرے
سوز دل دیکھ داغ جل جاوے[۳] — نے فغاں سن مرا[۲] پکار کرے
دل پیاسا ہے زخم کا کہنا — تیغ کوں خوب آب دار کرے
دل پھڑکتا ہے دیکھنے کے تئیں[۴] — دیکھیے کب خدا دو چار کرے
کیا عجب ہے اسی کا بندا ہوں — گر خدا اس سیں مجھ کوں یار کرے

رہ[۵] قد کا میں آشنا ہوں طوفاں[۸] ہے
آبرو کوں کہو کنار کرے

(۹)

لب ترا جب حکیم ہوتا ہے — شافیٔ ہر سقیم ہوتا ہے
تیر قامت سیتی[۷] خجل ہو الف — سرنگوں مثل میم ہوتا ہے
کچھ باتاں میں تجھ بھواں کی ادا[۹] — دل ہمارا دو نیم ہوتا ہے
خال لازم ہے گرد[۶] خط بیچ[۱۰] — بے نقط کیونکہ جیم ہوتا ہے
دل یو جنت سیتی سفر کر کر — تجھ گلی کا مقیم ہوتا ہے
کب مقابل نمک جھمک[۱۱] میں پیا — روپ تیرے[۱۲] کا سیم ہوتا ہے

۱۔ آکر توں (د)
۲۔ تو (ک)
۳۔ مل جاوے (د)
۴۔ نین (د)
۵۔ قہر کا آشنا ہوں (د) قد کا میں آشنا ہوں (ک)
۶۔ گرد خط کے بیچ (د)
۷۔ تیری قامت سیتی (ک)
۸۔ طوفاں (د)
۹۔ لگا (د)
۱۰۔ گرد خط کے بیچ (د)
۱۱۔ کیا (د)
۱۲۔ تیروں کا سیم (د)

گو کہ اس سیں بھی سخت ہو احوال   سنگ دل کب[۱] رحیم ہوتا ہے
بے کسی دل کوں آبرو ہے تمام
قیمتی دُر یتیم ہوتا ہے

(۱۰)

ہنسیں کھل کھل سنے بے درد جینا لے[۲] غریبوں کے
چمن کے پھول ہی دشمن ہیں یارو عندلیبوں کے
نہ پہنچا یا کبھی اس کے تئیں اس پاؤں لگ ہرگز
گلہ مند اس قدر کیوں کر نہ ہوں ہم ان نصیبوں[۳] کے
تمھارے سبزۂ خط اور لب شیریں کے عاشق سب[۴]
محلہ دار ہیں پان اور مٹھائی کے دریبوں کے
دوائیں سب لیے پھرتے ہیں غم کے دور ہونے کی
نہ ہوں کہہ کیونکہ دشمن دردمند عاشق طبیبوں کے
کہاتے[۵] تھے جگت میں آبرو دے تو پڑے سرکش
کہو کیونکر ہوا اب اس قدر بس میں رقیبوں کے

(۱۱)

زنانوں کے ہر ایک[۶] کھٹکے میں خوش قیمتی نرالی ہے
جو دستک ہے سو دل کے قفل کوں گویا کہ تالی ہے
کلنکی کے برابر عیب ہو ہے خوب کوں کہنا
ترے گالوں کوں کہیے چاند تو گویا کہ گالی ہے
ترے چہنی سے رخساروں آگے ٹھکرا سا لگتا ہے
(ٹھیکرا)
اگر چہ آئینے میں مصقلا کر کے صفائی ہے

۱۔ جب (د)
۲۔ لیے (ک)
۳۔ ہم نصیبوں کے (د)
۴۔ سب عاشق (د)
۵۔ کہا تا تھا (ک)
۶۔ ہریک منڈل میں (د)

وہ سادہ رو کہ جس کے منھ اوپر ایک تل نہ ہو ہرگز[1]
وہ سب چاندوں کی گنتی بیچ گویا چاند خالی ہے

(۱۲)

پھرے ہے مست اکڑتا لاابالی	ہوا بانکا سج اب اور رہی نکالی
زبانی ہے شجاعت ان سبھوں[2] کی	امیر اس جگ کے ہیں سب سٹر قالی
جو بے خود ہیں تری چشم سیہ[3] کے	وے نہیں پیتے شراب پرتگالی
نہیں کرتا کسی سیں گرم جوشی	سجن میرا اپٹ ہے لاابالی
نہ پوچھو مجھ سیں نعمت خاں کی تشریف[4]	بیاں کرنے کے ہے رتبے سیں عالی
سویدا کی طرح ہر دل[5] بنے ہے	کوئی اس تل کے نہیں سودے سے خالی

کیا مکتب سیں آ خون آبرو کا
یہی کچھ تم نے ملاں[6] کی دعالی

(۱۳)

پانی پت آج چھوڑ جو گھونز تم چلے	تو راہ بیچ جائیو[9] جانی سنبھال کے
تیری نگاہ تیر کی پیکان ہے صنم	تم دیکھ دیکھ زخم لگاتے ہو بھال کے

(۱۴)

تم کوں نہیں سکتا ہے پیارے جان کوئی
جان ہو کیوں کر سکے پہچان کوئی
کون ہے جس لاوس اپنے قربان کروں
ایک دم کوں لا ملا دے آن کوئی

۱۔ نہیں ہرگز (ک)
۲۔ سبھوں کے (د)
۳۔ میں (د) رتبے سے کے
۴۔ منیں (ک)
۵۔ سودے سے خالی (د)
۶۔ اخوند (د)
۷۔ یہی ملا کی کیا تم نیں (ک)
۸۔ ملا (د)
۹۔ راہی (د)

دوسرا ایسا نہیں اے مہربان
لطف اور خوبی میں[1] ہے انسان کوئی

آبرو کے شوق کی لہروں سیں بوجھ
یار اس کا ہوئے گا طوفاں کوئی

(۱۵)

زلف کے عقدے کھلے اب اور بھی مشکل ہوئی
دل کے اوپر[2] یہ نئے سر سے بلا نازل ہوئی
اب تو مرتا تھا تغافل سیں قسم تیری سجن
مہربانی ٹک بھلے وقت آن[3] کے شامل ہوئی
سر سے پاؤں لگ کھلی دیکھی تری[4] زلف دراز
اب سر نو عمر تیئیں دل کی طلب کامل ہوئی
آب ہوں خجلت سیں اپنا عکس دیکھا دوسرا
کیا دوئی سیتی مجھے شرمندگی حاصل ہوئی
سب خزانا کھو کے بیٹھا کھنگ[5] ہو تحویل دار
جو کہ باقی تھی سو سب سرکار میں داخل ہوئی
بیٹھنا دنگل منیں کرتی ہیں انکھیوں سے قبول
سلسلے میں تاک کی دختر بڑی قابل ہوئی

(۱۶)

شہر میں تھے خوار و خستہ کوچہ و بازار کے
بے جو سودائی ہیں تیری دشت میں فنا رکے
بے خودی کی راہ میں کچھ حکم کی حاجت نہیں
آپ سیں جاتا ہوں اپنے شوق میں دلدار کے

۱۔ منیں (س)
۲۔ اب (د)
۳۔ آ کے (د)
۴۔ دیکھی ہے میں (د)
۵۔ اپنے میں (د)
۶۔ کھک (د)

(۱۷)

دیکھو تو جان تم کوں مناتے ہیں کب سیتی
بولو خدا کے واسطے ٹک لال لب سیتی

مکھ[۱] انترا ہے جان یہ اچرج طرح کا چاند
روزانہ اور خوب جھلکتا ہے شب سیتی

زلفاں کوں کہہ کہ دل کوں کریں آپ میں سیں[۲] دور
یہ پیچ و تاب ان کوں ہے اس[۳] کے تعب سیتی

دست سلام سر کے اوپر نقش پا ہے اب
ہر چند خاک راہ ہوا ہوں ادب سیتی

پانی میں ڈوب آگ میں جل کر مرد پے ایک
عاشق نہ ہو پکار کے کہتا ہوں سب سیتی

ہر جائی ہو ہر ایک سیں لالچ نہیں ہے خوب
ہے بھیک مانگ کھانا بھلا[۴] کسب سیتی

باندھا[۵] ہے برگ تاک کا کیوں سر پے سہرا
کیا آبرو کا بیاہ ہے بنت العنب سیتی

(۱۸)

مقتل منیں کھڑے تھے کھڑے اور پڑے ہوئے
سب سیں جب آ کے تیغ پڑی ہم سر ہوئے

جو دیکھنے کوں غیر کے پیارے گئے نہ تھے
تو کیوں ہیں آج چشم تمھارے بھرے ہوئے

انکھیوں کی راہ دیکھ کے نکلے جو دل کا حال
تڑپے سرشک خاک کے اوپر گرے ہوئے

۱۔ روشن یہ خوب ماہ (د)
۲۔ آپہی سیں (د)
۳۔ ترے (د)
۴۔ ہر جائی ہو ہر ایک سیں مت (د)
۵۔ باندا (د)، اون (د)

(۱۹)

کیوں بلائی بھیڑ میں ہم سیں یہ نادانی ہوئی
دختر رز شرم سیں مجلس میں آپانی ہوئی

میں عبث مرتا ہوں کچھ مرنا بھی اب درکار نہیں
جی دیئے ہوتا ہے کیا جب دوستی جانی ہوئی

(۲۰)

کیا بری طرح بھوں مٹکتی ہے[1] | کہ مرے دل میں آ کھٹکتی ہے
زلف کی شان مکھ اوپر دیکھو | کہ گویا عرش میں لٹکتی ہے
اب تلک گرچہ مر گیا فرہاد | روح پتھر سیں سر پٹکتی ہے
دل کبابوں میں کون کچا ہے[2] | عشق کی آگ کیوں چٹکتی ہے

آبرو جا پہنچ کہ پیاسی زلف
ناگنی کی طرح جھٹکتی ہے

(۲۱)

شوق کی گرمی ہے دونوں اور دل کی لاگ ہے
غیر سیں کہہ بیچ میں مت آ جلے گا آگ ہے

زلف تیری کہ ہر یک حلقے بیں ہے اجگر[3] کا کام
ہر بھنور کے بیچ اس کالندری کے ناگ ہے

(۲۲)

مت دیکھ اس طرح سیں انکھیاں بنا کے ڈھیلی
لیتی ہے جان پیارے چتون تیری لجیلی

مردنگ زعفرانی کرتی ہے ارغوانی
ہوتا ہے لال جن نیں شیشی تمام پیلی

۱۔ بے طرح کیا یہ بھوں (د) دل میں عاشق کے جا (د)
۲۔ عشق بازی میں کون ہے کچا (د) آتش عشق یوں (د)
۳۔ اژدر (ک)

راوت نین تن کے بانکیت نہیں تو کیا ہیں
چھوٹے نکہ سیں مل مل یہ بانک کیسے کیلی

(۲۳)

مجلس میں شمع آ کر جلتی جو ہے ستی سی
مردوں کوں پیارا پنا دکھلاتی ہے چہبی سی
ہر رات تجھ درس سیں ہوتی ہیں رنگ راتی[1]
کچھ تو مرے نین کی جاگی ہے اب رتی سی
حلقے کے بیچ موتی جلنے لگے دیے سے
پیارے دہن میں تیرے جھمکے تبھی بتی سی

(۲۴)

جان اے جیوں کے دشمن ہوتے ہیں ہم کوں مرنے
ہنس ہنس کے لیے تمھارے جھک جھک سلام کرنے
زلفاں کے تیئں خوشامد افسوں ہوئی ہے یارد
تشنے سیں رہ گئے ہیں جب سیں کہ ناگ برنے

(۲۵)

کیا سرخ چھبے ہیں تجھ انگلیوں کے پورے
اے شوخ کس جگر میں یہ اس طرح چھورے[3]
کاری نین تمھارے کیا ہیکہ پھرے ہیں ظالم
گویا کہ بیٹے دہن ہیں دو ناگ کے کٹورے
آخر کوں بوالہوس نیں سر بارِ غم سیں کھینچا
نام عاشقی کے یاروسب ان گدھے نیں بورے

۱۔ راتی (ک) ایک راتی (د)
۲۔ حلقے (د) بیتی (د) (ک) میں اس شعر پر مرہے
۳۔ چھبورے (ک)
۴۔ بجھ

تم سانورے اداسیں میٹھے ہو نیشکر سے
گورے تن کے آگے پھیکے لگے اکورے

کیوں آبرو نہ ہووے اے جان خون غم کا
مدت کے نہ تم نیں سوگند کھا کے توڑے

(۲۶)

چبائے پان کیوں اور ہی کسو کے
مگر پیاسے تھے تم میرے لہو کے

گئے اب غانبانہ بھول ہم کوں
سجن کے پیار تھے سب روبرو کے

[1] سجی جب قادری اس نازنیں نے
بدن پر نقش[2] اٹھ آئے اتو کے

چلے منہ موڑ جب تیری گلی سیں[3]
گھٹا آرام دے کل ہو کے کو کے

[4] گیا عذر اب نہ ملنے کا[5] خطا کا
سجن سیں جو کہ جھگڑے[6] تھے سو تو کے

سخن یکرنگ کا سب گانٹھ باندھو
کہ وتے گوہر ہیں بحر آبرو کے

(۲۷)

دل کوں کمند تیرا ہر بال ہے پیارے
زلفیں سیتی کلن جنجال ہے پیارے

یہ دل سیاہ طالع اٹکا ہے جا ہمارا
خورشید سے مکھ اوپر یا خال ہے پیارے

کیوں سرزمیں پہ دل کی اب نہ لرزے پڑتے ہیں
حرکت تجھ ابرواں کی بھونچال ہے پیارے

زیر پردہ شفق میں خورشید خاوری ہے
یا لال مکھ پہ تیرے شال ہے ہمارے

انکھیاں اگر ملاؤ تو جی کوں ہو بھروسا
مقصود کے دوں کی یہ فال ہے پیارے

۱۔ پہنی (د)
۲۔ تب (د)
۳۔ سے (د)
۴۔ کیا (د) ملنے کے (د)
۵۔ کی (ک)
۶۔ تجھے جھگڑے (ک)
۷۔ بے (ک)
۸۔ یہ (ک)
۹۔ ہیں (د)
۱۰۔ یا (د)
۱۱۔ سر پہ تیری (د)
۱۲۔ دل کوں ہو (ک)

یوں آبرو سیں دل کوں تم سخت جو کیا ہے
کچھ جانتے ہو اس کا کیا حال ہے پیارے

(۲۸)

یوں بے وفا ہوا توں اے سرخ چہرے والے
ہم کوں پڑے ہیں تیرے اب دیکھنے کے لالے
اوپر کے دل سیں تم یوں سرسے جھڑاوتے ہو (جھڑا دیتے)
کیا بیچ ہے کہ پیارے دیتے ہو ہم کوں بالے
دے خاص پرورش تم ہمنا کے کیوں بھولو
جب عام کے پڑے ہو یوں جاے کر کے پالے
روٹھا ہوں دل سیں میں بھی نہیں بولنے کا ہرگز
اک بات رہ گئی ہے ٹک دوڑ اسے بلالے
ضد دیکھ کر تمھاری اے بے وفا ہٹا ہے
عاشق نے ہار مانی اب تو گلے لگالے
جو چھوڑ آبرو کوں جاتے ہی ہو تو جاؤ
ہم نے بھی اب خدا کے تم کوں کیا حوالے

(۲۹)

دل کوں تڑپھڑ ہے آج جدائی سیں یار کی
انکھیاں اوپر پڑی ہے بہت انتظار کی
دونا بڑھا جنوں لگی انجھواں کی جھڑ
جوں جوں امنڈ گھٹا نیں جنگل میں بہار کی

۱۔ سے (د)
۲۔ کیوں (د)
۳۔ ہو گئی ہے اب (د)
۴۔ پہنسا ہے (د)
۵۔ کیے (د)
۶۔ میں (د)
۷۔ بہت ہے مجھ اس انتظار (د)
۸۔ ہوا جنوں کے لگی (د)
۹۔ و (ک)
۱۰۔ گھٹا منڈ کے اٹھی (د)

یارو کوئی کہے کہ کبھی یوں بھی ہووے گا
باتیں کریں گے بیٹھ کے آپس میں پیار کی

ہے دردِ سر تمام کہوں کیا شراب دے
ساقی نہ پوچھ مجھ کوں حقیقت خمار کی

ہوتی نہیں ہے پیار سیں سیدھی کبھی نگاہ[1]
تس پر ہے آرزو مجھے بوس و کنار کی

دلی میں درد دل کوں کوئی پوچھتا نہیں
مجھ کوں قسم ہے خواجہ قطب کے مزار کی

دشمن ہوے ہیں لوگ سجن آبرو کے سب
یہ بات آ بنی ہے ترے[2] دوستدار کی

(۳۰)

آتش میں عشق کی ہے ہم کوں فراغ اور ہی
جوں[3] ہیں خلیل تن کا ہوتا ہے باغ اور ہی

دیدار کی شرابیں پیتے ہیں چشم سیتی[4]
مستوں کا ہے درس کے یارو ایاغ اور ہی

نقش قدم کے جا کے سر کا نشان ڈھونڈھو
یہ راہ دل ہے اس کا ہو[5] ہے سراغ اور ہی

ہر دن کسی نئے سیں[6] ملتا ہے گرم جا کر
ہر روز مجھ کوں ظالم دیتا ہے داغ اور ہی

جو کچھ کہو گے تس سیں بڑھ آبرو کہے گا
پیارے اٹھاوتے ہیں[7] تیرا دماغ اور ہی

۱۔ سیدھی نظر پیا سے ہوتی نہیں کبھی — جی میں ہے آرزو ہیں بوس و کنار کی
۲۔ مرے (د)
۳۔ جو ہے (د) تنکا
۴۔ انکھیوں سے پیوتے ہیں (ک)
۵۔ کے (د)
۶۔ سے ہوتا ہے (د)
۷۔ اوٹھوں کے اندر (د)

(۳۱)

سراسر جال کیا یکساں بنی ہے ۔۔۔ بہ زیں صید کے کا کل گھنی ہے[1]
ہوئی ہے انتخاب جامہ زیباں ۔۔۔ تمھاری چین پیارے کن چنی ہے
اسے اسپند کروں کن گرم دیکھا ۔۔۔ مرے پیارے کی دیہی گن گنی ہے

(۳۲)

بول کے ایک تان صاحب رائے ۔۔۔ لے گیا کاڑھ جان صاحب رائے
جو کوئی دیکھے سوئی بچھڑ جاوے ۔۔۔ حسن تیرے کی آن صاحب رائے
دب گئے سب جہان کے معشوق ۔۔۔ دیکھ کر تیری شان صاحب رائے
تیری بھولی طرح لگے پیاری ۔۔۔ جان ہو تم او جان صاحب رائے
لال گویا کلی ہے رنگ بھری ۔۔۔ یہ تمھارا دہان صاحب رائے
ڈرتا ہوں تجھ کمر کے کسنے سیں ۔۔۔ کہ نہ ہو جا زیان صاحب رائے
ہم نمانوں سیں یوں مٹھن ہٹ کر ۔۔۔ پیار کی بات مان صاحب رائے
بات باریک ہے کمر کی طرح ۔۔۔ کیوں کے کیجے بیان صاحب رائے
آج کے دن ہے آبرو اس کوں ۔۔۔ جس پہ ہو مہربان صاحب رائے

آبرو اب کہو غلام حسن
کہ ہوا اسلمان صاحب رائے

(۳۳)

داڑھی نیں تیرے حسن کی خوبی[2] تمام کھوئی
گئی اس کمل[3] سیں تیرے منھ کی اتر کے لوئی[4]

گل نیں مگر چمن سیں عزم سفر کیا ہے
گلشن کے بیچ شبنم کیوں اس طرح سیں[5] روئی

۱۔ گنی (ک)
۲۔ یار تیری خوبی (د)
ملنے کے یار تیری خوبی (د)
تیرے مکھ کی خوبی (د)
۳۔ کنبل (ک)
۴۔ جو ۔ مکھ (د)
۵۔ سے (د)
۶۔ سے (د)

کہنا سجن سیں قاصد کیونکر کہوں حقیقت
جب ان لکھی کتابت انکھیوں نیں یوں بھگوئی

بدراہ ان دنوں میں ازبس کہ ہو گئے ہو
تیری گلی میں آکر پھرتا نہیں ہے کوئی

بیزار کیوں نہ ہو جا ب آبرو تمن سیں
معشوق پن کی تم نیں اور وں سکل ڈبوئی[1]

(۳۴)

(ح) کچھ کچھ رقیب نیں کہتے سچ ہو گیا تو ہے
کہتا نہیں ہے منھ سیں پہ کچھ انمنا تو ہے

جو ہر نہیں کچھ اور تو دل میں صفا تو ہے
منھ کیوں چھپادتے ہو سجن آئینا تو ہے

شاید کہ ہو رہے گا کبھی مہربان بھی
پیارے نیں شوق دل کا مرا اُٹکلا تو ہے

یے لوگ بے حساب او کہتے ہیں اسکی بات
عاشق گلی میں یار کی[2] جاکر گرا تو ہے

پھاندے کے بیچ غیب سیں آجا تو کیا عجب
دل آج اپنی گھات میں جاکر لگا تو ہے

ٹھٹھا کیا جو بات پہ میری تو کیا ہوا
خندوں کا یہ ملاپ پیارے بُرا تو ہے

بیزار ہو گئے ہیں جو گورے ہمن سیں تب[3]
بیزار سے ہوئے ہیں مرا سانولا تو ہے

ہرگز خط غبار کے سبزے سیں منھ نہ پھیر
گو بھنگ کے تلے میں مزا نہیں نشا تو ہے

۱۔ بن کے تم نیں نظروں سے ل بوئی (د)　۳۔ سب (ک)
۲۔ یار کے اپنی گرا

جو آبرو بر ابھی کہا تو بھلا کیا
زمرے میں عاشقاں کے ہمن کوں گنا تو ہے

(۳۵)

تمھارے لوگ کہتے ہیں کمر ہے
کہاں ہے کس طرح کی ہے کدھر ہے
لب شیریں چھپے نہیں رنگ پاں سے
نہاں منقار طوطی میں شکر ہے
کیا ہے بے خبر دو نوں جہاں سیں
محبت کے نشے میں کیا اثر ہے
ترا مکھ دیکھ آئینا ہوا ہے
تحیر دل کوں میرے اس قدر ہے
تخلص آبرو بر جا ہے میرا
ہمیشہ اشک غم سیں چشم تر ہے

(۳۶)

تولا تمھارے رنگ لباں ساتھ جس گھڑی
غنچے کا رنگ اڑ کے ہوا انب دھڑی دھڑی
ہیں بنگ کے نشے میں ہزاروں طرح کے رنگ
سب بوٹیوں کے بیچ مرصع ہے یہ جڑی

(۳۷)

دشمن جاں ہے تشنۂ خوں ہے
شوخ ہے بانکا ہے نکت بھوں ہے
تجھ کوں لیلیٰ بھی دیکھ مجنوں ہے
دل رباؤں کا دل ربا توں ہے
دل کے چھلنے کوں یہ لٹک چلنا
سحر ہے ٹوٹکا ہے افسوں ہے
خال مشکیں ہے لال لب ہا پر
یا مئے سرخ بیچ افیوں ہے
آن ہے درد کے ضعیفاں پر
آہ دل کی الف ہے قد نوں ہے
در گر بر گر رقیب سیں اے دل
بے حیا ہے رجالا ہے دوں ہے

۱۔ ہے گی (د)
۲۔ سیں (ک)
۳۔ مجھ (د)
۴۔ نشا (د)
۵۔ بانکہ (ک)
۶۔ ہے (ک)
۷۔ رجالا (ک)

دردِ سر کا علاج کیوں نہ کرے — یار کا رنگ صندلی گوں ہے
شیخ خرقے میں جب مراقب ہو — گربہ مسکین ہے مری جوں ہے
گر وفادار کش نہیں وہ شوخ
آبرو ساتھ دشمنی کیوں ہے

(۳۸)

ترا قد سرو سیں خوبی میں چڑھ ہے — لٹک سنبل سیتی زلفاں سیں بڑھ ہے
حریفاں، نوجواں میرا سراپا — ادا ہے ناز ہے سج ہے اکڑ ہے

(۳۹)

نالا ہمارے دا، کے غم کے گواہ بس ہے
۲ اپنے تئیں شہادت انگشت آہ بس ہے
ناقص تھی عاشقی کی تدبیر میں زلیخا
رکھنے کوں یوسفاں کے اک دل کی چاہ بس ہے
عاشق کی زندگی کوں اے جان دیدۂ دل
جو پیار سے دیکھے تو آدھی نگاہ بس ہے
شوخی و سرکشی میں کوئی تیرے مقابل
دیکھا نہیں جگت میں اے کجکلاہ بس ہے
در گذر نہیں زباں سیں کرنا بیان غم کا
اے آبرو ہمارا حال تباہ بس ہے

(۴۰)

پنڈت ماجرا یارو کڑا ہے — مسافر دشمنوں میں آ پڑا ہے
رقیب اپنے اوپر ہوتے ہیں مغرور — غلط جاناں ہے حق سب سیں بڑا ہے
جو وہ بولے سوئی وہ بولتا ہے — رقیب اب بھوت ہو کر سر چڑھا ہے
خدا حافظ ہے میرے دل کا یارو — پتھر سیں جا کے یہ شیشا لڑا ہے

۱۔ صندلیں (ک) — ۳۔ دل کا (ک)
۲۔ دینے کے تئیں — ۴۔ بھڑا (ک)

برنگ ماہی بے آب بس دن سجن نیں دل ہمارا تڑ پھڑا ہے
رقیباں کی نہیں فوجاں کا وسواس[1] ادھر سیں عاشقاں کا بھی[1] دھڑا ہے
کرے کیا آبرو[2] کیونکر ملن ہو
رقیباں کے صنم بس میں پڑا ہے

(۴۱)

جاں میں جس کے شوق آئی ہے[3] اس کے دل کوں تڑپھ کماہی ہے
جگ کے خوباں ہیں تجھ پہ سب مفتوں تن میں یوسف بھی ایک چاہی ہے
داغ سیں کیوں نہ دل اجالا ہو چشم کی روشنی سیاہی ہے
اب تلک کھینچ کھینچ جور و جفا ہر طرح دوستی نباہی ہے
طور کیا پوچھتے ہو کافر کا شوخ ہے بانکہ ہے سپاہی ہے
ہانھ میں کہربا کی سمرن دیکھ رنگ عاشق کا آج کاہی ہے
حال عاشق کا کیا بیان کیجے[4] خوار ہے خستہ ہے تباہی ہے
آبرو کیوں نہ ہو رہے خاموش
درد کہنے کی یاں[5] مناہی ہے

(۴۲)

شاخ گل قد کوں ترے دیکھ کے مرجھائی ہے
سرو کوں چال تری باعث رسوائی ہے
نازنیں گل کے نمن آج نہ کھلائے سو کیوں
بوالہوس کی نظر اس[6] مکھ کے اوپر چھائی ہے
سچ کہا تب سوں کمر بند ہوا تار نگاہ
وہ کمر موسی تری جب سیں نظر آئی ہے

۱۔ رقیبوں، فوجوں (دل دھڑا ہے (د) ۴۔ کریلے (ک)
۲۔ جسارت (د) ۵۔ یہاں (ک)
۳۔ جان میں جس کے شوق الہی ہے (ک) ۶۔ آ (د)

دامن دشت کیا نقش قدم سوں پر گل
کس بہاراں کا یہ دیوانہ تماشائی ہے

عاشقِ شیفتہ دل کیو نکے نہ ہو سرگرداں[1]
حُسن کی قدر کوں بوجھا نہیں ہرجائی ہے

[2] دل سوں عاشق کے ہے جب حسن کوں معشوق کے زیب
تب تو[3] عارض میں صفا تل کوں سویدائی ہے

وار اور پار کے شہر اکوں[4] بادے گا سب
گریہ کی آبرو کوں آج لہر آئی ہے

(۴۳)

سپا رشس سیں میرا سرکش پنٹ بیزار ہوتا ہے
زیادہ ضد پکڑ کر باعث آزار ہوتا ہے

رقیباں کے ستم دل میں کیسے برداشت تب جانا
کہ دیوانہ بھی اپنے کام میں ہشیار ہوتا ہے

کرم فرما کہ تیرا نقش پا ہم خاکساروں کوں[5]
چمن میں سربلندی کی گل دستار ہوتا ہے

تری شمشیرِ ابرو نیں کیا ہے قتل عاشق کوں
جو اک بانکی ادا کرتے ہیں[6] سوئی اک وار ہوتا ہے

وہی رشتا کہ دانایاں کو لب ہے اسلام میں تسبی
سوئی رشتا گلے[7] جا کفر کے زنار ہوتا ہے

تری تصویر پر نیرنگ کے معنی کو جو دیکھے (بوجھے)
سوئی حیرت میں جا کر صورتِ دیوار ہوتا ہے

۱۔ ہووے گرداب (د)
۲۔ دل سے عشاق کے ہے عاشق کوں (د)
۳۔ ہی ۔ (د)
۴۔ خندہ کرنا (د)
۵۔ نقش پا تھارا خاکساروں کو (د)
۶۔ سو (د) ۔ کی (د)
۷۔ گلے ہیں (د)

جگر کا خون انکھیوں سیں اشک کی صورت پکڑ نکلا
صدف میں جا کے قطرا گوہر شہوار ہوتا ہے

کنار عشق کا گرداب ہے اے آبرو مت ڈر
ہوا جو غرق اس دریا میں سو پار ہوتا ہے

(۴۴)

عاشق کوں رات بیچ درس کا ظہور ہے
ظلمت کے بیچ زلف کے یہاں منھ کا نور ہے

ہر دم منیں قیامت دیگر ہے جلوہ گر
بجنا نہیں ہے نے کا مگر نفخ صور ہے

(۴۵)

وہی بوجھے ادا پیارے نگہ کے دل بے جانے کی
طرح دیکھی ہے جن انکھیوں سیں انکھیاں کے ملانے کی

چمن میں شمع کی مانند کلیاں گل ہوئیں بجھ بجھ
لباں سیں بات نکلی تھی تمھارے پان کھانے کی

تمھیں آتی ہے انکھیاں پھیر جانے کی طرح جیسیں
ایسی آتی نہیں عاشق کوں اپنا دل پھرانے کی

رکھوں نقش قدم کوں سر پے اپنے دل کی انکھیاں جوں
نظر بھر جب کبھی دیکھوں لٹک تمنا کے آنے کی

فلاطوں بھی ہوا لیلیٰ وشاں کوں دیکھ کر مجنوں
دوانی ہو گئی یہاں عقل آ کر کے سیانے کی

(۴۶)

افسوس ہے کہ ہم کوں دلدار بھول جاوے
وہ شوق وہ محبت وہ پیار بھول جاوے

رستم تری انکھیوں کے آوے اگر مقابل
ابرو کوں دیکھ تیری ترواڑ[1] بھول جاوے

۱۔ تلوار (د)

عارض کے آئینے پر نمنتا[1] ہے سبز خط
طوطی آکر جو دیکھے گفتار بھول جاوے

کیا شیخ کیا برہمن جب عاشقی میں آوے
تسبی[2] کرے فرامش زنار بھول جاوے

یوں آبرو بناوے دل میں ہزار باتیں
جب روبرو ہو تیرے[3] گفتار بھول جاوے

(۴۷)

کہو کہ ظالم شتاب آوے اتا کیوں غافل اٹک رہا ہے
نکل چلا تھا سو جی لباں پر درس کی خاطر ٹھٹھک رہا ہے

رقیب نے جب سیں پاس دیکھا تن کے اسے جان دل ہمارا
تدہاں سوں ملا سند کر کیتے کے انکھیوں میں اس کی کھٹک رہا ہے

اگر جو چھوٹے تو گر کے پھوٹے وگرنہ چھوٹے تو قید ظالم
پڑا ہے دل پیچ میں ہمارا پکڑ کے گیسو لٹک رہا ہے

کمر ہیں لب عذار گیسو یو ایک سیں ایک سب سرس ہیں
کدھر کدھر ہو سبھی کا عاشق یہ دل بچارا بھٹک رہا ہے

گلی چمن میں گلاب کی جوں شگفتہ ہو کر سد کرے ہے
یوں دل خوشی میں برہ اگن میں سپند ہو کر چٹک رہا ہے

پکڑ کے شمشیر اب جو نکلو تو ہمکوں یہ عید ہو مبارک
کہ بوالہوس چھوڑ آبرو کوں تری گلی سیں سٹک رہا ہے

(۴۸)

بات سن[4] نیں کی طلب رکھتا ہے اور دل سبتی
ہم کوں کہتا ہے سخن لاکھ نہوروں سیتی

۱۔ نمناک (د)
۲۔ تسبیح (د) فراموش (د)　　۴۔ سننے کی (د)
۳۔ روبرو ہووے تیرے تکرار (د)　　۵۔ لگا ہے (د)

چاند سے مکھ کوں ترے عیب ہوا ہے پیار
کہ مجھے شوق پڑا آ کے چکوروں سیتی

(۴۹)

نمازی جوں اوّل انجھواں کے پانی سوں وضو کیجے
تب اے خوش چشم تجھ محراب کوں ابرو کے دیکھیے

کیا ہے چاک دل تیغ تغافل سیں تجھ انکھیوں نیں
نگہ کے رشتۂ دسوزن سوں پلکاں کے رفو کیجے

شکست پے بہ پے یوں خوش نما ہے دل کوں تنگی میں
کہ جوں سیں براں کی قادری اوپر اتو کیجے

نسیم باغ کے دم مارتے ہی یاد میں اس کی
بجائے غنچۂ گل خوش دماغاں دل کوں بو کیجے

بہ چشم دسر ترے آگے ہیں ساقی بیکساں حاضر
انھوں کی چشم کوں پیمانہ دسر کوں سبو کیجے

تھارے اے سجن مرتے ہیں مدت سے تغافل سیں
ہمن پر بھی نظر ٹک مہربانی کی کبھو کیجے

جہاں پیش از قیامت آبرو زیر و زبر ہو جا
اگر بے تاب ہو کر درد سیں ایک بار ہو کیجے

(۵۰)

ہر وقت جب پری کا گھر میں مرے گذر ہے
شاید اسی پری کے دل کوں مری نظر ہے

۱۔ لگا ہے (د)
۲۔ آب خوں کے پانی (د)
۳۔ سیں (ک)
۴۔ رشتۂ دسوزن (د)
۵۔ سے (د)
۶۔ خوش دماں (ک)
۷۔ کہتے ہیں (د)
۸۔ سے (د)
۹۔ سوں (ک)
۱۰۔ یک بار (د)

قد ہے نہال تیرا پیا دسے اگر ہمارے
تو بر منیں نہ آوے تو شاخ بے ثمر ہے

(۵۱)

نگہ تیری کا ایک زخمی نہ تنہا دل ہمارا ہے
جگت سارا تری اُس شوخ دو انکھوں کا مارا ہے

ہوئے ہیں عاشقاں کی فوج میں ہم صاحب نوبت
بجایا آہ کے ڈنکے سیتی دل کا نقارا ہے

ہمارا دین و مذہب لے سجن تیری اطاعت ہے
خدا کا کیوں نہ ہو بندا کہ جن تجھ کوں سنوارا ہے

بجھا اے بیوفا پانی سنوں اپنی مہربانی کے
دہکتا دل منیں میرے ترے غم کا انگارا ہے

خجل ہو کر مری انجھواں کی جھڑ سیں ابر پانی ہو
تڑپنا دیکھ کر دل کا ہمارا برق ہارا ہے

ہمیں تورات دن دل سیں تمھاری یاد ہے پیارے
تمن نیں اس قدر پیارے ہمن کوں کیوں بسارا ہے

نظر کرنا کرم سیں آبرو پے تم کوں لازم ہے
کسی لائق نہیں تو کیا ہوا آخر تمھارا ہے

(۵۲)

دل کب آوارگی کو بھولا ہے — خاک اگر ہو گیا بگولا ہے
جب چلے حال تب ہو یوں معلوم — دل یہ گویا گیند ہولا ہے
زلف میں آج خوش ہے کوئی دل — یو رسن حق میں اس کے جھولا ہے
دل مرا چاک چاک پنجرے جوں — کیوں نہ ہو دلربا ممولا ہے

۱۔ اے (د) — ۴۔ تڑپھنا (د)
۲۔ نہ ہوں (ک) — ۵۔ تھوں (ک) تو نے (د)
۳۔ دہکتا ہے مرے دل میں (د) — ۶۔ گویا (ک) — ۷۔ میں (ک)

آبرو نامراد دل میرا
غم کے دریا د کا بلولا ہے

(۵۳)

اے خوش نما ترا قد پھولوں کی جوں چھڑی ہے
بر میں ترے چلن کے گلزار بکتری ہے

ناحق ہمارے جی کے پیچھے سُکُوں کیوں پڑی ہے
کاکل کوں کہہ سیہ دل یہ کون کافری ہے

گلرنگ قادری میں سیمیں بدن ہے تاباں
یا پردۂ شفق میں خورشید خاوری ہے

خوں خوار نیں دہاں کوں پان سے کیا ہے رنگیں
عاشق کے مارنیں[2] کوں بنیاد یوں دھری ہے

قشقا تری بھواں سیں خوں ریز تر ہے ظالم
یہاں تیغ بے اماں پر نیزے[3] کو برتری ہے

ڈرتا ہوں جب سیں تیری دیکھی ہے سر دھری
نالے کوں میرے دل کے جوں بید تھرتھری ہے

اس قد دل رُبا کے کرتا ہوں وصف موزوں
اب آبرو تخلص میرا صنوبری ہے

(۵۴)

جو دل قطرہ ہو ڈوبا تھا بھنور میں زلف اکبر کے
گہر ہو کان میں دُھکتا ہے مجھ کو آج دلبر کے

کتابت کا پہنچا آہ سیں میری ہوا مشکل
جلے جاتے ہیں گرمی سیں ہوا کی پر کبوتر کے

۱۔ سو (ک)
۲۔ مارنے کی (ک)
۳۔ نیزے (ک) کوں (ک)

(۵۵)

زباں مجھ دل کی سوزش کا[1] بیاں کرنے نیں جل جاوے
زباں کیا[2] حرف زن جوں شمع سرتا پا پگھل جاوے

کروں خاک عدم میں جبکہ درد دل سوں[3] بے تابی
برنگ زلزلہ ساری زمیں اس وقت چل جاوے

جدائی سوں اگر یہ حال ہے تو کچھ تعجب ہنیں[4]
مرے کیوں کہ[5] نہ یار درد جس کے تن سوں جی نکل جاوے

ہوا ہے درد دل کا لا دوا یہاں تک کے حسرت سوں[6]
جو میرا حال دیکھے سو کف افسوس مل جاوے

طلب جوں کو دکاں کرتے ہیں طفلاں یوں مرے دل کوں
جہاں وہ شوخ ناداں دیکھ پاوے وہاں[7] مچل جاوے

برہ کے پنتھ میں اے گرم رو لغزش سیں ڈرتا ہوں[8]
اٹھے ہے برق جوں گم کر قدم جس کا پھسل جاوے

اگر اے آبرو دیکھے ہمارے شعر کوں گوہر[9]
تو پانی ہو کے خجلت سوں برنگ ژالہ گل جاوے

(۵۶)

ہم نیں سجن سنا ہے اس شوخ کے[10] دہاں ہے
لیکن کبھو نہ دیکھا کیا[11] ہے[12] اور کہاں ہے
(کیسا)

۱۔ سے (د)
۲۔ زباں کیا حرف زن (ک)
۳۔ سے (د)
۴۔ تو تعجب کیا ہے (د)
۵۔ کیونکر (ک) مرے کیونکر نہ جادوں جس کے (د)
۶۔ سے (د)
۷۔ وہ (ک) وہیں (د)
۸۔ نہیں (د)
۹۔ کے مضمون (ک)
۱۰۔ کا۔ (د)
۱۱۔ کیسا (ک)
۱۲۔ کیا ہیگا (د)

ڈھونڈا ہزار تو بھی تیرا نشان پایا
لشکر میں گلرخاں کے تیری مثل کہاں ہے

لب[1] تشنگی کا روز اسا شاید کھلے ہمارا
شام و شفق سجن کا مسی و رنگ پاں ہے

دل میں کیا ہے دعوا انکھیاں ہوئی ہیں منکر
تیری کمر کا جھگڑا ان دو کے درمیاں ہے

رہتا ہوں اے پیارے قدموں تلے تمھارے
جس راہ آوتے ہو عاجز کا وہیں[2] مکاں ہے

تجھ خط پشت لب[3] میں تس کا سخن ہوا سبز
اس کی زباں دہن میں مانند برگ پاں[4] ہے

پیری سیں قد کماں ہے ہر چند آبرو کا
اس نوجواں کی خاطر دل اب تلک نشاں ہے

(۵۷)

قرباں یوں نگہ پہ نہ کرنا تھا یوں مجھے
تو پیار کی انکھیوں سیتی دیکھا تھا کیوں مجھے

لاسے کی طرح چونکتے لونڈے کوں جا کہوں
اڑتے چڑے پھنسانے کی آتی ہے گوں مجھے

مجھ کوں کہے رقیب تجھے یہاں سیں کاڈھ دوں
یہ بات سن کے جیو میں لاگی ہے دوں مجھے

ظاہر رہا ہے روٹھ و لیکن نپٹ لگے
شوخی اس اچپلے کی پیارے دلوں مجھے

یہ بات آبرو کی ہے جو اور سیں ملے
تو تم سیں پھر ملوں تو تمھاری ہی سوں مجھے

۱۔ لب (د) (ک)
۲۔ وہاں (د)
۳۔ کا (د)
۵۔ گویا برنگ پاں (د)
۶۔

(۵۸)

مراجی ڈوب جا ہے دیکھ تیرے کان کا موتی
قیامت آب ہے اس کی یہ ہے طوفان کا موتی
زمیں میں کوہ گڑ جا شرم سیتی دریا ہووے پانی[1]
ترے جو لب[2] کا دیکھے لال وہ دندان کا موتی
پیارے یہ جو کہتا ہے کہ میں ہوں آبرو کا دل
غلط نہیں بولتا سچا[3] ہے تیرے کان کا موتی

(۵۹)

مصری ہیں تیز مژگاں جب سن ہرن کی ہرنی[4]
چھنے کوں دل میں تب سیں ناخن ہوا نہرنی
تیرے زنان پن کی نازک ہے شکل بندھی[5]
تصویر پدمنی کی اب چاہیے چترنی
کیوں کر بھرن انجھو کی انکھیاں سیتی پڑی نہیں
عاشق کوں آ پڑی ہے ہجراں کی رات بھرنی
ہجرت کی اپنی آ کر[6] تم نیں خبر جو دی ہے
مشکل ہے اے پری رو کل مجھ کو (آج) پڑنی[7]
مائل ہے آبرو پر یوں چشم آج تیری
پیاسی ہو ٹوٹتی ہے پانی پیے جو نکہ ہرنی

(۶۰)

گناہ گاروں کی عذر خواہی ہمارے صاحب قبول کیجے
کرم تمھارے کی کر توقع یہ عرض کیتے ہیں[8] مان لیجے

۱۔ پانی ہووے دریا (د)
۲۔ لب کا جو (ک)
۳۔ پیچھے بھی تیرے (د) ہے (ک) میں نہیں غلط نہیں بولتا
۴۔ ہرنی (ک)
۵۔ بندھنی (ک)
۶۔ آکے (ک)
۷۔ کل آج ہم کو (ک)
۸۔ رکھتے ہیں (ک)

غریب عاجز جفا کے مارے فقیر بےکس گدا تمھارے
سودئیؔ ستم سیں مریں بچارے اگر جوان پر کرم نہ کیجے

پڑے ہیں ہم بیچ میں بلا کے کرم کرو واسطے خدا کے
ہوئے ہیں بندے تری رضا کے جو کچھ کے حق میں ہما کیجے

بپت پڑی ہے جنھوں پے غم کی جگر میں آتش لگی الم کی
کہاں ہے طاقت انھیں ستم کی کہ جن پہ اتنا عتاب کیجے

ہمارے دل[2] پے جو کچھ کہ گذرا تمھارے دل[3] پر اگر ہو ظاہر
تو کچھ عجب نہیں پتھر کی مانند اگر ہیتا دل کی سن پسیجے

اگر گنہ بھی جو کچھ ہوا ہے کہ جس سیں اتنا ضرر ہوا ہے
تو ہم سیں وہ بے خبر ہوا ہے دلوں سیں اس کو بھلائے دیجے

ہوئے ہیں ہم آبرو نشانے لگے ہیں طعنے کے تیر کھانے
ترا برا ہو ارے زمانے بتا تو اس طرح کیونکہ جیجے[4]

(۹۱)

جلوہ گر مجھ دل منیں ہر وقت وہ دلدار ہے
آئینے میں جب کبھی دیکھو تو تب دیدار ہے

بے وفا ہے شوخ ہے بے رحم ہے بیزار ہے
جو کہو سب ہے[5] ولیکن کیجیے کیا یار ہے

ہر قدم میں جان[6] نو دیتا ہے تیرا آونا
موج آب زندگی پیارے تری رفتار ہے

(۹۲)

تجھ در پے اے پیارے مارے تری اکڑ کے
زخمی ہوئے مرے ہم لیکن کبھی نہ پھڑکے

۱۔ سودے (ک)
۲۔ پہ (ک)
۳۔ پے (ک)
۴۔ جی جئے (ک)
۵۔ ہے لیکن (ک)
۶۔ نو (ک)

ظالم تری انکھوں ہیں کاڑھے سیہ دنبالے
یا قتل کوں ہمارے یہ نیمچے ہیں سر کے
دل ٹوٹ کر بتاں کے جل خاک میں گئے مل
اے جلوہ تجھ جھی تم تجلی سے آئے کر کے
جب سیں اگن میں غم کی تن جل گیا ہمارا
تب سیں ہوئے ہیں ددنے ہم عشق میں نڈھر کے
اشعار آبرو کے ملک گہر ہوئے ہیں
پڑھتے ہیں نظم اس کا موتی سے صاف کر کے

(۶۳)

پھرتے تھے دشت دشت دوانے کدھر گئے
وے عاشقی کے ہائے زمانے کدھر گئے
مژگاں تو تیز تر ہیں ولیکن جگر کہاں
ترکش تو سب بھرے ہیں نشانے کدھر گئے
کہتے تھے ہم کوں اب نہ ملیں گے کسی کے ساتھ
عاشق کے دل کوں پھر کے ستانے کدھر گئے
جاتے رہے چھپے نام بتایا نہ کچھ مجھے
پوچھوں میں کس طرح کہ فلانے کدھر گئے
میں گم ہوا جو عشق کی رہ میں (تو) کیا عجب
مجنوں (د) کوہ کن سے نہ جانے کدھر گئے
پیارے تمہارے پیار کوں کس کی نظر لگی
انکھیوں سیں وے انکھیوں کے ملانے کدھر گئے (اضافہ ک د)

۱۔ کاڑھے تھے یہ دنبالے (د)
۲۔ نیں نیمچے کوں لر کے
۳۔ آ کے ۔(د)
۴۔ کھو تم (ک)
۵۔ دوانے (ک۔ و۔ د)
۶۔ تیز ہیں گے (د)
۷۔ نہ نالو (د)
۸۔ تو
۹۔ سیتی (د)

اب رو برو ہے یار نہیں بولتا سو کیوں
قصے وہ آبرو کے بنانے کدھر گئے

(۶۴)

یہ باؤ کیا پھری کہ تری لٹ پلٹ گئی
ناگن کی بھانت ڈس کے مرا دل الٹ گئی

بیکل ہوا ہوں اب تو تری زلف میں سجن
شب ہے دراز نیند ہماری اچٹ گئی

نادان تو نیں غیر کوں کیوں درمیاں دیا
الفت تری کی ڈور اسی مانجھے سیں کٹ گئی

مجھ باؤلے کا شور اٹھا دیکھ کر کے فوج
بادل کی بھانت ڈر سیں قباں کی پھٹ گئی

توڑی پریت ہم سیں پیارے نے آبرو
لاگی تو تھی یہ بیل پہ آخر او کھٹ گئی

(۶۵)

رکھتا نہیں ادب کچھ لاتے ہیں غدر جیتے
کن نیں تجھے بڑھایا کرتا ہے ہم سے بے تے

ملنے کے شور شاید خورشید رو نیں بدلے
آتا نہیں نظر وہ دن ہو گئے ہیں کیتے

زنجیر توڑ بھاگا کیوں شہر سیں دوانا
کیا سو ہنے لگے ہیں اس کوں جنگل کریتے

مرتے ہیں یاد کر کر پیارے کی نکتہ فہمی
جو بات رمز کی ہم کہتے سو جان لیتے

(۶۶)

خوباں بھواں کی تیغ پے جس پر نہیں تلے
زخماں سیں اس کے دل کے کواڑے نہیں کھلے

جب سیں غبار خط نیں لیے خال سب چھپا
دل عاشقاں کے تب سیں گویا خاک میں رلے

اس لعل لب کی بات مگر یاد آ گئی
عاشق کے اشک چشم سے موتی سے کیوں ڈھلے

دیکھو گدھا رقیب پہ بتلاوتا ہے جل
واقف نہیں کہ ہم تو کبھی کے ملے جلے
پانی ہوا نہیں ہے فقیری میں جس کا دل
وے آبرو دریت کے رنگ میں نہیں گھلے

(۶۷)

کہیوا ہیر کے سیں تجھ کوں[1] لہو دہائی
کب لگ رہے گا بچھڑا ٹک آمل اکے سائی
عشق اور خودی میں باہم ہے دشمنی انے بھائی
پانی ہے اس اگن[2] کے حق میں مہی دمائی
تیری سیاہ چشمی اصلی تھی لئے[3] جوائی
تیغ[4] تو تیرے پہ تہمت کس واسطے لگائی
آئینے نیں صفا[5] یہ بوجھو کہاں سیں پائی
تیرا ہی حسن اس کوں دیتا ہے منہ دکھائی
جو بالکوں کوں مونڈے جھوٹے سنا کے نالے
سب بے نوا جا کے کہتے ہیں اس کوں نائی
معشوق دل شکستہ ہوتے ہیں خط کے آئے
الٹا[6] اثر کرے ہے یہاں آ کے مومیائی
ایتا بھی امردوں کوں اوروں سیں کھل کے ملنا
کیا خوب ہے[7] پلے کہیے تو بات ہے پرائی
تیری بہار آگے خیرات مانگنے کوں
گل ہات سے پیالا کرتا ہے اب گدائی

۱۔ کوڑ دہائی (ک) کہیوا سے کسی کو ہر نک دہائی ۵۔ صافی (د) دکھائی (د)
۲۔ پانی ہے اس کے حق میں (دس اگنی) (د) ۶۔ اوٹا (د)
۳۔ جریہ آئی (د) ۷۔ ہو (د)
۴۔ نیں (د)، تو بتا (د)

بن وصل ہات سیتی جاتی تھی جان اس کی
جب یار پاس پہنچا عاشق کوں تب کل آئی

تجھ خط کے آونے سیں زیادہ ہوا تغافل
سبزا[1] اگا چمن میں رونق بڑھی دکھائی

کیوں آبرو نہ چھوڑا[2] تیں اشتیاق ان کا
رسوا کرے گی آخر لڑکوں کی آشنائی

(۶۸)

نہیں گھر میں فلک کے دل کشائی
کہاں ہوتی ہے یہاں میری سمائی

کرے جو بندگی سو[3] ہو گنہ گار
نیاری ہے یہاں کی کچھ خدائی

ذبح کرنے کوں ناحق بےکسوں[5] کے
بتا تیری کمر یہ کن کمائی[4]

تم اپنی بات کے راجا ہو پیارے[6]
کہیں[7] سیں فہد تہیں[8] ہے سوائی

چمن کوں جیت آئے ناز تو جب
تمہارے (دیکھے) سبزہ خط نیں ہرائی

سپیدی[9] تند کی پھیکی لگی جب
تمہارے رنگ کی دیکھی گرائی

بہا خونِ جگر انکھیوں سیں پل پل
سجن بن رات ہم کوں یوں بہائی

نہ نہیں ٹکنے کا پاؤں[11] آبرو کا[10]
گلی کی راہ اس کے ہات آئی

(۶۹)

آج یاروں کو مبارک ہوا[12] کہ صبح عید ہے
راگ ہے مے ہے چمن ہے دلربا ہے (دید ہے)[13]

۱۔ سبزا بڑھا (د)
۲۔ نہ چھوڑے اب (د)
۳۔ ہوونے (د)
۴۔ نرالی (د) بتاں کی (د)
۵۔ بےکساں کے (د)
۶۔ پیا (د)
۷۔ کے (ک)
۸۔ کہے (ک)
۹۔ سفیدی (د)
۱۰۔ ٹکے کیونکر قدم اب آبرو کا (د)
۱۱۔ پانو اب آبرو کا (ک)
۱۲۔ ہوئے
۱۳۔ دید (ک) (د)

دل دیوانہ ہو گیا ہے دیکھ یہ صبح بہار
ریسماں پھولوں بسا آیا انکھوں میں نیند ہے

شیر عاشق آج کے دن کیوں قیباں پے نہ ہو
یار پایا ہے بغل میں خانۂ خورشید ہے

غم کے پیچھے راحت کہتے ہیں کہ شادی ہوئے ہے
حضرت رمضاں گئے تشریف لے اب عید ہے

عید کے دن روتا ہے ہجر سیں رمضان کے
بے نصیب اس شیخ کی دیکھو عجب فہمید ہے

سلک اس کی نظم کا کیونکر نہ ہووے قیمتی
آبرو کا شعر جو دیکھا سو مرواریدہے

(۷۰)

چھاونی ہے یا قیامت خوش نین فتاں کی
دو جہاں برہم ہیں ایک جنبش میں اس مژگان کی

گردش انکھیاں میں وہ برچھی نگہ قاتل مجھے
یوں دسے ترداار کوئی جیسے دھری ہو سان کی

ہائے یاراں دل سیں باہر کیونکہ اب نکلے یہ غم
ضعف سیں حالت رہی نہیں نالہ و افغان کی

دل میں جب خنجر کمر سیں اینچا آیا وہ جان
شادمانی عید کی اس آن اوپر قربان کی

آبرو کا شوق ہے تو چھوڑ دنیا کی طلب
در بدر مت جان کر منت سگ دربان ہے

۱۔ دوانہ (ک)
۲۔ آنکھوں نیند (د)
۳۔ پر (ک) اسکے پر (د)
۴۔ غم کے پیچھے (د)
۵۔ نہ ہووے درفشاں (ر)
۶۔ چھالوکے (ک) چھاونی ؟
۷۔ ترچھی (ک)
۸۔ شمشیر (ک) ۹۔ وقت پہ

(۷۱)

آتا ہے جب تو لالا کانوں میں ڈال موتی
رخسار کی جھلک سیں دستا ہے لال موتی

تجھ مکھ کی دیکھ خوبی شاید ہوا ہے عاشق
کرتا ہے بے قراری دل کی مثال ہوتی

بونداں عرق کی تیرے رخسار پر دسیں یوں
گویا کہ لا رکھے ہیں دو بھر کے تھال موتی

سوراخ کر جگر کوں تجھ کان جا لگا ہے
شاید ہمارے دل کا کہتا ہے حال ہوتی

کیوں نقد جی کوں اپنے دیتا ہے اس کے بدلے
اے مرجیئے نہیں ہے اتنے کا مال موتی

سینے سیں دل ہمارا یوں کاڈھ کر لیا ہے
لیتے ہیں عیب سیتی جوں کر نکال موتی

ٹک کان دھر سنو تم جی باتاں آبرو کی
رکھتے ہیں گوش بہتر صاحب جمال موتی

(۷۲)

اس زمانے میں جس کے بھائی ہو — اس کی ہوتی ہے دونی چوڑائی
بوالہوس آگے سب نبجو دہو ہوئے (دہو بھائی) — دیکھ عاشق کے غم کی سرسائی

(۷۳)

آشنائی ہم سیں کوں کھٹکی — کیا ترے دل میں آگئی ہٹکی
جبھی تیری انکھیاں پلک مارتیں (رکت گئی) — تبھی عاشق کے دل میں لپٹ چٹکی
ارے لڑکے نہ کر بڑی باتیں — عمر ابھی ہے تری نپٹ چھٹکی

۱۔ آیا ہے (ک)
۲۔ دسے (د)
۳۔ بھاڑ اس کے (د)
۴۔ ٹک آبرو کی باتاں تم کان دھر سنو جی (ک ۲ ک)
۵۔ ہم کہتے ہیں (د) اش سے ہے (د)

ڈر مرے خون گرم سیں ظالم ۔ پاس مت آ شرر ہے ہر چھٹکی

(۷۴)

تمھارا دل اگر ہم سیں پھرا ہے ۔ تو بہتر ہے ہمارا بھی خدا ہے
ہماری کچھ نہیں تقصیر لیکن ۔ ہمیں کوں سب کہیں گے بیوفا ہے
ہوئے ہو اس قدر بیزار ہم سیں[1] ۔ کہو ہم نیں تمھارا کیا کیا ہے
کسو سیں مت ملو معشوق ہو کر ۔ غلط ہے ہم نیں تم سیں کب کہا ہے
وہ جھوٹھا ہے[2] کہا ہے جن نیں تم سے ۔ ملو جس سیں تمھارا دل[3] ملا ہے
اسے یوں منع کرنا پہنچتا ہے ۔ تمھارے ساتھ جس کا دل لگا ہے[4]
فقط اک دوستی ہے ہم کو تم سیں[5] ۔ ہمیں یوں منع کرنا کب روا ہے
فقط[6] اخلاص میں اپنا اکڑنا ۔ ستم گر بے وفا یہ کیا ادا ہے
مگر دین مروّت میں تمھارے ۔ یہی کچھ دوستداری کی جزا[7] ہے
تمھارے اک لہر لطف و کرم کی ۔ ہمارے درد کوں دل کے دوا ہے
عزیزوں کی محبت کی اگر قدر[9] ۔ اپس کے دل میں بوجھو تو بھلا ہے
وگرنہ پیت آخر کی ہماری ۔ سنو سمجھو کہ جان مدعا ہے[10]
(اضافہ د) تمھارے ساتھ میں قدموں لگا ہوں[11] ۔ مجھے یوں ٹال دینا کب بجا ہے
فقط صیاد دل خوبصورتی نہیں ۔ کرم ہے مہربانی ہے وفا ہے (اضافہ ک)

عبث بیدل کرو مت آبرو کوں[8]
مسافر ہے شکستہ ہے گدا ہے

۱۔ ہم سیں بیزار (ک)

۲۔ احمق ہے (د)

۳۔ تمھارے جی (د)

۴۔ (ک) میں پہلا مصرعہ دوسرا ہے اور دوسرا پہلا ہے

۵۔ سے (د) ہمن کوں (د)

۶۔ دم اخلاص (د)

۷۔ محبت (ک، ا)

۸۔ اگلا شعر (ک) میں اس طرح ہے

فقط صیاد دل خوبصورتی نہیں
کرم ہے مہربانی ہے وفا ہے

۹۔ محبت کے قدردان (د)

۱۰۔ (ک) میں نہیں ہے

۱۱۔ کوں (د)

(۷۵)

یوسف مرا سراپا آئینہ ساں صفا ہے
دیدار آ دکھاوے ہم کوں تو مرحبا ہے

کیوں شمع رو نہ ہو جا آ بر وسیں نا خوش
پانی پڑے سیں دیوا البتہ چڑ چڑا[1] ہے

(۷۶)

میاں صاحب مرے بتیاب دل پر سخت مشکل ہے
نہ مرتا ہوں نہ جیوتا[2] ہوں بعینہ مرغ بسمل ہے

تڑپھنے کی ترے دل کوں سر مودست قدرت نہیں
کہ انجہواں سیں زمین کے تجھ گلی میں پائے درگل ہے

گرفتاری میں اپنی دو سخن کا[3] التماسی ہے
اگر منظور کریئے تو وفا داری کے قابل ہے

اول ہر روز اپنے فضل سیں دیدار دکھلانا
کہ دل دو نوں جگت کوں چھوڑ کر کے تم[4] پہ مائل ہے

خدا شاہد ہے کہ اس دل کوں تمھارا پیار سگل ملنا
گویا مفلس کے حق میں بادشاہی کے مقابل ہے

دویم یہ عرض ہے جو کچھ تمھارے دل منیں آوتے تڑ
ستم اور ظلم سب کریئے ہمیں برداشت کامل ہے

ولیکن غیر کا کہنا میرے حق میں نہیں سننا
کہ وہ مردود اس زمرے سوں اہل اسکن ہی ہے

۱۔ چڑ چڑا (ک)
۲۔ جیتا (ک)، نہ مرتا ہے نہ جیتا ہے (د)
۳۔ دو سجن کا التماس ہوں (د)
۴۔ پر ہی (د)
۵۔ سے (د)
۶۔ دل میں آوے تو (د)
۷۔ کریو (د)
۸۔ اکسیلا بھن ہے

اگر یہ دو سخن منظور اپنے فضل سے کر لے[1]
تو اس میں ہر طرح سیں مدعا سب دل کا حاصل ہے
نہ ہو تیرے غلاماں سے[2] سو کیونکر آبرو جگ میں
کہ اس کے حال پر تیرا کرم ہر وقت شامل ہے

(۷۷)

غیروں کے ساتھ رہنے کی جو بات من دھری
شمشیر ظلم سنگ پہ گویا تمن دھری
ہوتی نہیں ہے تیر[3] (دو آبے) سوں اشک کے
مردم ہماری چشم کے ہیں کیا جلندھری
دل کے جنوں کے حق میں ہوئی ہے گویا بہار[4]
تیرے لباں کی دیکھ یہ رنگیں چمن دھری
بوسا نہیں نصیب میں میرے تو کیا کروں
روزی کسی کے تیئں نہیں ملتی ہے ان دھری
بیڑا ہمن کے خون پہ اٹھایا ہے جان کر
[5]اس شمع رو کی بیاہ کی جن نیں لگن دھری
آیا نہ میری بیت کے سینے کوں آبرو
کیا ہم بری گھڑی یہ بنائے سخن دھری

(۷۸)

جیونا دنیا کا تو مت چاہ اگر انسان ہے
نام آب زندگی کا چشمۂ حیوان ہے
آبرو کہتے ہیں رونے میں اثر ہے درد[6] ہے
یہ ترا رونا مگر سچا نہیں طوفان ہے

۱۔ (ک) میں نہیں ہے
۲۔ سے (د)
۳۔ دو آبے میں اشک کی (ک)
۴۔ گویا ہونے ہے بہار (د) تیرے لباں کی جان (د)
۵۔ اس خوب رو کے بیاہ کی (د)
۶۔ کے (ک)

(۷۹)

بات کی طرح تبسم نین ہمیں بتلا دی
لطف پنہاں[1] یہ ہوا راہ سخن کا ہادی

کہنہ عاشق کوں نہیں سیں فنا کی دشت[2]
نہ ڈرے خانہ خرابی سوں جو ہو بنیادی

اس قدر باغ منیں نہیں ہے ہزاراں کا ہجوم[3]
تجھ گلی بیچ ستم گر جتنے ہیں فریادی

بسی تم نیں لگائی و نہ بیڑا کھایا
کیا تھی[4] ان بن کہ کری جان اپنی بیدادی

زور سستی نہ ہوئے[5] صاحب جوہر قطعاً
نہیں دبتی[6] ہے وہ تروار جو ہو فولادی

جب سیں تو باغ میں آیا ہے سجن جب سوں ہوا
سرو کوں فاختہ کا طوق خط آزادی

یار نیں ناز لیا اپنی زباں سیں اس کا
آبرو کو کہو سب مل[7] کے مبارک بادی

(۸۰)

رہائی چاہنا ہوتا ہے ان انکھیوں کا نادانی
دلوں کو باندھ کر رکھنے میں ہو جن کی نگہبانی

قناعت تاج دولت کیوں نہ ہوئے تارکوں کے تئیں
کہ ہے دنیا سے دل سیں پھیرنا من کا مسلمانی[9]

(۸۱)

طوفان ہے شیخ قہر یا ہے
جو حرف ہے تس کے تہ ریا ہے

دل کیوں نہ بھبھو رہو آج میرا
چیرا ترے سر پہ لہر یا ہے

تجھ حسن کے باغ میں سریجن
خورشید گل دوپہر یا ہے

اب دین ہوا زمانہ سازی
آفاق تمام دہر یا ہے

(۸۲)

پڑے ہیں سیں غم میں ذوعبا عاشق سبب رُتے
کہ یہ لڑکے کسی کے آشنا ہرگز نہیں ہوتے

۱۔ تو ہوا (د)
۲۔ وحشت (د)
۳۔ ہزاروں (د)
۴۔ گرہیں جیتے (د)
۵۔ نہ ڈرے (ک نہ ہوئے (د)
۶۔ دبتی ہے (ک)
۷۔ سب آکے (ک)
۸۔ کے (ک)
۹۔ سلیمانی

اگر ہم بوجھتے اے جاں تیری بے وفائی کوں
تو ہر گز آبرو کی طرح اپنی عمر کیوں کھوتے

(۸۳)

جب سیں تری زنخ میں کنوئیں ہے گھری؟
تب سیں نین ہیں میرے پانی بھری جلہری
خورشید رو وہ دلبر برآدے تو ہو شگفتہ
ہے شوق کے چمن کا یہ دل گل دوپہری
ایسی جو شکل دیکھے سو کیوں کے ہو نہ مجنوں
ٹک واسطے خدا کے یے عقل تو ہی کہہ ری[1]
رخسارۂ صفا پر جھلکے ہے یہ کناری
یا سیم کے صفحے پر جدول کھینچی سونہری (صفحی) (سنہری)
اس طرح ناصحوں میں آ کر پھنسا ہے عاشق
دہقانیوں میں جیسے واقع ہوا ہو شہری
نام اس کا اب سند ہے جس پر ہو مہر اس کی
بخشی[2] ہے دل کو غم نیں اب داغ کی کچہری
سنتی نہیں کسی کا کہنا یہ چشم تیری
صید آبرو کے دل کو کرتی ہے[3] چونک بہری

(۸۴)

قیمت چنانچہ راگ کے سر کا لگاؤ ہے
یوں ناچنے کے بیچ پڑی لبت بھاؤ ہے
یہ ابروان بھی قتل کوں انکھیوں سیں کم نہیں
ان میں کٹاچھری ہے تو ان میں کٹاؤ ہے

۱۔ (ک) میں نہیں ہے
۲۔ بخشے (ک) جگر کوں (ک)
۳۔ ہو کے (ک)

عاشق کا شوق اور بڑھا آہ کے سبب
بھڑکا کا ڈستے کوں آتش دل کی یہ باؤ ہے
مغرور ہو کے کیوں نہ کرے ہم کوں دور دور
اس کوں جدھر کہ جائے تدھر آؤ آؤ ہے

اس چاہ کا نباہ نہیں آبرو کا کام
ہر وقت لالچی کے تئیں لاؤ لاؤ ہے

(۸۵)

جیونا مثل حباب اس جگ میں دم کا پیچ ہے
یہ گرہ کھل جا تو دیکھو زندگانی ہیچ ہے
کام کرتے ہیں تری دستار کا کل کا تمام
سر تھارے کا سجن ہر پیچ ڈھیلا پیچ ہے

(۸۶)

جو اہل دید اور صاحب ہنر[1] ہے — اسے جلوا جدھر دیکھے تدھر ہے
وہ مورکھ[2] ہے کہ ہر جائی ہوا ہے — جو کوئی خانہ نشیں ہے وہ سگھر ہے
وہ اپنی جان سیں تجھ پر ہے قرباں — جسے کچھ عالم دل کی خبر ہے
ہماری چشم گریاں جوہری ہیں — تسلسل اشک کا موتی کی لڑ ہے
نگاہ اس کی گھر[3] ہے آبرو کی
جسے مکھڑا ترا مد نظر ہے

(۸۷)

سادہ رویاں کوں دل سیتی الفت ہے — تب تو آپنے تھاتہ صحبت ہے
جان تیرے سبب مجھے دل شاتھ — پیار ہے شوق ہے محبت ہے
زندگانی تو ہر طرح کاٹی — مر کے پھر جیونا قیامت ہے

۱۔ نظر (ک)
۲۔ مورکھ (ک)
۳۔ پہر (ک)
۴۔ سے (د ، ۵)
۵۔ جی (ک)
۶۔ شوق (ک)

اس کے تئیں کوئی کچھ نہیں کہتا — ہر طرف سیں مجھے ملامت ہے[1]
ہوئے ممسک کا تھوڑا تھوڑا دل[2] — یہ بھی بخشش میں اک کفایت ہے
جان یہ تم نے کیوں نکائے[3] خط — کسی کے قتل کی روایت ہے
تیرا شیریں دہن ہے انبرت پھل — شیرۂ جاں اسی[4] کا شربت ہے
کہنہ عاشق پے نوخطاں کوں[5] (اورت) زخم — حسن کی شرع بیچ بدعت ہے

آبروؔ شعر ہے ترا اعجاز
جو[6] ولی کا سخن کرامت ہے

(۸۸)

اٹھ چیت کیوں جنوں سیں خاطر نچنت کی
آئی بہار تجھ کوں خبر ہے بسنت کی

کالک لگا کے منھ کوں بھگوئیں کیے لبن
بنسو ہوا بسنت میں صورت مہنت کی

پھوے نہیں ہیں پھول یہ لوہو میں لٹ پوٹ
بتلا دتے ہیں بات مرے دل کے انت کی

رو رو کے ہم ہوے ہیں دیوانے کہ تم بین رات
گھر چھوڑ کر بہار پیارے بس انت کی

تب ہے بہار جیکہ سدا رنگ کے ہو راگ
بو ے گی جو کہ بین سوہی بات انت کی

(۸۹)

تماشا دیکھ تجھ انجھواں کا کہ یہ نخچوں کا ڈھاڑا ہے
ہمارا رونا پیارے یہ اندر کا اکھاڑا ہے

۱۔ تیسرا اور پانچواں شعر (د) میں نہیں۔ ۵۔ [illegible] (د) ۹۔ ہوے اکسا
۲۔ جی (ک) ۶۔ جوں (ک) ۱۰۔ تنت (ک)
۳۔ نکالا (ک) ۷۔ [illegible] (ک)
۴۔ سے (د) ۸۔ تم سیں (ک)

بہار حسن سیں اپنی ہوا اب اس قدر مجنوں
کہ گل کی سی طرح اپنا گریباں آپ پھاڑا ہے

تحیر سے اسے کیوں لگ گئی ہے اک طرف[3] تارے[1]
مگر عاشق کہیں[2] اس سرو قد کو آج ماڑا ہے

یہ مژگاں نہیں ہماری چشم گریاں میں سنجی ہو کر
گہر افشانیوں کا آستیں میں ہاتھ کاڑھا ہے

(۹۰)

کوئی کرتا نہیں اس بے وفا کے تئیں ملامت بھی
کہ ناحق چھوڑ دی ہے ہم سیں صاحب سلامت بھی

گریباں پھاڑ دامن گیر ہو انصاف سیں اپنا
ستم سیں مر گئے یارو نہیں آتی قیامت بھی

مجھے پیارے سبھوں میں جب مجھی پر اک تغافل ہو
اگرچہ شوق بڑھتا ہے پہ ہوتی ہے ندامت بھی

بڑے[5] ہیں دن سیہ کرنے کوں تیرے گورے گال کے گل
پہ کم نہیں ان سیتی کچھ یہ میرے بختوں کی شامت بھی

(۹۱)

پیارے زلف تیری کیوں ہمیں اتنا ڈراتی ہے
سبب کیا ہے کہ کھا کھا پیچ و تاب انکھیں دکھاتی ہے

کہو زلف طویل القد کوں اپنی کہ اے ناداں
کجی کوں چھوڑ دے جو تو بڑھی سب سیں کہاتی ہے

مزاجی ناک میں آیا ہے اس کے کان کوئی ڈالے
کہ نہیں آرام پیارے رات انکھیوں میں بہاتی ہے

۱۔ تارے (ک)　　۴۔ احمق (ک)

۲۔ نیں (ک)، کہیں (ک)　　۵۔ بڑے (ک)

۳۔ تری زلفیں (ک)

مرے کے بعد یار و دوست پھر کیا کام آتا ہے
اسے کوئی دوڑ کے پھیرو کہ میری عمر جاتی ہے

(۹۲)

جو دل کی بات تھی سو شمع پروانے سوں کہہ گذری
کہ اس محفل میں آپس بیچ یہ سودا ہے رہ گذری

نہیں جی میں جلا کے اور نمایاں ہو ہوئے رسوا[1]
مرے دل کی محبت پے جو کچھ گذرا سو سہہ گذری[2]

گذر جا شاہ تیر انداز کا جوں تیر سینے میں
معلق مجھ گدا کے دل سیں یوں تیری نگہ گذری

بچھڑ طاپائی نہیں جو حالت کہ مچھلی پر گذرتی ہے
مرے دل پر جدا ہو تم سیتی اے جان وہ گذری

غنیمت جان جیوتے جیو کرنی فکر مرنے کی
بھروسا عمر کا ہرگز نہ کر ناداں کہ یہ گذری (اضافہ ک)

اچھا ! خواب میں جوں دابتا ہے آ کے سوتے کوں
ہماری آبرو یوں عمر غفلت میں تبہ گذری

(۹۳)

جان ہے بات اس شکر لب کی
اس کے طوطی کوں کہہ کہ جگ جگ جی

دل میں آیا خیال اس کا جبھی
آ گیا تب ہمارے جی میں جی

معجزا ہے صفائے حسن تمام
اس سیں آدم کہاوتا ہے صفی

ہم کوں لا دے پیام جو ان کا
ہے مرے حق میں جبرئیل وہی

اس دہن کے کلام سن سن کے
غیر کوں ہو گئی ہے گمراہی

پئے رہتا ہوں نیں سیں انجھواں کوں
رووتا نہیں ہوں میں پیاسیں کبھی

سر نوایا خجل ہو کر اپنا
دیکھ غنچے نیں تیری کج کلہی

۱۔ ہو رہے ہوا (ک)　　۲۔ ہو کے (ک)

خاک میں مل رہا ہے مدت سیں
پیار کر آبرو کے تئیں بھی کبھی

(۹۴)

سر پہ یوں بلدار بانکے طور پگڑی کیوں سجی
اس قدر بھی جان جائز نہیں ہے قبلہ کوں کبھی

کیوں کرے دل ساغر سرشار مے کی التجا
جب کہ انکھیاں دیکھ کر تیری ہوا اب مسلتجی

کیوں نہ مرئے تب کہ جب ہم نیں کہا کیا ہم کوں چھوڑ
اور کے تئیں قتل اب کرئے گا فرمایا تجی[1]

آدم خاکی کی کیا ممکن کہ ہوئے حرص سیر
کھا گئی سارا جہاں یہ خاک ہرگز کب رجی[2]

کھو چکا اب تاب و طاقت جان و مال صبر و قرار
آبرو کوں آ پڑی ہے جان اب نوبت بجی
(بہ جی)

(۹۵)

مجلس میں دل خوشی کو جو چاہیے سو تھی
میں تھا دیار تھے سب معشوق تھا دے تھی

بے ہوش گھر پرائے چونکا[3] کہ رات سو یا
اُٹھ آ د تا اگر وہاں سب غیر[4] تھے دے تھی

آپس کے بیچ شکوا بے جا ہے میکشوں کا
عالم میں بے خودی کے کس کی خبر کسے تھی

دیکھیں[5] ہیں ہم نیں جھمکیں[6] سو کیا تمھیں بتا دیں
سب رات شمع تمھارے[7] مکھڑے اگے جلے تھی

۱۔ بجی (ک)
۲۔ دہر گر کب مدجی (ک)
۳۔ چونکا (ک)
۴۔ یار (ک)
۵۔ دیکھے ہے (ک)
۶۔ جھمکے (ک)
۷۔ شمع اس کے مکھڑے آگے جلی تھی (ک)

جو چاہتا ہوں اس کوں کرتا ہے رام آخر
ہاتھ آبرو کے تو نڈوں پھسلا دنے کے ہے دغی ہر

(۹۶)

معشوق ہے وہی کہ جو اپنی کہی کرے — تو جیں منع کریں تو نہ مانے وہی کرے
کب کر سکے[3] مرے انجھواں کا ندی حساب — لہروں کو گو ملا کے ورق سب ہی کرے
حق میں مرے رقیب یے کہتے[4] ہیں سب غلط — ظالم ٹک ایک بات کے تئیں جو صحفی کرے
دشمن ہوئے ہیں لوگ جدی اور تم جدی
اب آبرو کا کام مگر الٰہی کرے

(۹۷) (اللہ ہی)

جنوں میں دل کا کیا حال ہونا ہے بہار آئی
کلی اس فکر میں جا کر گریباں اپنا پھاڑ آئی
وہی ان اطلسی افلاک میں منصور ہونا ہے
کہ جیتر آدے سکندر کا تو سر کھینچے کہ دار آئی
کہا جس کام میں ہوتس میں محکم گاڑ پاؤں اپنا
مجھے واعظ کی باتوں میں یہی اک استوار آئی
گھٹی ٹک ہجر کی سردی لگا کرنے تجھے اک گرمی
پھرے دن بلبل اب تو[5] گل کے کھلنے کے بہار آئی
دیا کیا داؤ بازی میں تری انکھیاں نیں نرگس کوں
کہ سارا سیم و زر اپنا گلے پر پڑ کے ہار آئی
جو دنیا چھوڑ کر منہ توڑ بیٹھا[6] زیب و زینت سیں
سراپا داغ ہے اس کے بدن اوپر خود آرائی

۱۔ ہو (ک) — ۴۔ کہتے (ک)
۲۔ بہلا دینے کے رہے (ک) — ۵۔ تو (ک)
۳۔ کر سکے ہے (ک) — ۶۔ بیٹھا (ک)

اثر سیں رودنے کے آشنا آغوش میں آیا
کہ کشتی آبرو لہروں سیں دریا کے کنارا آئی

(۹۸)

ہمارے قتل کوں شمشیر سیں بادل یہ دونا ہے
تڑپ چمکے ہے بجلی بے طرح کا ابر اونا ہے (ڈھا)

کیا گھر بار سارا اُڈاہ کر کے خاک سیں یکساں
میرے دل کے اوپر یہ عشق کا پہلا ستونا ہے

جسی کے روبرو دیکھے اسی کی شکل بن جاوے
مرا دل آئینہ کی جوں دو عالم کا نمونا ہے

کسی کے دل کوں ساقی نیں نہ چھوڑا خام یا پختا
کباب آیا نہ جانا ستنے کچا کہ بھونا ہے

ترشح ابر کا کرتا ہے گلشن کے تئیں رنگیں
دلوں کو پان کا کھانا یہی انکھیوں کا چونا ہے

دل صدچاک میں ٹوٹے الجھ کر تار آہوں کے
سجن کی زلف کوں کنگھی نیں لیا کیوں تھونا ہے

نہ پوچھا آبرو کا غم بہانے سیں چھٹا بن کے
تم اُس لڑکے کے تئیں نادان مت جانو یہ گھونا ہے (رگھنا)

(۹۹)

گلے پڑ کر سجن کوں غیر نیں دی رات اک سیلی
لگا دل پر ہمارے زخم کا صدما جھجی لیسلی (رے لی)

مزہ داری جو تجھ کوں یاد ہے سو اس کوں تو کاڑھے
تو الٹے دے کڑاہی پونچھ لے اور آکے مہ جیلی

گیا تھا برہ کی راہ میں اُٹھ آبرو کا دل
نپٹ تھا شکستہ تھا بچارے کا خدا بیلی

۱۔ بادل یہ (ک)   ۲۔ چھوٹا (ک)

(۱۰۰)

نکل کر آفتاب اس طرح کب مشرق سیں چلتا ہے[1]
فجر اٹھ گھر سیں اپنے جس جھمک سیں تو نکلتا ہے

جھمک منہ کی گھٹی تب سیں گھٹا آرام لوگوں کا
کہ کم ہوتی ہے گرمی جس قدر خورشید ڈھلتا ہے

زنا کے وقت دل کے تھرتھرانے سیں ہوا روشن
کہ ایسے وقت میں یا رو خدا کا عرش ہلتا ہے

نہیں درکار تربت پر مری کچھ شمع کر تجا رکھنا
ہنوز آتش سیں حسرت کی ہمارا جیو جلتا ہے

شکر خوابی مجھ انکھیوں میں شرر کا کام کرتی ہے
انجھو گرمی کے مارے شرر کی سی جوں ابلتا ہے

نہ تھی دم مارنے کی ہم کوں قدرت جب چلا اٹھ کر
کہ اول بند ہوتی ہے زباں تب جی نکلتا ہے

زمانہ دیکھ الٹا آبرو حیرت میں ٹھاڑا ہوں
چکینا جو کہاتا ہے سو آہم پر پھسلتا ہے
(چکنا)

(۱۰۱)

بڑا ہر چند ہو پر زر طلب کم ظرف ہوتا ہے
قدوں میں اونٹ سا لیکن جنوں کے بیچ بوتا ہے

بغیر لاو قلعی سیں نہیں ہوتا ہے گھر روشن
اجالا جان اس گھر کوں کہ جس گھر بیچ پوتا ہے

(۱۰۲)

مرے ملنے سیں پیارے[2] کیوں عبث تو جی کھپاتا ہے[4]
انہی باتاں سیتی اے بے خبر اخلاص جاتا ہے

۱۔ کوں (ک) ۳۔ لا رکھنا (ک)
۲۔ ہے پیار (ک) ۴۔ تو کیوں جی چھلاتا ہے (ک)

دلوں کے پیار کے ملنے کی اور ہی طرح ہوتی ہے
یہ ملنا دریا کا بے وفا[1] کس کام آتا ہے

مجھے تو بندگی ہے دل سیتی[2] پر تیری ادا سیں
کرو دوں کوس پیارے دل ہمارا بھاگ جاتا ہے

اگر دل چاہتا نہیں ہے تو کیوں تصدیع کرتے ہو
نہیں زور آوری اس (سیں) طرح کوئی بلاتا ہے

گرہ تو کچھ نہیں[3] پر ایک شاید یہ سبب ہووے
کہ میرے چاہنے والے کا ملنا کیوں چھڑاتا ہے

کہو پیارے میرے کوں برا لاگے تو کیا کرئے
جو چاہے تس کوں ملنا غیر سیتی کب خوش آتا ہے

جو اپنا فضل کر کے ہم پے ملنا سب کا چھوڑا ہے
تو پھر اپنا کپٹ دل میں تمھارے کہہ کیوں آتا ہے

اگر چھوڑی ہے صحبت سب کی تو اخلاص سیتی چھوڑے
اگر اخلاص نہیں تو چھوڑنا کس کام آتا ہے

میں تیرا دل سیں بندا ہوں و تیرے مہر کا طالب
رکھاوٹ دے کے میرے جی کو ناحق کیوں کڑھاتا ہے

(۱۰۳)

خدا شاہد کہ تب میرے بدن میں جی سا[4] آتا ہے
کہ خوش ہو کے تو میری طرف ٹک سکلاتا ہے

میاں صاحب بدن سیں تب ہمارا جی نکل جاوے
خفا ہو کے کبھی یک[5] طرح تو روکھی بناتا ہے

عجب ہے میں پیارے اس طرح مرتا ہوں الفت سیں
پے تو اپنی تغافل سیں مجھے ہر دم ستاتا ہے

۱۔ بے طرح (ک)
۲۔ پے (ک)
۳۔ پے (ک)
۴۔ سا (ک)
۵۔ ٹک (ک)

تھیں لازم ہے ہر دم ہم ہیں اپنے پیار سیں ملنا
ترے ہم یوں گلے پڑ پڑ ملیں تم کو خوش آتا ہے

جو مردے آدمی ہوتے ہیں ان کوں خوبروئی پر
(مرد آدمی) نہیں ہوتی ہے مغروری کہ آخر حسن جاتا ہے

ہوئی جب آشنائی اور محبت تب کپٹ کرنا
جو ہیں اشراف ان کے دل میں آوے کیا کہاتا ہے

رجالوں کی طرح ہوتی ہے یہ اترادنا ہر دم
جو صاحب ہوش ہیں ان کے تیئں منھ کب لگاتا ہے

ہمارے دل میں ہیں مدت سیں یہ باتیں جو کہیں ہم یں
سمجھ دیکھو کہ اب پیارے سمجھنا کام آتا ہے

برا کرتے ہوا آخر دل شکستہ ہو کے اے ظالم
محبت چھوڑ دے گا آبرو تم کوں ستاتا ہے

(۱۰۴)

بدن دیکھے کی خوش وقتی جدی ہے
کہ دی یے جان تیری گدگدی ہے

مزا اب لگ ہمن کوں بھولتا نہیں
ہمیں وہ یاد ہے گالی جو دی ہے

غریبی ہے تو ہرگز ڈر نہیں کچھ
مگر دشمن خدائی کی خودی ہے

کروں گا چشم کوں دل کا نگہبان
کہ اس ابرو کی بیت اس میں کڑھی ہے

ملو جا آبرو سیں خود بخود تم
کہ اس کوں تو پیارے بیخودی ہے

(۱۰۵)

مجھے پوچھو تو سب عیدوں سیتی یہ عید خاصی ہے
میں قرباں آج کے دن پر کہ میرے پاس گھاسی ہے

اگرچہ رات کوں جاکر کے گھر آرام کرتا ہے
پے دن میں بیٹھ کر دیکھو تو تب بھی میرے پاسی ہے

۱- کوں (ک)　　　۲- ہوتا ہے (ک)

ہمیں شادی نئی ہے اور خوش وقتی ہے یہ تازی
کہ اپنی زلف میرے یاز ین گھلوں میں پاسی ہے

کہو اپتا بھی میری بیقراری سیں نہ ہونا خوش
کروں کیا جان میری چاہ یہ ظالم نراسی ہے

تہن[1] نیں جب کہ میری اور سیں انکھیوں کو پھرا ہے
تبھی تو جی نہیں لگتا میرے دل کو اداسی ہے

بھلا ملتا نہیں تو مت نہ مل پر خوش تو رہ ہم سیں
کہ خوب اِس طرح میں بھی کچھ مرے دل کی خلاصی ہے

کہو جا کر خدا کے واسطے بخشو گناہ اس کا
نہ ہو بے آبرو بندا ترا یہ التماسی ہے

(۱۰۶)

آب سیں انکھیوں کی گم[2] سینچا ہے نہال دوستی
جال ہوئی جاؤں اور دل کی اور آخر کوں دال دوستی (؟)[3]

جب گواہی سیں دلوں کی ہو چکی ثابت غرض
تب نہیں رہتا ہے ہرگز احتمال دوستی

دل کا دانا خاک میں تن کے[4] جل اخگر کیوں نہ ہو
دوں لگے جگ میں پڑا ہے قحط سال دوستی

وحشیوں کو صید کر لے دل انکھیوں سیں[5] پیار کی
رشتۂ تارِ نگہ کے بن کے جال دوستی

جس قدر کرتے ہیں خرچ اخلاص کم ہوتا نہیں
آبرو گنج رواں ہے جگ میں مال دوستی

۱۔ تہیں (ک)
۲۔ میں (د) جاں ہوئی اور دل کی اور آخر کوں (د)
۳۔ جا نوے اور دل کے اور آخر کوں دال دوستی (ک)
۴۔ جل کے (د)
۵۔ شک ایک انکھیوں سیتی (د)

(۱۰۷)

گیا اب روزگار آشنائی — ہوا ویراں دیار آشنائی
کرو مت اعتبار آشنائی — نہیں کوئی جگ میں یار آشنائی
نہ ہو جا حرکت بے جا خبردار — نپٹ نازک ہے تار آشنائی
دو دل یک رنگ آپس میں ملیں جب — کرے تب گل بہار آشنائی
بجائے آب خونِ دل رواں ہے — نظر کر جو ئبار آشنائی
نظر بھر دیکھے خوباں کو بہ وقت — نہ رہ امیدوار آشنائی
محبت میں زر و گوہر کی کیا قدر — دل و جاں کر نثار آشنائی
اسی کو آبرو جگ میں ہے دائم
نہیں جو شرمسار آشنائی

(۱۰۸)

خورشید رو کے آگے ہو نور کا سوالی[1] — کاسہ لیے گدا کا آیا ہے چاند خالی
سنا ہے جدا ہے اور بے خودی نرالی — ہے میرے جی کے حق میں تیغ ابر برس گالی
مجنوں تو باولا تھا جن راہ لی جنگل کی — سیانا وہی کہ جن نیں کہ شہر کی ہوا[2] لی
لوہو میں لوٹتا ہے بخت سیہ کا بر جا — کالی گھٹا میں زیبا لاگے شفق کی لالی (اضافہ کُ د)

۱۔ اس غزل کا یہ شعر پٹیالہ کے مخطوطے میں نہیں۔

۲۔ (اضافہ ک د) اگر دل عشق سیں غافل رہا ہے — تو اپنے فن میں ناقابل رہا ہے
دل و دیں ہے تو کر دراب خودی چھوڑ — گھر اس کا اب لک منزل رہا ہے
جدائی کے کرے تدبیر اب کون — یہ دل تھا سو اسی سیں مل رہا ہے
نہ باندھو صید رہنے کا نہیں باز — دل اپنی حرکتوں سیں ہل رہا ہے
مثال برق دنیا سے گزر جا — اپنا کیوں اس میں بے حاصل رہا ہے
نہیں تضمین کا ذوق آبرو کو — کہاں اس کون ماغ و دل رہا ہے

۳۔ ہوئیں۔ (د)

۴۔ کوں (د)

۵۔ آبرو ہے جگ میں یارو (د)

(۱۰۹)

نہیں ہے بار دنیا خوب ان بے درد لوگوں کو
خداوندا مجھے خلوت سرا اک دے پہ بے پردے[۱]

(۱۱۰)

آشنائی بزور نہیں ہوتی   مت کرو شر و شور نہیں ہوتی
دوستی جو کہ بے طمع ہو ہے   زر اگر دو کر در نہیں ہوتی
ایک مرتا ہوں تس پہ تو مت مر   گور پر اور گور نہیں ہوتی

(۱۱۱)

محبت سحر ہے یارو اگر حاصل ہو یک روئی
یہ افسوں خوب اثر کرتا ہے لیکن جب کہ جادوئی

خیال ماسوا سیں صاف کر تو اپنے سینے کوں
کہ دل کے رشتہ اخلاص کوں لازم ہے یکسوئی

لباس نیپی بن کیوں نکے گذرے موسم سرما
قیامت ہے یہ تیری سرد مہری تس پہ بے پرسوئی

اندھیرا آگیا آنکھوں کے آگے تشم سوں میری
جبھی اس چھو کرے کی بوالہوس نیں لف تک چھوئی

پسینے سیں ترے اے شوخ بو آتی ہے دارو کی
ایتی اے فتنہ گر سیکھی کہاں سیں تو نیں بدخوئی

مقابل دختر رز کی جبھی وہ مغ بچہ بولا
اب اس کے دیکھ مارے شوق کے پانی ہو کر چوئی

۱۔ (اضافہ ر) غزل کو آخر رفت گفتید بعد ازیں بیچ شعر گفتید:
خداوندا اٹھا دے درمیاں سوں ہجر کے پردے
ہمارے دام میں صیاد کو لایا ہمیں پردے
کیے عشاق معشوقوں کے دیداروں کے تئیں پردے
غب۔ نم

ہوئے پھرتے ہو دشمن آبرو کے اے سجن اب تو
کہو الفت دلی اور دوستی جانی وہ کیا ہوئی

(۱۱۴)

یہ تری[۱] دشنام کے پیچھے ہنسی گلزار سی
خوب لگتی ہے گنہ کے بعد استغفار سی

یار کی انکھیوں سیتی جب سیں لگا ہے میرا دل
طبع میری تب سیتی رہتی ہے کچھ بیمار سی

حسن کی چڑھتی کبھی ہو ہے کبھی ڈھلتی کلا
چاند کی ہوتی نہیں گنتی میں دن ہزار سی

(۱۱۳)

بجس کوں جو کہ دیکھیے سو عبث ہے — کہ اس دیس کا کچھ نہ پن ہے نہ حس ہے
جو لونڈا چھوڑ کر رنڈی کوں چاہے — وہ کوئی عاشق نہیں ہے بوالہوس ہے

(اضافہ د)

غیر کے قبضے میں جس کا یار ہے — اس کو جو دم ہے سو اک تلوار ہے

متفرقہ

تبسم رنگ پان سیں قاتل خونخوار ہو جاوے
دھڑی لو ہو بھری تروار کی سی دھار ہو جاوے

تب سوں قدم ہمارے کانٹوں سیں چھن گئیں ہیں
جب سے پڑی ہیں ہم کو یہ راہ عشق چلنی

۱۔ اس غزل کا مقطع بعض اور نسخوں میں یہ ہے:

ریختے کے شعر یہ لگتے ہیں اس کو (عارسی؟)
آبرو کہہ آوتا ہے شعر جس کو یار سی

انجان جو تلاش میں دارو کی مرگئے
دے درد سے کے مزے[1] سےنپٹ بے خبر گئے
گل رد کے شوق میں نہ ہمیں در بدر گئے
اس عاشقی کے بیچ ہزاروں کے گھر گئے

جا کر[2] کہو اس طفل سے احوال اس مظلوم کے
واسطے بارہ امام اور چاردہ معصوم کے

کیا بند اس کے ملنے سیں مجھے ان اشک گریاں[3] نیں
ہمارے پاؤں کوں یہ اشک کی ندی ہوئی بیری

آرام کے ہم اپنے تئیں اپتے نہیں ہیں غرضی
آزار ہے بھلا ہے جو ہے تمھاری مرضی

طالع نے یاوری کی حق نیں جو پھر سلائے
تم واں سیں پاس مرے کیا خوب بھاگ آئے

انکھیں صف باندھ کر مژگاں جتے[4] شمشیر پے ابرو
نظر باز و ڈرو اس دو سیں انکھیوں سے کل جگ ہے

عشق کا تیر دل میں لاگا ہے
درد جو ہو وتا تھا بھاگا ہے

۱۔ سیں نپٹ (ک)
۲۔ جا کہو (د)
۳۔ چشم گریاں (ک)
۴۔ جیتیں (ک)

منت کے بوجھ سیتی گردن کے تیئں نوا ے
تب خوان سیں کسی کے جا کر اٹھا نوا ے

اب تو مرتا ہوں[1] تغافل سیں یقیں کر مان سے
حال میرا جان لینا ہے تو پیارے جان سے

کیا رقیبوں کی پھٹی پڑتی ہے شان
کیوں کہتے ہیں آبرو بدنفس ہے

(اضافۂ ک د)

اے ابر کرم تند جو آ برسا ہے
یہ کافر جی شراب کو ترسا ہے
پیتا ہوں میں اس برس تو ئی دھو دیجے
نامہ مرا عصیاں کا کہ ابتر سا ہے

۱۔ میں مرتا ہوں (ک)

واسوخت

نوٹ :۔ نسخۂ پٹیالہ میں غزلوں کے علاوہ صرف ایک واسوخت اور ایک ترجیع بند درج ہے واسوخت کے بارے میں اہم بات یہ ہے کہ اس کا عنوان جوش و خروش نہیں ہے واسوخت ہے۔ اس سے قبل پروفیسر مسعود حسن رضوی نے یہ واسوخت معاصر پٹنہ میں کسی بیاض سے جوش و خروش کے عنوان سے نقل کر کے شائع کرایا تھا اس کی اشاعت کے بعد اس میں کوئی شبہ نہیں رہ جاتا کہ اردو میں پہلا واسوخت آبروؔ نے لکھا۔ دوسری قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ اس واسوخت کا بند جو پروفیسر مسعود حسن صاحب رضوی نے اس طرح نقل کیا ہے پٹیالے کے مخطوطے میں نہیں ہے۔ (ک) میں ہے نسخۂ دلیسنہ میں اس کا عنوان ہے ترکیب بند واسوز آبرو،

یار اب حال مرا صبر سیں در گزرا ہے ۔۔۔ دل مرا صبر جو کرنا تھا سو کر گزرا ہے
سر کوں شمشیر تلے ظلم کی دھر گزرا ہے ۔۔۔ دن قیامت کے بڑے ہجر میں بھر گزرا ہے
جیوتی جان کفن غم سوں پہر گزرا ہے ۔۔۔ بلک سو بار ترے واسطے مر گزرا ہے

اَب نہیں تاب مجھے رشک میں چپ رہنے کی
غیر کے واسطے یہ ظلم و ستم سہنے کی

۱۔ (ک)
۲۔ کے (د)
۳۔ نہیں اب (د)
۴۔ موں ترے

روزِ اول کہ ترا کوئی خریدار نہ تھا — یہ ترا[1] چرچا و یہ شور و یہ بازار نہ تھا
کسی کوں زلف میں تیری یہ سروکار نہ تھا — تری انکھیوں کے کوئی شوق میں بیمار نہ تھا
تجھ کوں یہ خوبی و یہ حسن دیدہ دیدار نہ تھا — کسی کے دل منیں اے یار ترا پیار نہ تھا
اک ہمیں[2] تھے کہ کبھی تجھ پہ نظر کرتے تھے
گاہ گاہے ترے کوچے میں گزر کرتے تھے

شوق میں دل کے ہمارے تجھے معشوق کیا — ہو اشتاق ترا رے تجھے معشوق کیا
ناز کی طرح سکھارے تجھے معشوق کیا — سب طرح تجھ کوں بنا رے[3] تجھے معشوق کیا
بوجھ[4] تو کن نیں پیارے تجھے معشوق کیا — کیا برا ایترا کیا رے تجھے معشوق کیا
نہیں تو تجھ سے پڑے خوار[5] کئی پھرتے تھے
بر سر کوچہ و بازار کئی پھرتے تھے

دل میں[6] تو بوجھ تجھے کن نیں اول[7] پیار کیا — دل کوں دے ہاتھ ترے کن تجھے دلدار کیا
باغباں ہو کے تجھے کن نیں چمن زار کیا — سج بنا کر کے تری کن تجھے نکدار کیا
کن کھلا کر کے تجھے حسن کا گلزار کیا — کس کی نظروں[8] کے سبب[9] حسن نے اپکار کیا
اب تجھے شوق پڑا غیر سیں جا ملنے کا
آ پڑا اور[10] سیں ہر وقت مزا ملنے کا

رات کوں دیکھ کے اے یار ترے طور مجھے — اپنے احوال کے دل بیچ ہوئی غور مجھے
یاد آئے ترے سب ظلم و ستم جور مجھے — غم نے آ گھیر لیا جان مرے دوڑ مجھے
فکر آئی نہ بن اس وقت میں کچھ اور مجھے — مگر اک[11] بند کہ آیا وہی فی الفور مجھے

۱۔ چرچا (ک) چرچا و یہ شور (د)
۲۔ ایک ہم تھے (د)
۳۔ بنارے (ک)
۴۔ سوجتن کر کے پیارے (د)
۵۔ خوار کئی (د)
۶۔ بوجھ تو دل میں (د)
۷۔ اول کن نے (د)
۸۔ نظروں کے چمن نیں تجھے انگار کیا (د)
۹۔ وہ (د)
۱۰۔ ہور (ک)
۱۱۔ شعر کے جو سوچ آئی تھی (د)

اسی اک بند کوں میں ورد زباں کرتا ہوں
پھر[1] کے پڑھ پڑھ کے اسی بند[2] کوں میں مرتا ہوں

آہ افسوس مرا یار مرا بھول گیا — غیر سیں مل کے ستم گار مرا بھول گیا
جان اور بوجھ کے[3] سب پیار مرا بھول گیا — درد اور شوق اور آزار مرا بھول گیا
محنت اور رنج کا بستار مرا بھول گیا — ہائے[4] یوں غم اسے یک بار مرا بھول گیا[5]

جی[6] میں آتا ہے کہ اب[7] یار سیتی جا لڑ رہیے
یا زمیں کھود کے[8] اس شرم سیتی گڑ رہیے

ہم تو جب[9] پاس تمھارے اے سجن آتے تھے — تم[10] سیں مل کے[11] گویا جان سی تب پاتے تھے
جو نہ آتے تھے کبھی آپ تو بلواتے تھے — دیر کرتے[12] تو چلے دوڑ کے آپ آتے تھے
بیٹھ کے پاس سجن پیار سیں بہلاتے تھے — ہر طرح ساتھ منا[13] لے کے ہمیں جاتے تھے

منتیں[14] کر کے نہ تھے چھوڑتے تم راتوں کوں
یک[15] دگر بیٹھ کے کرتے تھے سجن باتوں کوں

اب وہ اخلاص محبت کی طرح بھول گئے — غیر سیں مل کے مروت کی طرح بھول گئے
چھپ کے ملنے کی محبت[16] کی طرح بھول گئے — جو ہمیشہ تھی[17] وہ صحبت کی طرح بھول گئے
مہربانی و مروت[18] کی طرح بھول گئے — پیار[19] کی شوق کی الفت کی طرح بھول گئے[20]

۱۔ پھر گئے بندگی میں بند سبب (د)
۲۔ کوں میں (ک)
۳۔ بوجھ کے (د)
۴۔ ہائے رے ہائے مرے غم یار مرا (د)
۵۔ (د) میں مصرعہ ۴ مصرعہ ۲ کا پہلا مصرعہ ہے اور مصرعہ ۳ مصرعہ ۵ کا دوسرا۔
۶۔ جیو (د)
۷۔ جا یارے اب (د)
۸۔ کھود کے (ک)
۹۔ تب (د)
۱۰۔ تب ہمیں مل کے (ک)
۱۱۔ تم سے ہم مل کے (د)
۱۲۔ دیر کرتے تھے (د)
۱۳۔ منا کے (د)
۱۴۔ منتیں کر کے ہمیں چھوڑ سخن راتوں کوں (د)
۱۵۔ یک دگر بیٹھ کے کرتا ہوں سخن راتوں کوں (د)
۱۶۔ خلوت (ک)
۱۷۔ وہ (ک)
۱۸۔ شفقت (د)
۱۹۔ پیار اور شوق و محبت کی (د)
۲۰۔ میں مصرعہ ۵ کے بعد مصرعہ ۳ ہے

اب وُہ[1] انکھیاں تری اے یار وہ ابروے نہیں
وہ جو اخلاص تھا اس کی کہیں[2] اب بوئے نہیں

یار یہ طور تیں[3] ہم سیتی کچھ خوب نہ کی[4] — طرح تھی جو کہ مری طبع کو مرغوب نہ کی
چشم غیروں کی خجالت سیتی محجوب نہ کی — شرم و اخلاص[5] محبت کی اے محبوب نہ کی
یوسفی کی پے وفاداریٔ یعقوب نہ کی — وضع میں پیار کی یہ طرز[6] خوش اسلوب نہ کی

آبرو چھوڑ کے اوروں سیں ہوں ہوا[7] ہم دم
دوست اوروں کے ہوئے ہم سیں کیا مُلنا کم

۱۔ یہ (د)
۲۔ کی تو کہیں بوسے (د)
۳۔ طرز تو نے ہم سیتی (د)
۴۔ یہ بند (ک) میں نہیں ہے

۵۔ و (د)
۶۔ طور (د)
۷۔ ہوا (د)

معاصر ستمبر (۴) میں یہ واسوخت محمد علی خان ابراہیم صاحب گلزار ابراہیم کی بیاض سے نقل ہوا ہے۔ حواشی قاضی عبدالودود صاحب کے ہیں۔

ترجیع بند[1][2]

وہی جان مجھ دل کا آرام ہے — کہ جس شوخ کا بے وفا نام ہے
نظر کر مقوی ہے اس کا خیال[3] — دہن پستہ و چشم بادام ہے
رکھوں[4] کھینچ کر تنگ آغوش میں — رہ سجن تو نپٹ نازک اندام ہے
پرستش اسی کی ہوئی ہے قبول — کہ جس کا وہ کافر ادا رام ہے
لگے[6] دل کوں معشوق سیں پھیرنا — سمجھ ہائے واعظ برا کام ہے
نہیں دل کوں بن درد ہرگز قرار — سمندر کوں آتش میں آرام ہے
غریباں کے[5] بیچارگان کے مدام — یہی عرض ہر صبح و ہر شام ہے

تغافل نہ کر حال سب جان کر
جلائے مجھے ایک دم آن کر

جن اس سنگدل سیں محبت کری — اسے زندگی جگ میں بھاری پڑی
پھرا کر کے کاجل کے زنار کوں — کری ہے تری چشم نیں کافری
ستم ہے کہ یوں چھین لینا بہ زور — جفا جو کے مذہب میں ہے دلبری
مبادا کہ ہو ہجر میں خواب بیچ — چھری ایک دیکھی ہے لوہو بھری
سیہ دل کی صحبت اثر کیوں نہ[7][8] ہو — سکھائی تجھے زلف نے کافری[9]
چھپا جائے کر کوہ ساراں کے بیچ — ترے چال[10] کوں دیکھ کبک دری

---

۱ ـ (د) میں عنوان ہے ترجیع بند من کلام آبرو علیہ الرحمہ
۲ ـ ترجیع بند کا عنوان نہیں ہے
۳ ـ جمال (ک) ترا جمال (د)
۴ ـ سکوں (د) کیونکر (د)
۵ ـ عزیزاں (د)
۶ ـ لگا (د)
۷ ـ و (د)
۸ ـ ہوئے
۹ ـ ابتری (ک و ـ د)
۱۰ ـ تری چال (ک)

کرو عرض اس قبلہ جن سوں　　جسے خوبرویاں کی ہے سروری

تغافل نہ کر حال سب جان کر
جلا لے مجھے ایک دم آن کر

کہاں ہے کہو آج وہ خوش نین　　کہ جس کی نگہ کے بندھے[1] ہے ہمن
خجل ہو کے اس مکھ کی جھلکار سوں　　ہوا آب میں غرق درِ عدن
اسی چشم کے فتنہ گی[2] میں مدام　　یہ گردش میں ڈالیا[3] ہے چرخِ کہن
حلب بیچ نازک بدن جس کے[4] کہیں　　ختن بیچ مشہور ہے من ہرن[5]
خرام اس کا ہے[6] موجِ آبِ بقا　　کہ جس کے کئی[7] تشنہ ہیں[8] ذوالقرن
جسے دل ستے چاہتے ہم سدا　　فدا[9] اس اوپر جو سیں ہیں ہمن
کہو جا کے یارو برائے خدا[10]　　ہماری طرف سیں اسے[11] یو بچن

تغافل نہ کر حال سب جان کر
جلا لے مجھے ایک دم آن کر

نہ جانوں کہ شوخ وہ سرتا بپا　　قیامت ہے یا سحر ہے یا بلا
نظر کر مرے دل کی بے طاقتی　　ادا[12] لی خوش ادائی سیں مت مسکرا
تحیر میں ہے اب تلک آرسی　　ترے مکھ کی دیکھی ہے جب سے صفا
چھپا جا ہے ظلمات کے بیچ میں　　لباں کو تری دیکھ آبِ بقا[13]
عجب کیا کہ[14] یوسف غلامی کرے　　تری شان کو دیکھ اے میرزا
مروں گا جدائی سے بیتاب ہو　　مجھے چھوڑ کر جان ہرگز نہ جا

۱۔ بندے (د)
۲۔ فتنگی (د)
۳۔ ڈالا (د)
۴۔ جنگ تیئں (د)
۵۔ ہمن (د)
۶۔ ہے (د)
۷۔ کئی (د)
۸۔ ہیں سدا (د)
۹۔ یہ (د)
۱۰۔ کہو اے عزیزاں برائے خدا (د)
۱۱۔ جیوسے جس اوپر ہیں (د)
۱۲۔ ایتا (د)
۱۳۔ آبِ بقا (د)
۱۴۔ ہے خوباں غلامی (د)

جدائی کے مارے جلے شوق کے یہی عرض رکھتے ہیں لس دن سدا

تغافل نہ کر حال سب جان کر

جلالے مجھے ایک دم آن کر

کروں ہیں تری زلف کا جب خیال[1] ڈسے ناگ ہو کر مجھے بال بال

بندھا جو تری زلف کے جال میں نہیں[2] پھر اسے تا قیامت نکال

جدا جو ہوا ال کے اس جان سیں اسے جیونا ایک دم ہے محال

بچھلے مرے شوخ کی چال دیکھ پڑا خوبرویاں کے لشکر میں حال

کرے ترے مکھ کی مگر ہم سری کہ آیا ہے خورشید او پر زوال

روایت ہے یوں دین کے عشق میں کہ دلبر کوں ہے خون عاشق حلال[3]

ہماری طرف سیں اسے جائے کر کہے کون ایتی کسے ہے مجال

تغافل نہ کر حال سب جان کر

جلالے مجھے ایک دم آن کر

یہ گردش تری چشم بے باک کی ستم میں ہے استاد افلاک کی

جھلکتا ہے خورشید جوں بے لباس کہیں تجھ کوں پرواہ پوشاک کی

نین تجھ درس کے بھکاری ہوئے پکڑ ہاتھ کشتی دل چاک کی

ترقی ترے حسن کی دم بدم کرامت ہے عاشق نظر پاک کی

پکڑتا ہے دامن کوں لدار کے برابر ہے جو عجز میں خاک کی

مرے دلربا سوں کوئی دردمند حقیقت کہے جان غمناک کی

تغافل نہ کر حال سب جان کر

جلالے مجھے ایک دم آن کر

ترے لب کوں جس وقت دیکھے شراب ہوئے آگ میں رشک کے جل کباب

یو رخسار کے مطلع نور پر دسے خال جوں نقطۂ انتخاب

قلم برق بے تاب ہو ہات میں اپس دل کا گر میں لکھوں پیچ و تاب

۱۔ تری زلف کی جب

۲ بھینے

۳۔ (د) میں اس شعر تک ہے ترجیع بند نا تمام ہے۔

ہوا دار تیرا ہے اے بحرِ حسن — نہ دے دل کوں برباد مثل حباب
ولی ریختے بیچ استاد ہے — کہے آبرو کیونکہ اس کا جواب
ولیکن تتبع سیں کہنا سخن — کرے فیض سوں فکر میں کامیاب
نپٹ آبرو آج بے تاب ہے — کہو اس کے اس بے وفا سے شتاب

تغافل نہ کر حال سب جان کر
جلا لے مجھے ایک دم آن کر

تمت شد دیوان محمد مبارک آبرو بتاریخ بلبیت و دوم شہر شعبان المبارک سنہ ۱۹ جلوس محمد شاہ غازی مطابق سنہ ۱۱۴۹ ہجری المبارک المیمونہ۔

ترقیمہ نسخہ کراچی

تمت دیوان ریختہ محمد مبارک آبرو سلمہ اللہ تعالیٰ بروز یکشنبہ بتاریخ بیست و نہم صفر ختم اللہ بالخیر والظفر در عہد محمد شاہ بادشاہ غازی سنہ ۱۳ جلوس والا قلمی شد۔

(سنہ ۱۱۶۵ھ صفحہ ۱۸۶، قلم سے لکھا ہے نیچے کسی نے اپنے ہاتھ سے سنہ ۱۱۳۱ھ سال تخت نشینی محمد شاہ ۱۱۴۴ھ سال کتابت لکھا ہے۔ آخر میں کتب خانہ خاص انجمن ترقی اردو کراچی کی مہر ہے)

(اضافہ ک) ردیف ی

بوالہوس آگے سب سجود ہوئے　　دیکھ عاشق کے غم کے سر سایے

آیا ہے نرگس (نرگسی) لوٹے کا جاما　　کریں کیونکر نہ ہم سیں چشم پوشی

دیکھا ہے ہم نے جب سے وہ سبز رنگ لڑکا　　دل تب سیتی ہمارا لٹو ہوا ہے بنگی

مل گیا ہم سے وہ کبوتر باز　　اڑ گئے سب رقیب کے سیسے؟

کن پار دے کہ ہم کوں مژگاں بھوں (اتھای)　　بتلاوتے ہیں ناحق تردار ادر کٹاری

دل رشک سیں ہمارا ہوا ہے دو نیم پیارے　　کرتے ہو بوالہوسیں جب عرض سن کے تیرے

ایسا کوئی نہ تار ہے نازک نہ بال ہے　　تیری کمر میاں یہ عدیم المثال ہے

جاماں اے شوخ اس طرح سیں کیوں چکا ہے　　یہ مزا کب سیں ملا کس نے تجھے سکا ہے

چشم سیہ سج کے گردش میں جب کہ دستی　　بادام رشک سیں تب چکلی کے بیچ پستی

چکر میں آ پڑی ہے تری دیکھ کر گلی　　واعظ کی عقل کیوں نہ پھرے اب چلی چلی

بن زر ستی کماں (میں) جوں (کی) تباں ہیں ایسے　　جو کوئی ٹکے دے ان کو اس کوں لگے ہیں جیسے

سنبل بتن کے دیکھ کے یہ بال مر گئی ‏ ‏ یہ حال دیکھ سرو چمن میں بہر گئی

خوباں منیں کسی کوں بہتر نکھو کسی ہیں ‏ ‏ یے طفل آبرو سب موتی ہیں ایک لڑکے

مارڈالا عشق کے جنجال نیں ‏ ‏ بول لڑکوں کے پڑے ہیں پالنے

صنم بتاں میں ہمارا مرا(؟)نا کافر تھا ‏ ‏ کہا ہے رام سن اس کوں خدا خدا کرکے

خداوندا کرم کر فضل کر احوال پر میرے ‏ ‏ نظر کر آپ پر مت کر نظر افعال پر میرے

سارے معالجوں میں جلاب خوب تر ہے ‏ ‏ ہمشیر ان سبھوں کا پہچانتے ہو ہڑ ہے

عاشق ہوں میں رکھیں گے سب لوگ نام مجھ پے ‏ ‏ یوں نازنیں لٹک کر مت کر سلام مجھ پے

لوہے کے بیش و کم کا اور ہی حساب ہوئے ‏ ‏ شمشیر زن ہو سو ہوئے یہ گھاٹ باڑھ جانے

زلف کوں دل باندھ لینے میں قیامت ہے بہت ‏ ‏ کچھ نہیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ کیا بات ہے

سب کہیں عزرائیل کوں گو یہ تیرے منھ کہے ‏ ‏ آج عاشق نیں کری ہے سب جگت میں دوسری

گلال اور سودہ ابرک سیہ ابرو پے سبزاں کی ‏ ‏ جو کوئی دیکھے سو اس تر دار کا چورنگ ہوتا ہے

دشنام میں جو بھر کر بھیجی تھی تم نیں ساری ‏ ‏ ہم پاس وہ کتابت اب تک ہے یادگاری

دکھتے ہو مسکرا کر لوگاں کے گھر کو گھیر ‏ ‏ پیارے ترے یہ پیار کے ہانسی حصار ہے

مثنوی در موعظہ آرائش معشوق

(اس مثنوی پر کوئی عنوان نہیں لکھا ہے لیکن نفسِ مضمون سے ظاہر ہے کہ یہ وہی مثنوی ہے جس کی تعریف متعدد تذکرہ نگاروں نے کی ہے اور جو آرائشِ محبوب پر لکھی گئی ہے۔ قائم نے لکھا ہے کہ ۱۵ اشعار کی مثنوی حسینانِ ہند کی آرائش کے سلسلے میں بہت بہتر موزوں کی ہے۔ کریم الدین نے اس کا عنوان "موعظہ آرائشِ معشوق" لکھا ہے) یہ مثنوی نسخۂ کلکتہ سے نقل کی جاتی ہے جابجا اشعار پڑھے نہیں گئے ہیں)

ہے سزاوار ثنا وہ باکمال	جلوہ گر جس نے کیا حسن وجمال
خوبرویوں کو سکھائیں خوبیاں	ناز کو تعلیم کیں محبوبیاں
عاشق اور معشوق کو پیدا کیا	ایک کا دل ایک پر شیدا کیا

دیکھ قدرت اس کی اے اہلِ وفاق	مجھ کو کیا واقع ہوا ایک اتفاق
ایک دن میں گھر سیتی ہو کر اداس	سیر کرنے کو اٹھا تھا آس پاس
دیکھتا پھرتا تھا دلی شہر کو	کوچہ و بازار باغ و نہر کو
ناگہاں ایک خوبصورت مل گیا	دیکھتے ہی اوس کو میرا دل گیا

منقبت در مدح پنج تن صفحہ ۱۳۰ پر

کیا بیاں کریے کہ کیا تصویر تھی   دل کے حق میں مایۂ تسخیر تھی
چشم و ابرو رنگ رو سب خوب تھا   عضو اس کا ہر ایک محبوب تھا
قد و قامت اور چھب ترکیب وار   خوب لگتا تھا بہت دوش و کنار
کھینچتا تھا دل کے تئیں سرتا بہ پا   دیکھ ساری نرم و رخسارہ صفا
لیکن اپنے حسن سے تھا بے خبر   طور زینت کے رہے تھے سب بگر
سر اوپر دستار نامعقول تھی   بر میں جا ملا نہیں تھا اک جھول تھی
ترک آرائش کو ! بجا تھا ہنر   چاہنے والے سے کرتا تھا حذر
دیکھتا تو اکوئی اس سے تکتیاں (تاک یاں)   اس کے تئیں کہتا برا در بھاگ یاں
دیکھ کر دل نے کہا صد حیف ہے   ہے یہ (ایسی) بے وصلے بے کیف ہے
قصد کر نزدیک اس کے میں گیا   حکمتوں سیتی لیا باتوں لگا
جب ہوا باایک دیگر واقع کلام   تب لگا کہنے کہ کیا ہے تیرا نام
جب کہا میں نے کہ کیا ہے تیرا نانو   کہتے ہیں میرے تئیں کو آبرو
نام سنتے ہی کیا اٹھ کر سلام   خوش ہوا ہنس کر لگا کرنے کلام
آرزو سیتی لگا کہنے کہ ہم   یاد میں رہتے تھے تیری دم بدم
بات تیری شہرۂ آفاق ہے   دل ترے اشعار کا مشتاق ہے
مدتوں سیں شوق رکھتے تھے ہمن   کچھ عنایت کیجیے اپنے سخن
بات اپنی کر چکا جب وہ تمام   منتہی جب ہو چکا اس کا کلام
تب کہا میں نے کہ میرے سب سخن   وصف میں خوباں کے ہیں (پھر نامہ بن)
یا بیاں ہے ان کے رنگ روئی کا   ذکر ہے یا حال ہے خط موئی کا
یا صفت ہے زیب و پوشاک کی   وصف ہے یا دانش و ادراک ہے
یا کہ قصہ ہے ادا و ناز کا   یا فسانہ شوخی و انداز کا
طرح ہے سب ان کے مانند و لود کی   طور ہے ان کے زیان و سود کی
سو تو وے باتیں تمھیں آتی نہیں   دل میں وہ طرحیں تمھیں بھاتی نہیں
بس مرے اشعار کو پوچھو گے تم   لیکن ان بیتوں کو کھوجو گے تم

سن کے میری بات کو بوجھا تمام — آرزو سے پھر لگا کرنے کلام

کا اے میاں صاحب تم ان طرحوں کے تئیں — دلبری اور ناز کی شرحوں کے تئیں

پیار سے مجھ کو بتا دو ایک ایک — طور خوبی کے سکھا دو ایک ایک

جہل کا بر طرف ہو جائے خلل — علم ہووے میں کروں اس پر عمل

تب کہا میں نے کہ میں کہتا ہوں بات — روک کر دل بیچ سب میرے نکات

شاعری موقوف کی میں نے تمام — اب میں سیدھی طرح کہتا ہوں کلام

تجھ سا جو لڑکا کہ وہ بے بوجھ ہو — ان کو ان باتوں کی دل میں سوجھ ہو

خوب روئی کا اگر ہے دل میں دھن

جس طرح کے میں بتاؤں تاؤ بھاؤ — ں طرح سے اپنے تئیں کو تو بناؤ

اولاً رکھ سر اوپر پٹے مُدام — بال رکھ دونوں طرف تو بے مرام

کان کے آگے سے آدھے سر کے تئیں — گول رہنے دے منڈاوے مت کہیں

پر تمامی سر پر رکھنا خوب نئیں — شوخ رنگینوں کا یہ اسلوب نئیں

سر کو پیشانی کے اوپر سے منڈاؤ — کنپٹی پے استرے کو مت لگاؤ

داروؤں سے روز اپنے بال دھو — یک سر مو اس سیتی غافل نہ ہو

دھو کے پھر سکھلا کنگھی سے صاف کر — تیل دے کر گوندھ رکھ اوصاف کر

جس قدر ہو اس قدر ان کو بڑھاؤ — کھول چھپکے بھٹ ہر کسی کو مت دکھاؤ

بال گوندھے ہوں تو چیرا اب اتار — خوب سے لگتے کسی کو زینہار

کھینچ کر جوڑے کے یوں باندھو ہو جب — دیکھنے میں خوب لگتے ہیں مو تب

اُبٹنے کو لے کے تک مکھڑے کو مل — دھوپ ہو تو گھر سے باہر مت نکل

زعفران اور تیل چنبیلی کا لے — کاٹ کر اس بیچ رس لیمو کا دے

وہ دوا ہر روز استعمال کر — چھیپ چھائیں ہوئے تو فی الحال کر

یہ دوا ہر روز سے لگا — رات مل اور صبح (کو) حمام جا

مل مسی دانتوں میں اور ریخیں جما — مل کے مسی بہت سی پیڑی جما

سرخ رکھ پانوں سے لب کو دم بدم — کر تبسم بیشتر اور بول کم

چشم کو اپنی سجن سرمہ لگا
؟ رکھ کرمت لگا دے بہت سا

انگلیوں کی پور اوپر مہندی رچاؤ
پر ہتھیلی بیچ ہرگز مت لگاؤ

دل بھلا چاہے تو پہن انگشتری
زیب دے ہاتھوں کے تئیں ٹک پری

؟ اگر خوش رنگ و خوش اسلوب ہے
تو انگوٹھی بیچ رکھنا خوب ہے

ہاتھ پہنچے تو رہیں تعویذ دار
آستیں سیتی رکھ اس کو آشکار

کہربا کی ایک سمرن مول لے
دانے اس (کے) آبدار اور گول لے

کربلا کی خاک کا کنٹھا بنا
رکھ گلے کے بیچ تو اس کو سدا

ڈنڈ پر اپنے جو تو تعویز باندھ
پیچھے بازو کے کہ تجویز باندھ

سج بنا اپنی اور چھب تختی نکال
لے کے رکھ اس کے تئیں (جامہ اتال)

ہاتھوں میں سونے کے توڑے پہن
کیا مضائقہ ہے اگر آتی ہو دپھبن)

گر سجے پھنٹا جو تو سجدار بھج
جو نہ آوے خوب تو سو بار سج

آئینہ تو دیکھ اور کر دل میں غرور
بیچ دے ہندوستاں زادوں کے طور

بھوں سیتی ٹک پگڑی کا اکا دور ہو
سر پر چاروں طرف سے چھو در ہو

سج ہوا کا — سمجھا ٹک بلند
اس طرح کی باندھ جو آوے پسند

اس طرح کی باندھ ہو جو خوشنما
سر اوپر بیتری لگے

سو طرح کی پگڑیاں دیکھی ہیں ہم
لیکن ایک بھی پیچ برابر ہے کم

ہر جو ایک پے جا ہو بے بجا ڈر پر

یا کہ ایک پیچا پنت تلوار باندھ

جامہ زیبی کی طرح تو خوب بوجھ
جس میں لاگا (لگے) خوب وہ (اسوا) اسلوب بوجھ

چولی اونچی کر ٹک یک پوشاک سے
زیب . . . . بیجاک سے

آستیں یکساں گریباں تنگ ہو
کھب اسے دیکھی سیتے یکرنگ ہو

تن سے یکساں ہو نظر کے بیچ میں
چیں) دھنس جائے کمر کے بیچ میں

گھیر ہو دامن کا تو کرتا کہ دس
اس قدر نیچا کہ ہو زیبا درس

اس طرح جامے کو اپنے تو سنوار / جس میں چپ تحتی لگے ترکیب دار

سونت دامن آستیں کو خوب چن / چرح کر پہننے کے ہوویں تجھ میں گن

قادری پہنے تو تکما ہے بے لگاؤ / اس قدر لازم ہے گر دل ان کو بناؤ

جو کہ . . . سو ہیں . . . . / خوش دلوں کو خوب . . . . ہے

پھر پائجامہ بہر مشروع کا تو / اس کے تئیں . . . . لگا کر کراوتو

نہ بہت تنگ ہو نہ کشادہ / معتدل معقول نہ کم ہو نہ زیاد

نہ ہو نیچا بنر نہ چوڑی دار ہو / جس قدر زیبا ہو (خو)ش مقدار ہو

باندھ لیجیے جن کے شلوار بند / ریشمی جو بے طرح کوئی ہو . . . پسند

پاؤں میں پاپوش باناتی پہن / ہو ازلی کام اس پر یا چکن

یا مفرق جھلملاتی ہو تمام / یا کوئی سادی طرح کا ہووے کام

. . . کے باندھ . . . گرگابی کے / صاف ہو بندش نہ ہو جا . . . کل

چین کو چاروں طرف سیتی جماؤ / کھینچ کرکے بیچ ٹیکے کے لگاؤ

ایک آنچل خاک خاک میں . . چھوڑ / اس کے بیچ لگے ہے معشوقوں کی زور

داہنے رکھ آنچل اور بائیں کھاؤ / پر سنہری ہووے . . . بے آبدار

نیچے کا نشانہ ہلکاری کا کرد (؟) / دے مغل کے ہاتھ شمشیر و سپر

خوب لگتا ہے ڈوپٹہ سر اوپر

یا کہیں مکھڑے کے تئیں لیجے جما / چشم و ابرو اس کے تئیں دیجے دکھا

ڈال لیجے یا کبھی کاندھے اوپر / باندھ لیجے یا کبھی پگڑی مکھڑے اوپر

جب کہ ہو پوشاک سے تجھ کو فروغ / ہو شگفتہ جس طرح کھلتا ہے باغ

اور بیڑے کھائے ہو جائیں دونو لب / غرق سرخی بیچ جوں یاقوت کب

عطر لے کے اپنے کپڑوں کو لگاؤ / شان سیتی بیٹھ اور حقہ لگاؤ

ساتھ رکھ ہر وقت اپنے تو رومال — پونچھتا رہ دم بدم مکھڑا و گال
وہ شگفتہ اور خنداں گل کے جوں — زمزمے کر شوق سے بلبل کے جوں
شوخی تمکینی کو باہم ملا — . . . . راہ چیلا
شخص بے تمکین ہو ہے بے وقار — شوخ کو عاشق نپٹ کرتا ہے پیار
بس عیاں آرام اور تمکین ہو — ایک پنہاں شوخی و . . . . . ہو
چشم و دل میں اچپلاہٹ ہو مدام — بات اور حرکت بیاں، ہو تمکیں تمام
ہر طرح کی بات جب ملحوظ ہو — تجھ سے مل کر تب کوئی محظوظ ہو
چال چلنے میں لٹک درکار ہے — پر لٹکنے کی بھی ایک مقدار ہے
(خواہ) اگر چاہے مٹک خواہ لٹک — وہ طرح جس میں (کہ) ہو دل جائے اٹک

بیٹھنے میں بھی حسن کے ساتھ بیٹھ — عشوہ و ناز و حسن کے ساتھ بیٹھ
مسکراوے اوّلاً تب بات کر — سحر کر جو ہو ادا کی سات کر
بھول جا باتوں میں اپنا مکھ بلاس — ناز و غمزے بیچ پر جا رکھ حواس
بھوں چلی جاوے سخن سازی کے ساتھ — گرم رکھ انکھیاں نظربازی کے ساتھ
ہاتھ ترکت ہے (ہر) ایک انداز پر — . . . بات کے کرتے ہیں . . . کر
دم بدم اور ہی طرح اپنی بنا — گاہ ناز و گاہ عشوہ گہ ادا
کہیں تغافل کر کہیں ہو مہرباں — گاہ کر لطف نہانی گہہ عیاں

چشم کی . . . دل میں یاد رکھ — دیکھنے کی کے بھاؤ دل میں یاد رکھ
کہیں چرا جا چشم کو اغیار سے — کہیں انکھیوں (کو) ملا جا یار سے
چشم سے کہیں دیکھ کر سکے نظر — کج نگاہی سے کہیں دل ذبح کر
. . . توتے کی طرح دیکھا جا کبھو — دیکھ کر عاشق کو شرما جا کبھو

کر کبھی ٹک آشنایانہ نگاہ — اس طرح سے دیکھ جو ہو دل میں راہ
مسکرا دے کہیں . . . میں بیٹھ کر — پیارے آجا . . . میں بیٹھ کر

کرنگا ہوں کو کبھی نا آشنا
دیکھنے میں عاشقوں کا کام کو
کام آنکھوں کے ہزاروں ہیں سخن
شوق والے کو بھوں میں تاڑے
چاہنے لاگے تو لے اس کو لگا
بات کر اوروں سے دیکھ اس کی طرف
دیکھ اس کی طرف اوروں سے زیاد
بات کرنے کا اگر محتاج ہو
(دیکھیے) جو مقتضی ہو وے مقام
آشنا ہووے، جو اپنے شوق سے

جس کوئی موافق ہوا اخلاص میں
پر خبر رکھنا کوئی خندہ نہ ہو
کوئی پاجی یا کوئی لچا نہ ہو
اب زمانے کے رجالے ہیں کچھ اور
سج بناتے ہیں سپاہی کی تمام
گھورتے ہیں خوبصورت کے تئیں
ظاہری اطوار پر کر کے نظر
تو خبرداری سے کرائے (خوش) معاش
جو کوئی مردہ دل و بے درد ہو
... اس کی صحبت سے سوا پرہیز کر
جس کو جانے یوں کہ دل بیمار نہیں
جس کو جانے تو کہ عاشق زدہ ہے

دیکھ کر کہیں بے گناہ ہو . . .
کہیں . . . سے دے نہیں کہیں دام کر
کر جو کچھ اس میں سے آویں تجھ سے بن
ہر نگہ میں جیو اس کا کاڑھ لے
دم بہ دم انکھیا سیتی انکھیاں ملا
مسکراتے ہیں ادا کے دل کے حرف
ہر ادا کو ناز کی لے اس سے ادا

تو توجہ کر کے اس (سیتی) کلام
کیا مضائقہ اس سے ملیے ذوق سے
گرم کیجیے تو کرم (کیجیے) دوستی
اس قدر وہ . . . اس کے پاس میں
بوالہوس ناپاک دل گندہ نہ ہو
بات کہنا اس سیتی بے جا نہ ہو
سیکھ کر ہندوستاں زادوں کے طور
کرتے ہیں ہندوستاں زادوں کا کام
دل میں رکھتے ہیں کدورت کے تئیں
معتقد ہوتے ہیں کر کے بے خبر
مل کسی اشراف سے کر کے تلاش
عاشقی کے . . . میں نامرد ہو
اس طرف دیکھے تو نظر بن تیز کر
اس کی جانب دیکھنا درکار نہیں
غرق تیرے عشق میں سر تو زدی ہے

رات اور دن بے قراری بھاسے
درد دل سے آہ و زاری ہے اسے

دیکھنے سے اس کو ہوتا ہے قرار
ہجر میں رہتا ہے دائم دل فگار

بن ملے رہتا ہے اکثر یاد میں
صبر نہیں رکھتا دل ناشاد میں

روبرو کرتا ہے ظاہر شوق پیار
غائبانہ کھینچتا ہے انتظار

اس کے ملنے کو نعمت جان تو
جان سے ہو اس اوپر قربان تو

جس میں وہ راضی ہو تس میں گرم رہ
چاہنے میں اس کے تو بے شرم رہ

جس کے ملنے سے آتی ہو رشک
اس کے جان و دل کے تئیں کھاتی ہو رشک

اس سیتی اے جان تو ہرگز نہ مل
(تا) تو کہ آزردہ نہ ہو عاشق کا دل

سیکڑوں دیکھے ہیں تجھ سے خوبرو
عاشق صادق نہیں ملتا کبھو

ڈھونڈتا پھرتا ہوں میں سارا جہاں
بوالہوس ہیں بیشتر عاشق کہاں

جس اوپر امید کا ہو ہے کرم
اس کو عاشق پہنچتے (رہیں گے) بہم

حسن ہی ہے میرزائی کر تلاش
وہ نہیں معشوق جو ہو بدمعاش

میرزائی ہو ہے معشوق کی جان
خوبصورت کے تئیں لازم ہے شان

قدر اپنی دل میں بوجھا چاہیے
ابرو کی بات ..... چاہیے

کام معشوق کا ہو جاتا ہے بند
جو نہ ہو معشوق کو مطلق گھمنڈ

میرزا ہو کر نہ کر زیادہ غرور
آدمی کو آدمیت ہے ضرور

خلق و خوبی خرچ کی ہو شان سے
سب سے خوش ہو مل بڑائی مان سے

اس طرح سے مل کہ بے عزت نہ ہو
اہل مجلس میں تیری ذلت نہ ہو

جو ... ہو اور اور بے وقار
ہوش والے اس کو کب کرتے ہیں پیار

خوب روئی بادشاہی ہے بڑی
سلطنت زیبا نہیں جو ہوے (نو) کری

شاہ ہے معشوق سب عاشق امیر
ایک بخشی ہے انھوں میں ایک وزیر

ایک کو خدمات (ہیں) دربار کی
ایک کو تدبیر کار زار کی

ایک کو صحبت ہے روز و شب تمام
ایک کو تنہا بھی (درکار) اسلام

ایک کو خدمت (ہی سے) ہوتا ہے بار
ایک کے تئیں کاڑھ دے ہیں چوبدار

کیا ہی شاہی کا بڑا دربار ہے
کوئی خوشدل ہے کوئی بیزار ہے

پس شہنشاہی کو لازم ہے کہ سب
دشمن گران میں (ہووے) ایکدیگر
پر (اٹھیں) باہم یہ ڈر ہے شاہ کا
خوبرو کا ایسا استعداد ہو

حکم کے تابع ہوں اور مانیں ادب
کوئی کسی کے تئیں نہ پہنچاوے ضرر
خار ہے نہیں کوئی کسی کی راہ کا
سلطنت کی طرح اس کو یاد ہو

جان معشوق کو کہتے ہیں اگر
(قدر) سگھڑائی کی دل کی جان
عشق سے باہوش کرتے ہیں حذر
پر سگھڑ کو دیکھ کر ہر ہوشیار
خوبصورت جب کہ ہوتا ہے سگھڑ
حسن کے جو ساتھ سگھڑائی نہ ہو
حسن اور خوبی کو آخر ہے قضا
راگ و ناچ و شعر جگ میں . . .

کہہ حیا جن اس کو جو ہوئے سگھڑ
حسن کے رہنے کی سگھڑائی رہے جان
دیکھتے ہیں خوبرو کو بھر نظر
چاہنے لگتا ہے دل بے اختیار
دیکھ اسے میں جان سے جاتا ہوں مر
تو نہیں ہے پھول میں خوبی کی بو
ایک سی رہتی ہے سگھڑائی سدا
ہے سخن موقوف سگھڑائی پہ سب

تو سکر... یہ اپنا چیت لگا
غیر صحبت مل کے تو مت پی شراب
سادہ رو جب مست اور سرشار ہو
تب تو نہیں رہتی ہے معشوق کی شان
سب سے کہتے ہیں خوار و مبتذل
پس تو پیارے خوار ہر جائی نہ ہو
مبتذل ہونے سی جاتا ہے حسن
عیش کر . . . . . چھوڑ مت

. . . . رہنے سیتی ہے مرنا بھلا
آدمی اس طرح ہوتا ہے خراب
بے تکلف ہر کسی سے یار ہو
اس سے سارا شہر ہو ہے بدگمان
ہو ہے بدنامی میں نام اس کا مثل
ڈر کو بدنامی و رسوائی نہ ہو
کب خرابی بیچ بھر آتا ہے حسن
سب سیتی مل . . صحبت چھوڑ مت

زر کا لالچ اپنے دل میں تو نہ کر،
خوبرو زر کی طرح سے خوار جا

فسق اور عصیاں کے . . . سیتی ڈر
سب کے دل سے آخر اس کا پیار جا

دل میں جس معشوق کے ہو زر کا میل — دیکھنے والوں کا وہ ہووے دبیل
خوبرو کو جو کہ ایک پیسہ بھی دے — ایک بوسہ کیا ہے جو چاہے سو لے
کیا کرے جب دل . . . . ہو چکا — کیونکہ اچھا ہو کہ . . . . . ہو چکا
بے طمع رہنا عجب ایک چیز ہے — وہ سمجھتا ہے جو کچھ تمیز ہے
چاہتا ہوگا جو کوئی نداں — آپ سے قرباں کرے کا مال و جان
مانگنا کچھ اس سیتی درکار نہیں — آپ سیتے لا نہ وے سو یار نہیں
تو طمع مت جو کچھ قسمت میں ہے — سو ملے گا۔ نہ ملے وہ کیا رہے

جب کہ تیرے مکھ سے خط آغاز ہو — حُسن خوبی کا نمایاں راز ہو
سب طرف سیتی اٹھے خط کا غبار — گرد (ادھر) کے ہوئے سبزہ آشکار
مت لگا مقراض سے یا راسترا — ابتدا میں چھیڑنا ہو ہے برا
مدتوں پر چھوڑ اپنے حال پر — سیر کر صنعت خدا کی گال پر
کر دیوانہ سب کو دکھلا کر بہار — حال بارے شوق ست کر دل شکار
رہ . . . . . کے کاموں میں گرم — جب . . . بال تیرے منہ کے نرم
جب کہ جانے تو کہ کی کہ اب خط نے دھوم — . . . . کر کر ہجوم
ہو گئے ہیں بال سارے منہ کے سخت — بدنما لگتے ہیں نازیبا کرخت
تب تراش ان کے تئیں ہر صبح و شام — صاف کر مقراض سے اوّل تمام
. . . . اول آخر منڈاؤ — کام معشوقی کا ان طرحوں چلاؤ
جب کہ جانے تو کہ اب خوبی گئی — نازک اندامی و محبوبی گئی
حسن کی جو بے وفائی کی خبر — کان سے سنتا تھا سو اب کر نظر
چاہنے والوں کا اب دل پھر گیا — عشق بازاروں کی نظر سے گر گیا
باغ سیتی اوڑ گیا رنگ بہار — پھول کی جاگہ نظر آتے ہیں خار
تب نہ رکھ معشوق پن کے دل میں چاؤ — چھوڑ زینت آپ کے تئیں مت بناؤ
مت توقع رکھ کسی سے پیار کی — بے غرض کر دلبری ہر یار کی
بیچ میں مل آشنائی کی طرح — خرچ مت کر دلربائی کی طرح

چھوڑ دعویٰ کر کے تو مت ہو بتنگ　　ناز بے جا بدنما ہے اور جنگ
ہوئے جا معشوق کے تب دل سے بات　　شوق کر ملنے کا اور خوباں کے ساتھ

کہہ چکا میں دل بری کی سب طرح　　ناز کی جلوہ گری کی سب طرح
اس موافق کو . . . اپنے بناؤ　　. . . خوباں کو . . . باتیں سناؤ
تا کہ اپنے تئیں بنا دیں اس طرح　　عاشقوں کے تئیں رجھا دیں اس طرح
اہلِ دل دیکھ تب اسے خورسند ہوں　　دل انھوں کے ان سے دونے بند ہوں
عاشقوں کے دل کی حاصل ہو مراد　　خاطرِ اہلِ غم کی ہو خورسند و شاد
مجھ کو ان کے دل کی خوشی مطلوب ہے　　ان کو خوش کرنا بہت ہی خوب ہے
شاہد ان میں سے ہیں کوئی مبتلا　　میرے حق میں بھی کرے کوئی دعا
کیا عجب ہے جو دُعا سُن کر شتاب　　فضل سے اپنے کرے حق مستجاب
دو جہاں میں ہو نہ محتاج (کدھو کبھو)　　دین و دنیا بیچ رکھے آبرو

اضافہ (د)

مر رہے پر کچھ نہ بدلے طور رو کھے یار کی　　تب رہا جب چھوڑ دی ہم نے توقع پیار کی
جو کہا ہم نے کہا میرے کہے کا برخلاف　　سہل بوجھا بے وفائیں اب دلوں کے پیار کی
ہم جہاں ملتے وہاں سے سوک کر بیٹھے جدا　　غم نہ آیا اس کے دل میں کچھ میری آزار کی
کہیں ملے کہیں روٹھ جا کہیں صلح کہیں تا ہے جنگ　　شرم اس نے چھوڑ دی اپنے اقوال و اقرار کی
دم بدم یوں بے مزہ ہو و محبت کے خراب　　ہر گھڑی کر کر جفائیں دوستی سب خوار کی
بے مروت ہوے جب بیمار کا ایسا طبیب　　غم کے مارے کہہ کہ کیا حالت ہوا اس بیمار کی
آبرو نے اب دیا ہے پھیر اس کا اختیار　　ہے قبول اس کے تئیں ہر طرح مرضی یار کی

اضافہ (د) و (ر)

میں ایسا راز داں وہ بے وفا ہے　　کھٹن دل پر ہمارا ماجرا ہے
مریں ہم تو تمھارے سر کے صدقے　　جو تیرے دل میں ہے سو ہی بھلا ہے
دلی کی بات سن کرتا ہوں تسلیم　　کہ راضی ہوں تری جس میں رضا ہے
نہ یہ پوچھوں کہ تو بد ہے اس کا احوال　　تمھارے دیکھنے کو تلملا ہے

مرثیہ آبرو

افسوس ہے کہ آج رسول خدا کے تئیں　　حضرت امام سید ہر دوسرا کے تئیں
بے رحم کوفیوں نے بلایا دغا کے تئیں　　سچ جان کے امام نے اس ماجرا کے تئیں
لے اہل بیت قصد کیا کربلا کے تئیں

جب مسلم عقیل کو اول رواں کیا　　گویا اپس کے تن سوں جدا اپنا تن کیا
ہجرت سے اہل بیت نے ان کے فغاں کیا　　افسوس کیوں خدنگ بلا کا نشاں کیا
قدرت کسے کہ ٹھہر سکے اس قضا کے تئیں

مسلم کے ساتھ جو کہ کیا کوفیوں نے کام　　اس کا خدا کے قہر کو ہوتا ہے انتظام
ناحق دغا سیں قتل کیا دین کا امام　　لڑکے کئی یتیم کیے قتل پھر تمام
قصا لکھا یزید لعیں بے حیا کے تئیں

مسلم ۔ شہید کہا جب یزید نے　　شادی کری یہ سن کے خبر تب یزید نے
ناپاک نابکار نجس نے پلید نے　　اسباب کارزار کا لاگا خرید نے
بھیجی کمک امام جہاں کی دغا کے تئیں

یہاں حضرت امام نے حق کو کیا کفیل　　جو کچھ رضا تھی حق کی نہ کی اس میں کچھ بھی ڈھیل
آئے اور اہل بیت کے گھر خون کی سبیل　　رخصت ہو جد پاک سیں آئے کہار حیل
یہ وقت الوداع ہے آل عبا کے تئیں

چھوٹا ہے اہل بیت سے اپنا مکان آج — تن سین نکل چکی ہے مدینے کی جان آج
ویراں امام دیں کا ہوا خانمان آج — کرتے ہیں دوستدار . . . فغان آج
سینا تھا بنے ہے کوہ کو سن اس فغا (کذا) کے تئیں

مسلم ہوئے شہید سنی جب کہ یہ خبر — زخمی حرم کا تیغ جفا سیں ہوا جگر
جو کچھ رضا ہے تس پہ پھر آخر کو صبر کر — آگے کو اپنی راہ بلا میں کیا سفر
یہاں لگ کہ جا دو چار ہوئے کربلا کے تئیں

گردوں سیتی ستم میں دو نی تھی وہ زمیں — انسان و وحش و طیر سے سونی تھی وہ زمیں
اس (؟) سے مرگ جان کے ہونی تھی وہ زمیں — دستی تھی لال لال کہ خونی تھی وہ زمیں
برپا کیے حرم کے جہاں خیمہا کے تئیں

اس وقت میں غنیم کی فوجیں ہوئیں نمود — گرداں گلے میں (نکرڈ؟) ہاتھوں میں عمود
ہر سو دسے کماں ہو و سر تیغ و درع خود — سم ہائے اسپ سے اٹھے (تھی) اگر دو جو نکد دود
مانند شب سیاہ کیا سب ہوا کے تئیں

آب فرات بند کیا دشمنوں نے جا — بے رحم اس جماعت نامہرباں نے جا
فریاد العطش کی کری بستگاں نے جا — ہر چند عاجزی سے امام جہاں نے جا
منت کری مگر نہ سنا ماجرا کے تئیں

ہفتاد و دو امام کے جو لوگ تھے رفیق — اس تعزیت میں ایک ہے ایک ہو شفیق
جا دشمنوں میں عجز میں اول ہوئے خلیق — دیکھا کہ ان کا بحر شرارت کا ہے عمیق
باندھی کمر پھر آخر (؟) غضب سے وغا کے تئیں

وہ لوگ جو امام جہاں کی رکاب تھے — سب بیقرار و بیکل و بے خور و خواب تھے
رہتے تھے آفتاب سیں عالی جناب تھے — آتش سے تشنگی کی جگر سب کباب تھے
لڑکے (؟) تمام اور ترستے غذا کے تئیں

تب حضرت امام جہاں نے کہا انال (؟) — فاسد ہے دشمنوں کا ہماری طرف خیال
بچنا ہمن کا ہاتھ سے ان کے ہوا محال — لاچار ہو سبھوں نے مقرر کیا خیال
راضی ہوے جو کچھ ہے خدا کی رضا کے تئیں

نور دو چشم سید کونین مصطفیٰ — جان عزیز فاطمہ فرزند مصطفیٰ
ہتھیار باندھ جنگ کو تیار جب ہوا — یک بار تب حرم سے اٹھا شور و غلغلا
لرزہ پڑا سمک سے لگا تا سما کے تئیں

میدان بیچ جا کے جو ٹھاڑے ہوئے امام — اپنے کیے بیان کرامت کے سب مقام
قرب علی و فضل نبی کا کہا تمام — آگے امام دیں کے ہوا آ کے اژدہام
سنتے تھے ابتدا سیں لگا انتہا کے تئیں

فریاد کی کہ میں ہوں تمھارا امام دہ — قایم ہے آج مجھ سے امامت کی بارگاہ
واقع ہوا ہے ہم ایسا کون سا گناہ — کرتے ہو اپنے روے کو کس واسطے سیاہ
پھر کیا جواب تم کو ہے روز جزا کے تئیں

باتیں سنیں امام کی تب حر نہیں (جب؟) — آیا امام پاس بجا لا کے ادب
ظاہر کیے نیاز جو تھی دل کے بیچ سب — دشمن کے ساتھ جنگ کی رخصت کری طلب
شمشیر کھینچ اٹھا کے کہا (یا) دغا کے تئیں

لشکر میں شامیوں کے دھنسا شیر کی طرح — کر ٹک اثر سبھوں کو زبر زیر کی طرح
نکلا سر(؟) بیٹھ کے شمشیر کی طرح — اول جو کچھ کرے تھے (وہی) شیر کی طرح
پہنچے مخالف اپنے کیے کی سزا کے تئیں

آخر کو چور ہو کے گرا کارزار میں — اس بادشاہ دیں کے ہوا انتظار میں
پہنچے امام آپ شتابی سے بار میں — سر کے تئیں اٹھا کے لیا تب کنار میں
احوال دیکھ ہاتھ اٹھایا دعا کے تئیں

ایسی طرح تمام جو تھے لوگ ساتھ کے — جی سیں نثار ذات مبارک صفات کے
طالب تھے اپنے جی سیں شہادت کی بات کے — کرتے تھے کام دونوں جہاں کی نجات کے
پیتے تھے جوے تیغ سے آب قضا کے تئیں

باقی رہے تھے آل عبا اور اقربا — پیاسے تمام آب سیں ماہی کے جوں سدا
حضرت امام شاہ شہیدان کربلا — تنہا نہ فاطمہ نہ حسن اور نہ مرتضیٰ
آمادۂ جفا و شہید بلا کے تئیں

عباس بن علی ولی صاحب ظفر بے شک ہاتھ بیچ چلے باندھ کے کمر
پانی اوپر فرات کے اپنی رکھی نظر بڑھتے ہوئے غنیم کے لشکر سیں کر گزر
پہنچے نہ دیکھ کھینچ کے جور و جفا کے تئیں

گھوڑے سیتی اتر کے بھری مشک آب سیں خیمے کی طرف لے کے چلے اضطراب سیں
تب سعد بن زیاد پکارا عتاب سیں لشکر کے تئیں دوڑ کے پہنچو شتاب سیں.
جانے نہ دو حرم تلک اس باوفا کے تئیں

مردود آکے راہ میں مانع ہوئے تمام کرنے لگے زبان سے پیکان کے پیام
جاری ہوا ـــــــــــــ زخمی ہوا ـــــــــ صاحب احترام
اس طرح سب شہید کیا اقربا کے تئیں

دیکھا امام دین نے سب لوگ مر چلے ہر ایک نوبت اپنی شہادت کی بھر چلے
ظالم کے ظلم حد بشر سے گزر چلے کرنا تھا جو سلوک سو آپس میں کر چلے
ہرگز اثر کیا نہ کچھ ان بے حیا کے تئیں

لاچار ہو کے آپ کیا قصد جنگ کا تنہا نہ کوئی یار نہ کوئی اپنے رنگ کا
پھٹتا حال دیکھ جگر غم سیں سنگ کا جلتا تھا جیو درد سیں کفر فرنگ کا
جو شاں ہوا تھا خاک میں خوں کربلا کے تئیں

قاسم نے دیکھ قصد لڑائی کو شاہ کا تنہائی ان کی اور ہجوم اس سپاہ کا
مارا جگر کے درد سے نعرہ اک آہ کا دامن پکڑ کے اوج حقیقت کے ماہ کا
معروض اس طرح سے (کیا) ماجرا کے تئیں

کا ے شاہ میری باپ کے قایم ہو تم مقام ہم کو تمھاری ذات کا ہے آسرا تمام
تم بن ہمارا جیو نا دنیا میں ہے حرام رخصت مجھے قتال کی اول دو یا امام
یہ آرزو ہے جیو میں تمھارے خدا کے تئیں

قاسم کی بات سن کے یہ رد یا بزرگوار کا ے جان تو امام حسن کی ہے یادگار
کرتا ہوں اپنے نہنوں سیں تجھ کو زیادہ پیار رخصت نہیں تجھے کہ کرے جا کے کارزار
گھر بیٹھ چاہتا ہے جو میری رضا کے تئیں

قاسم یہ سن امام کی باتیں ہوئے خموش — دل بیچ اپنے ضبط کیا جان کا خروش
بازو میں (حرا) باپ کا رکھا تھا ایک سروش — عجز ہوا کے دیکھا اسے تو بچشم ہوش (؟)
دیکھا بھرا ہے خط حسن مجتبیٰ کے تئیں

اس حرف میں امام حسن نے لکھا تھا یوں — اے نور چشم اپنے (میں) نصیحت سنا تھا یوں
جس وقت کربلا میں حسین ابتلا میں ہوں — اس وقت جان دیجیو جوں جانیے تو یوں
قاسم نے سب کہا یوں امام ہدا کے تئیں

سن کر امام دیں نے کہا رو کے اس طرح — دل بیچ اپنے غم سیں خفا ہو کے اس طرح
اے جان لکھ گیا وہ تجھے جو کہ اس طرح — دی ہے مجھے بھی بات کے ایک ہو کے اس طرح
(؟)
دیجو تو اے حسن ... ہماری رضا کے تئیں

یہ سب امام دین نے قاسم کے تئیں سنا — قاسم کا ہاتھ ہاتھ میں لے کر حرم میں جا
وہاں دختر شریف کو اپنی لیا بلا — آپس میں مہر ماہ کا تزویج کر ملا
فارغ ہوا امر شرع سیں جو بیا خدا کے تئیں

(؟)
شادی ہوئی امام کے گھر غم کے حال میں — سعدین کو خزاں ہوا ردمال میں
بلبل کے تئیں وصال ہوا گل کا جال میں — جلوہ کیا کمال سنے آ کر زوال میں
پانی ہوا ہے سن کے دل اس ماجرا کے تئیں

قاسم کو گھر ———— — ایک دیکھتا تھا دوسرے کا منھ بچشم یاس
بریاں دل اور چشم تھی گریاں لگی تھی پیاس — تھی فکر اور فراق کی دہشت سے دل اداس
یہ طور تھا خوشی کا نئی کد خدا کے تئیں

اس وقت بیچ لشکر مردود شامیاں — ملعون نابکار سیہ رد حرامیاں
کرنے لگے گرد خیمے کے آکر کے خامیاں — کرتے تھے جنگ جسے ہو سو آمیاں (؟)
قاسم اٹھے غصے سے سن ان کی صدا کے تئیں

بے تاب ہو عروس نے دامن پکڑ لیا — کا سے شاہ حق (منشی) تو نے کیا کیا
سارے حرم نے خون جگر غم سیتی پیا — قاسم کی والدہ نے تڑپ اپنا جی دیا
قاسم چلا تو چھوڑ پوچھوں کہاں ہوا کے تئیں

قاسم نے اپنے ہاتھ کی ایک آستین پھاڑ — رو کر کہا عروس کے تئیں صبر او قرار
میرا ہے یہ نشان شہیدوں میں آشکار — رکھ یاد اس نشان کو دل میں کر ایک بار
ہم ملیں گے پھر کے روز جزا کے تئیں

نکلا حرم سے قصد لڑائی کا کر امام — روتا تھا عرش فرش زمیں آسماں تمام
دشمن کے ساتھ ہو کے مقابل کیا کلام — بیٹا ہوں میں حسن کا، وہ قاسم ہے میرا نام
کرتا ہوں کون تم میں سو آوے وغا کے تئیں

مردود سُن کے بات یہ قاسم کی ڈر گئے — بن تیغ و تیر خوف سیں نامرد مر گئے
سعد اور زیاد نظر (پہ سب) گر گئے — طاقت نہیں کسی میں سبھوں کے جگر گئے
ارزق سے تب کہا کہ تو دیکھ اس قبا کے تئیں

ارزق ہوا امام کے آ کر ہوا دوچار — تبری و تیغ کی ہوئی آپس کے بیچ مار
آخر کو کھینچ امام نے شمشیر آب دار — ارزق کے سر پہ وار کیا تا کمر فگار
پہنچا اس خراش یہ تحت الثریٰ کے تئیں

پھر تاب تھی کسے کہ مقابل ہو شاہ کے — منہ زرد ہو گئے تھے تمامی سپاہ کے
مارے ہوئے تھے تیر غضب کی نگاہ کے — سب بھاگنے کے واسطے جویاں (کذا) تھے راہ کے
کہتے تھے جانتے (نہ تھے) ہم اس بلا کے تئیں

(کمی؟) امام نے سب کر کے قتل عام — کشتوں کے ہر طرف سیتے پشتے (کیے) تمام
لاچار ہو سبھوں نے کیا گرد اژدہام — ... شاہ کی کہا .... کام
زخمی ہو کر گرے تو پکارا چچا کے تئیں

سن کر صدا امام جہاں ہو کے بے قرار — پہنچے بے تاب آ... پڑے تھے جہاں کے بار
قاسم کے تئیں دیکھ (کہ) سب زخمی بیٹا — سر کو کیا تھا گود میں روتے تھے زار زار
شفقت سے چومتے تھے رخ باصفا کے تئیں

قاسم نے آنکھ کھول کے دیکھا امام کو — خنداں ہو کر کے قصد کیا تب کلام کو
خشکی سے تھی نہ تاب زباں کو کلام کو — رخصت ہوئے نگاہ میں عالی مقام کو
موڑی عناں شہید نے دار البقا کے تئیں

نوشہ (کا) حال دیکھ کے روتے رہے زماں   کرسی و عرش و فرش و بر و بحر انس و جاں
آئے امام جب کہ حرم میں اٹھا فغاں   تب کوہ و دشت تاب نہ لائے ہوئے طپاں
طاقت کسے کہ دیکھ سکے اس عزا کے تئیں

بے ہوشی آگئی علی اصغر کو پیاس سے   سب نے کہا امام جہاں کو نراس سے
یہ طفل بے گنہ کہ مرتا ہے پیاس سے   اصغر کو لے امام نے بانو سے پاس سے
تسکین بہت سی دے کے حرم میں نسا کے تئیں

لے کر مخالفوں کے مقابل کیا صغیر   کا اے قوم گرچہ میں ہوں گنہ گار بس کبیر
اس طفل بے گنہ نے کیا کیا ہے اے شریر   سنتا تھا ان میں کھینچ کے مارا ہے ایک تیر
گردن میں لاگ طفل کی توڑا قضا کے تئیں

غم گیں امام ہاتھ میں لڑکا لیے شہید   آئے حرم کی سمت یہ بانو کی کر کے دید
توڑے تڑپھ ہیں ہاتھ سیتی سب ہوئے سپید   ماتم پہ ماتم اور ہوا غم پہ غم مزید
کیونکر کوئی بیاں کرے اس ماجرا کے تئیں

اصغر کے بعد پھر علی اکبر نے کی قتال   دکھلا سبھوں کو اپنی شجاعت کا سب کمال
تھا آفتاب پر ہوا دشمن کے حق میں کال   لایا تمام خصم کے لشکر اوپر زوال
دشمن کے توڑتا تھا سر اور دست و پا کے تئیں

آخر کو دشمنوں نے کیا گرد آ کے گھیر   تن پر لگے تمام علی اکبر کے تیغ و تیر
بے تاب ہو زمیں پہ گرا خون سے بتر   کوثر کے جام جا کے پلا تک ہوئے (وہ) سیر
رخصت کیا شہید کو دار البقا کے تئیں

جب ہو چکے شہید علی اکبر امام دیں   تب اقربا میں کوئی نہ رہا اور کوئی قریں
ایک حضرت امام علی زین العابدیں   بیمار تھے مرض میں گرفتار دلس حزیں
درد و الم میں بھول گئے تھے دوا کے تئیں

لاچار ہو کے جنگ پہ ان کا بھی جی ہلا   چلنے لگے پہ ضعف سے جاتا نہ تھا ہلا
جب حضرت امام نے یہ حال اٹکلا   تب ان کو منع کر کے کہا دل میں لوں بلا
رہنا ہے تم کوں نسل کی میری بقا کے تئیں

موقوف کر کے ان کو کیا آپ قصد جنگ　　دل میں رکھا کہ آپ مروں جا کے بے درنگ
یاد آگیا جناب میں ناموس اور ننگ　　خیمے کی طرف پھر کے چلے دل میں ہو کے تنگ
دیکھا بلا کے گھر میں ہر اک مبتلا کے تئیں

وارد ہوا تھا آل نبی پر عجب مقام　　بسمل پڑے تھے خاک میں سب صاحب احترام
حسرت سے روتے تھے سب اہل حرم تمام　　احوال دیکھ کر کے تحیر میں تھے امام
کس واسطے نزول ہوا اس بلا کے تئیں

متفرقات

مستزاد

آنکھوں نے تیری دل کوں مرے قتل کیا ہے　　بانکی نظراں ہیں
زخماں کے تن خون جگر غم سوں بہا ہے　　چشمِ نگراں ہیں
اے جان نزاکت تری کرتے ہیں غلامی　　دل بیچہ ذبیح سمجھ کر
خوباں نے تجھے دیکھ میاں نام دھرا ہے　　سب دو کمراں ہیں
معشوق کو پاجی منشی خوب نہیں ہے　　عاشق کا سخن سن
کہتا ہوں محبت سیں کہ یہ طور برا ہے　　مت مل نفراں میں
عاشق کا کہو رنگ نہ ہو زرد سو کیونکر　　اب طرز کے دیکھے
زرداریس ملتے ہیں یہی طور برا ہے　　اب سیم براں ہیں
اور چھوٹ گئے صید ہوا دام میں خط کے　　آ آبرو تنہا
سبزے نے ترے ایک اسی دل کوں ہرا ہے　　سب دیدہ دراں ہیں

تضمین بر غزل خود

دیوانۂ اسیر سلاسل کہا کرو　　صیدِ کمند عقدۂ مشکل کہا کرو
ریش و فگار و زخمی و گھایل کہا کرو　　بیمار و زار و خستہ و (گھایل) مشکل کہا کرو
اس خان ماں (خانماں) خراب کو مت دل کہا کرو

دو سنگ دل کے جس کو بہت امتحاں کیا ۔ شوخی سیں ان سنے زیر و زبر سب جہاں کیا
سختی کوں دیکھ کوہ نے جس کی فغاں کیا ۔ اس کوں اپس کے دل کے اوپر مہرباں کیا
مجھ کوں ہنر میں عشق کے کامل کہا کرو

بن شوق جس کو جیونا ایک دم کا ننگ ہے ۔ ولدار بن خیال سے دل کے تتنگ ہے
بلبل کے دل میں شوق و جنوں گل میں رنگ ہے ۔ جس انجمن میں شمع کوں دیکھے تپنگ ہے
یکتا ہے عشق میں اسے (دے کئے) واصل کہا کرو

سودائیاں ہیں گرم دو کاں جا کری کے بیچ ۔ وحشی کوں رام دیکھتا ہوں دلبری کے بیچ
طفلاں کے سنگ صرف ہیں مینا گری کے بیچ ۔ ہوں رام یہ بتاں جو حریم پری کے بیچ
دیوانہ مت کہو اسے عاقل کہا کرو

نسخہ کوں نو بہار کے دیکھا ہوں پات پات ۔ (رہے) رنگیں زبان حال سے گل کی سنی ہے بات
بلبل کی گفتگو کے سمجھتا ہے سب نکات ۔ غنچے کے دل کی جانتا ہے حل مشکلات
دل کو جنوں کے علم میں فاضل کہا کرو

جس دم سنیں کہ یار یکایک دو چار ہوے ۔ ہنس کر شگفتگی سیتی اشک بہار ہوے
سب دور کر کے دل ستے تکلف کوں یار رہوے ۔ عاشق کوں پاک جان کے اس میں کنار ہوے
اس دم کوں زندگی (کا) ماحصل کہا کرو

جوش بہار جلوۂ با آب و تاب کوں ۔ پنہاں نگاہ لطف کے طرز حجاب کوں
شوخی و جنگ خوئی جو رو عتاب کوں ۔ کرنا خوشی سے مل کے سوال و جواب کوں
حسن و ادا و ناز شمائل کہا کرو

وہ بے نوا کہ دل میں جسے درد و قلق نہیں ۔ موچھوں کے تیئں صفائی و داڑھی کو فلق نہیں
خون جگر غذا و لباس اس کا دلق نہیں ۔ کام اس کا جگ میں غیر شکایات خلق نہیں
آزاد مت کہو اسے سائل کہا کرو

فرہاد جا کے کوہ اگر جاں کنی کرے ۔ مجنوں کے دل سے دشت گری دشمنی کرے
پروانہ جی جلا کے اگر روشنی کرے ۔ بلبل جگر کے خوں سے اگر گلشنی کرے
تو بھی مت آبرو کے مقابل کہا کرو

سلہ مجنوں

(اضافہ ک)
سرگرم ہے یار کے رکوع و قیام کا — طالب ہوا ہوں دولت ناموس نام کا
صیاد بھی تلاش نہ ہو کیونکے دام کا — میں معتقد ہوں شیخ یہی اپنے کام کا
ناکردہ کارمت اسے قایل کہا کرو

نازل ہوئی ہے جس پہ عنایات یار کی — مصحف کے جوں بھری ہوں روایات یار کی
واضح ہوں اس کی دید سیں آیات یار کی — پڑھتے ہیں جس کی رد سیں حکایات یار کی
وہ دل نہیں ہے اس کوں حمایل کہا کرو

طالب ہوا ہے کفر کا اسلام دیں کو چھوڑ — زنار کا بنا ہے جو تسبیح کے تئیں توڑ
فرعون ہو گیا ہے بھنواں کے تئیں مروڑ — مردود جان اس کو رہے گو بیرا یسا زور (؟)
جو حق کو چھوڑ دے اسے باطل کہا کرو

مطلع پہ گال کے ہے نشاں انتخاب کا — یا دل لگا ہے آکے کئی اک خراب کا
نقطہ ہے جس میں علم بھرا ہے کتاب کا — تارا مصاحب آکے ہوا آفتاب کا
اس جھلجھلاوے کو نہ تم تل کہا کرو

مشکل ہے یار عشق کے کوچے میں آونا — دشوار مشکلات ہیں یہاں کی اٹھاونا
ہر رو ز نقد جان کو آتش سیں تاونا — پہلا قدم ہے تیغ سیں یہاں سر کٹاونا
مرنے کو اپنے منزلِ اول کہا کرو

تضمین

آہ اے شوخ ستمگار کہاں جاتا ہے
خلق میں کرکے مجھے خوار کہاں جاتا ہے
دیکھ احوال مرا زار کہاں جاتا ہے
روتے ہیں درد دلیوار کہاں جاتا ہے
یوں ہمیں چھوڑ نرادھار کہاں جاتا ہے

کہہ مجھے کیا ہے ترے دل میں سبب کینے کا
حق فراموش نہ کر عاشق دیرینے کا
دیکھ ٹک داغ دل اور سوز مرے سینے کا
ہجر سیں تیرے میں اے جان نہیں جینے کا

نزع میں چھوڑ کے بیمار کہاں جاتا ہے

نا ہم سیتی اے یار تو کیوں ہوتا ہے
پیار اک عمر کا توں کھنیچ میں کیوں کھوتا ہے
ہاتھ کیوں جیوں سیں اخلاص کے توں دھوتا ہے
بے گنہ ظلم غریبوں پہ برا ہوتا ہے
کیوں عبث دیتا ہے آزار کہاں جاتا ہے

غم ترے ہجر کا ہم جان نہیں سہہ سکتے
آب بن کے ترے کوچے سیں نہیں بہہ سکتے
دیکھے بن تیرے تو ایک دم بھی نہیں رہ سکتے
اس قدر چاہتے ہیں تجھ کو نہیں کہہ سکتے
آ ٹک رحم کر اے یار کہاں جاتا ہے

ہم ترے جان سے فدوی ہیں تمامی چاکر
سب اکٹھے ہو ترے حکم پہ رکھتے ہیں نظر
اس جماعت کو جدا ہو کے پریشاں مت کر
اپنے بندوں کو نہ کر خوار خدا سیتی ڈر
فوج کو چھوڑ کے سردار کہاں جاتا ہے

بات کہتا ہوں تو دیتا نہیں توں منہ سے جواب
دل کیا ہے مرا آتش میں تغافل کی کباب
کس بد آموز نے سکھلا کے کیا تجھ کو خراب
کس سیتی مل کے توں پیتا ہے شرارت کی شراب
کیوں ایتا مست ہے سرشار کہاں جاتا ہے

اولاً مہر سیتی پیار کر اس مفلس کو
مہربانی سیں گرفتار کر اس مفلس کو
پھر ا دیتا جان سیں بیزار کر اس مفلس کو
اس طرح بے کس و بے یار کر اس مفلس کو

متفرقات

ترجیع بند

(واسوخت)

یارب اب حال میرا صبر سے درگزرا ہے　　دل مرا صبر جو کرتا تھا سو کر گزرا ہے
سر کوں شمشیر تلے ظلم کی ادھر گزرا ہے　　دل قیامت کہ پڑی ہجر کی بھر گزرا ہے
جیوں نے جان کفن غم سے پہر گزرا ہے　　بلکہ سو بار ترے واسطے مر گزرا ہے

نہیں اب تاب مجھے رشک سے چپ رہنے کی
غیر کے واسطے یہ ظلم و ستم سہنے کی

روز اول کہ ترا کوئی خریدار نہ تھا　　نہ ترا چرچا و یہ شور یہ بازار نہ تھا
کسی کو زلف (تیری کی) سیں سروکار نہ تھا　　تیری انکھیاں کے کوئی شوق میں بیمار نہ تھا
تجھ کوں یہ خوبی و یہ حسن و یہ دیدار نہ تھا　　کسی کے دل منیں اے یار ترا پیار نہ تھا

ایک ہم تھے کہ کبھی تجھ پہ نظر کرتے تھے
گاہ گاہے ترے کوچے میں گزر کرتے تھے

شوق نے دل کے ہمارے تجھے معشوق کیا　　ہو کہ مشتاق ترا رے تجھے معشوق کیا
ناز کے طور سکھا رے تجھے معشوق کیا　　سب طرح تجھ کو بیارے تجھے معشوق کیا
سو جتن کر کے بنا رے تجھے معشوق کیا　　کیا برا تیرا کیا رے تجھے معشوق کیا

اب ہوا شوق تجھے غیر سے جا ملنے کا
آ پڑا اور سے ہر وقت مزا ملنے کا

سوچ تو دل میں اول کن نے تجھے پیار کیا — دل کوں دے ہات ترے کن تجھے دلدار کیا
سچ بتا کر کے ترے کن تجھے نکدار کیا — باغباں ہو کے تجھے کن نے حسن دار کیا
کن کھلا کر کے تجھے حسن کا گلزار کیا — کن نے نظروں کے چمن میں تجھے انگار کیا

اب ہوا شوق تجھے غیر سے جا ملنے کا
آ پڑا اور ہے ہر وقت مزا ملنے کا

رات کو دیکھ کے اے یار ترے طور مجھے — اپنے احوال کے دل بیچ ہوئی غور مجھے
یاد آئے ترے وہ ظلم و ستم جور مجھے — غم نے آ گھیر لیا جان مرے دور مجھے
مگر آ گئے یہ میں اس وقت میں کچھ اور مجھے — مگر (ایک سیر کی) سوچ آئی تھی فی الفور مجھے

(شعر)
اوسی ایک بند کو میں ورد زباں کرتا ہوں
پھر گئے بندگی تیئں (پند سبب) مرتا ہوں

آہ افسوس مجھے یار مرا بھول گیا — غیر سے مل کے ستمگار مجھے بھول گیا
محنت و رنج کا بستار مرا بھول گیا — جان اور بوجھ کے سب پیار مرا بھول گیا
درد اور شوق اور آزار مرا بھول گیا — ہائے رے ہائے رے غم یار مرا بھول گیا

جیوں میں آتا ہے کہ جا یار سیتی لڑ رہیے
یاد میں کھود کے اس شرم سیتی گڑ رہیے

ہم جو تب پاس تمھارے اے سجن آئے تھے — تم سے ہم مل کے گویا جان نئی پاتے تھے
جو نہ آتے تھے کبھی آپ تو بلواتے تھے — دیر کرتے تھے تو چل دوڑ کے آپ آتے تھے
بیٹھ کر پاس سخن پیار سے بہلاتے تھے — ہر طرح ساتھ منا کر ہمیں لے جاتے تھے

منتیں کرکے ہمیں چھوڑ مداراتوں کوں
یک دگر بیٹھ کے مرتا ہوں سجن راتوں کوں

اب درا اخلاص و محبت کی طرح بھول گئے — غیر سے مل کے مروت کی طرح بھول گئے
مہربانی و شفقت کی طرح بھول گئے — چھپکے ملنے و وہ خلوت کی طرح بھول گئے
جو ہمیشہ تھی وہ صحبت کی طرح بھول گئے — پیار معشوق و محبت کی طرح بھول گئے

اب یہ انکھیاں تری میں آئے وہ اب جو تھے نہیں
وہ جو اخلاص تھا سو اس کے تو کہوں تے نہیں

یار یہ طور تو نے ہم سیتی کچھ خوب نہ کی ‌‌ ‌ طرح تھی جو کہ میری طبع سے مرغوب نہ کی
چشم غیروں کی خجالت سیتی محجوب نہ کی ‌ ‌ ‌ شرم اخلاص و محبت کی اے محبوب نہ کی
یوسفی کی پہ وفاداریِ یعقوب نہ کی ‌ ‌ ‌ وضع میں پیار کہ یہ طور خوش اسلوب نہ کی

آبرو چھوڑ (کے) اوروں کا ہوا جا ہمدم
دوست اوروں کا ہوا ہم سے ہوا ملنا کم

ترجیع بند کلام آبرو علیہ الرحمہ

وہیں جان مجھ دل کا آرام ہے — کہ جس شوخ کا بے وفا نام ہے
نظر کوں مقوی ہے تیرا جمال — دہن پستہ و چشم بادام ہے
سکوں کیوں نہ کر تنگ آغوش میں — عزیزاں نپٹ نازک اندام ہے
پرستش اسی کی ہوئی ہے قبول — کہ جس کا وہ کافر ادا نام ہے
نہیں دل کوں بن درد ہرگز قرار — سمندر کوں آتش میں آرام ہے
لگا دل کوں معشوق سے پھیرنے — سمجھ ہائے واعظ برا کام ہے
غریبان و بے چارگاں کے مدام — یہی عرض ہر صبح و ہر شام ہے

تغافل نہ کر حال سب جان کر
جلائے مجھے ایک دم آن کر

جس اس سنگ دل سے محبت کری — اسے زندگی جگ میں بھاری پڑی
چھپا جائے کر کوہساراں کے بیچ — تری چال کو دیکھ کبک دری
پہر کر کے کاجل کے زنار کوں — کری ہے تری چشم نے کافری
ستم ہے کہ دل چھین لینا بزور — جفا جو کے مذہب میں ہے دلبری
مبادا ہو کر ہجر میں خواب بیچ — چھری ایک دیکھی ہے لوہو بھری
سیہ دل کی نخت اثر کیوں ہووے — سکھائی تجھے زلف نے ابتری

ٹکلا کس کو ہے زر دار کہاں جاتا ہے

کیوں نہ توں میرے اوپر ظلم کرے آئی بہار
جانتا ہے کہ دیوانا ہوں تری دیکھ بہار
خاطر اب جمع ہے تیری کہ ہوا ہے لاچار
طاقت اور تاب نہیں اس میں ہوئے عاشق زار

ہو چکا خوب گرفتار کہاں جاتا ہے

حسرت و غم میں جہاں دیں ہیں نشان عاشق کا
سود ہے عشق کے سودے میں زیان عاشق کا
جیونا بوجھنا اے مرگ کو جان عاشق کا
غم کے دریا کا ہے منجدھار مکاں عاشق کا

وار کیوں کرتا ہے ہو پار کہاں جاتا ہے

کیوں مرے شوق سیں کرتا ہے سبھوں سیں انکار
دیکھنے بن نہیں ہے حسن کے مجھ دل کو قرار
چھوٹنے کا نہیں اب تجھ سیں تو خوباں کا پیار
جھوٹھ کیوں کرتا ہے اس باب پہ پھر پھر تکرار

آبرو تجھ سے یہ آزار کہاں جاتا ہے

تضمین

دستور پر اپنے سخن آیا نہیں یہ کیا سبب ‌ ‌ مچھلی پھڑکتی کی طرح گزری ہے مجھ بیکل کو شب
کر عرض جا کر اے صبا احوال میرے دل کا سب ‌ ‌ انت آ لگا ہے جیو کو نیں طاقت رہی اک دم کی اب
اس وقت اگر آیا نہیں ظالم تو پھر آوے گا کب

اے بے مروت، بے وفا، بے رحم، ظالم دل شکن ‌ ‌ میں کیا کروں بات ہی آتی نہیں کچھ مجھ سے بن
یوں کب تلک دیوے گا توں حیلے سوں میرے دل کو فن ‌ ‌ بے بس ہوں بیکس مبتلا، عاجز، مسافر، بے وطن
احوال پر ہمنا کے یوں سختی کا کرنا ہے عجب

۵۰ پراے لبس میں

یوں گرم کرکے دوستی پھر کیوں گئے ناگاہ تم　　لے کر علائی خاک میں دل کی ہماری جاہ تم
کیا درد و غم سیں اور ؟ مرے دل میں نہیں آگاہ تم　　کیونکر کہے کوئی غیر کے سن ہو رہے گمراہ تم
(ہو) کچھ جانتے نہیں کس سبب خفگی ہے کسی کو اس کے دب

ظالم رقیب روسیاہ مردود کافر کیش ہے　　جس کی جفا کی تیغ سوں ہر یگینہ دل ریش ہے
ایسی زبردستی سیتی کر زیر تم کو پیش ہے　　یوں کیوں ہے اس حیرت میں ہوں دل میں مرے تشویش ہے
وہ حرکت بیجا کرے برداشت تم کرتے ہو سب

اے نازنیں دل میں ترے کیا طور کیا انداز ہے　　یا دوستی یا دشمنی، یا دلبری یا ناز ہے
جو بھید سن کر اور سیں جا کر کہے غماز ہے　　خدمت میں تیری اے سجن دل میں مرے اک راز ہے
ہے عرض اس کی واجبی کیجے کہ فرماؤ گے جب

سنتا نہیں کہتا ہے یوں فرصت نہیں کچھ کام ہے　　ترک وفا و مہر کا ہر روز اٹھ پیغام ہے
یہ کچھ تغافل ہے مگر جو عاشقاں کا دام ہے　　یا کچھ وہی آڑے ہوا کافر کہ جس کا رام ہے
گر یوں نہیں تو کیوں ہوئے آزردہ ہم سیں بے سبب

آئینۂ دل کے اوپر کیوں ہم سیں زنگ آیا تمہیں　　کیوں شوق میرے قتل کا دل میں امنگ آیا تمہیں
کیا کہہ چلے جب دل میں یوں کفر و فرنگ آیا تمہیں　　ہم بے گناہوں سیں عبث دل کیوں تنگ آیا تمہیں
ٹک آ خدا کے واسطے دل پر نہ کر اتنا غضب

تم دیکھتے تھے جس طرح سو بار آتے ہے ہمیں　　پھر سکرانے کی حسرت دل میں ستاتی ہے ہمیں
جو یاد آتی ہے ادا ایسے یہ کہاتے تھے ہمیں　　تب کیا کہیں کیونکر سیاں تم بن بہاتی ہے ہمیں
آزار و غم درد و الم آہ و فغاں رنج و تعب

نامہرباں ہو بے پیا میں اس سبب ناشاد ہوں　　دل پر ستم کرتے ہو تم سر تا قدم فریاد ہوں
جتنی ہیں تقصیریں مری دے سب مجھے ارشاد ہوں　　تب عجز زاری کر گنہ گاری سے ہم آزاد ہوں
اے ماہ رُو تجھ مہر کے ... روز و شب

خورشید انور ہے یہ سب خوباں ہیں تو اے ماہ رو　　زہرہ جبیں ہے مشتری تیرے درس کے سو بسو
باغ و بہار حسن ہے اور سرزمین ناز تو　　چشم و بھواں مل کر بنیں ہم شکل میزاں آبرو
... ہوتی ہے اس میزاں سے عمر منشعب

تضمین

مری کاکل مرے دل کو بلا ہے　　سیہ مار درا ز جاں گزا ہے
غضب اس قدر دل کیوں پیچ کھا ہے　　جگر اس ڈر سے میرا تھر تھرا ہے
ایسی آفت سیتی ڈرنا بھلا ہے

سجے جب سر کے اوپر سُرخ دستار　　سجیلے چھبیے پگڑی کے نک دار
چبھا دل میں چمن کے رشک کا خار　　ہوا گل چاک جوں بلبل کی منقار
نہ ہو کیونکر قیامت خوش نما ہے

محک عشاق کی جور و جفا ہے　　کسوٹی خوب رویاں کی وفا ہے
دلوں کی وصف اور خوبی صفا ہے　　وہی جانو جگت میں آشنا ہے
جو حاضر اور غائب ایک سا ہے

جو کوئی انسان کی ہوتا ہے صورت　　محبت اس کو ہوئے بالضرورت
کہ الفت دل سیں بے جا ہے کدورت　　جسے پیاری نہ لاگے خوب صورت
...... نہیں تو اور کیا ہے

جگت کی روشنی ہے روبرو کی　　محبت ایک سے ہے کم کسو کی
غنیمت جان صحبت آبرو کی　　سمجھ لے قدر دل میں ایک سو کی
کہ ایسا آشنا کس کو ملا ہے

مخمّس

مچی ہے آج جگت میں جہاں تہاں ہولی — پڑی ہے دھوم کرآئی ہے دف زناں ہولی
لگے ہیں کھیلنے معشوق عاشقاں ہولی — پکارتے ہیں ہر اک پیر اور جواں ہولی
اٹھا ہے شور یہی ہر طرف کہ ہاں ہولی

سروں پہ چیرے ہیں نکدار زعفرانی رنگ — بروں میں زرد پٹ گھیر دار جامے تنگ
دلوں میں حسن جوانی کی بھر رہی ہے امنگ — گویا کہ لوٹ کر آئی دلوں کی فوج فرنگ
لگے ہیں کھیلنے معشوق عاشقاں ہولی

بھرے شراب کے شیشے اڑے ہیں رنگ گلال — ہوئے ہیں مست خوشی سیں کلاونت او قوال
لگے ہیں گاؤنے ہولی بجاونے دف و تال — جگت نشاط و طرب سے ہوا ہے مالا مال
بھری زمیں سے لگا تا بہ آسماں ہولی

ہوا تھا سب کا نمایاں دلوں میں تھا جو چاؤ — گواہی عضو میں دے تھا بتا کے ناچ میں بھاؤ
. . . اٹھا دل کے اوپر نفخ صور . . . — سنی تھی خاک میں انساں . . .
سنی تھی کل جو قیامت سو آج یہاں ہولی

سنا کہ آؤ پیارے خوشی سے کھیلیں پھاگ — بجی ہے بین سدا رنگ کی ہوا ہے راگ
غنیمت آج سمجھ عیش کا جگا ہے بھاگ — بلاوتا ہے تجھے آبرو گلے سے لاگ
پھر اور سال سجن ہم کہاں کہاں ہولی

آفرینش ہوئی نہ تھی پیدا — تبھی سے اس کو دیکھتا ہے جدا
آیا جاہے زبان پر جو سخن — اول اس کو خدا ہی لے ہے سن
بن زباں بولتا ہے سب کو زباں — نہ اُسے لب نہ تالو اور نہ زباں
ہے ازل سے ہمیشہ وہ گویا — خاموشی اس کے تئیں نہیں ہے روا
آشکارا کیے ہے جو ان راز — اس کیے کو نہ حرف نے اوزار
حرف اور بن کہی ہوئی باتاں — رمز بن اس میں رمز کو باتاں
کچھ عدم سے کہا کہ وہ سن کر — آدتے ہیں وجود کو دہنکر
خیر اور شر جو کہ پیدا ہے — اس کی تقدیر سے ہویدا ہے
ان نے پیدا کیے ہیں سارے فعل — نیک اور بد جو ہیں ہمارے فعل
نیک کوئی کہ اس میں راضی ہو — بد نہ کہیے کہ اعتراضی ہو
جو کہ چاہا بھلا بُرا سو کیا — دخل رکھتا نہیں ہے چون و چرا
عدل اور فضل کے کیے سب کام — ظلم اور کفر ہے جو ہیچ نام (اپچے نام)
پھر خدا کے سنو فرشتے ہیں — خیر و خوبی میں وہ سرشتے ہیں
ان میں کوئی نہ نر (نہ) مادا ہے — خوبی ان کی بہت زیادہ ہے
ان میں اک یہ صفت جدی ہے سنو — کہ سدا ان کو بیخودی ہے سنو
لگے ہیں کسب میں سعادت کے — ہر دم عاشق ہیں وہ عبادت کے
حق کے دیدار میں ہمیشہ سب — سارے عالم سے بے خبر یکدست
چار ہیں اور آدمی کے ساتھ — دو ہیں دن کو ساتھ اور دو رات
داہنے ایک اور بائیں ایک — لکھتے ہیں فعل خواہ بد خواہ نیک
(حق) خاص کی نظروں میں وہی آتے ہیں — شکل چاہیں سوئی بناتے ہیں
انبیا ہیں خدائی کے مقبول — سب جگت میں کیا ہے ان کو قبول
ان کو جانو کہ جگ میں برتر ہیں — بلکہ سارے ملک میں برتر ہیں
نفس شیطاں کا ان پہ کچھ نہ چلے — ہو پشیمان اپنے ہاتھوں سے
جو کہ صادر ہو ان میں کچھ ذلت — مصلحت جان اس کو یا حکمت
حضرت آدم نہ کھاتے جو گندم — کیونکہ آتے وجود میں ہم تم

دہی دانائیوں سنے بیج بو ا　　تب تو سارا جہاں نہال ہوا
بعض ان کے ہیں بعض سے افضل　　جیسا جس کو ہوا ہے فیض ازل
سب سے افضل محمد عربی　　فضل حق سیں وہ (ہے) ہمارا نبی
انبیا اولیا سبھی باھم　　مل کے اس کے کمال سے ہیں کم
ہر نبی کی ہر ایک امت تھی　　اس کے تابع وہی جماعت تھی
اس نبی پر ہوا ہے فضل تمام　　امت ان کی ہوا ہے خلق تمام
خاتم الانبیا محمد ہے　　کوئی اس سا جہان میں کد ہے
اس کو پیچھو کوئی پیمبر نہیں　　اس کا کوئی جہاں میں ہمسر نہیں
دین اسں کا رہے قیامت تک　　تا قیامت اسی کا ہے سب جگ
حضرت عیسیٰ جب کریں گے نزول　　اسی کے دین کو کریں گے قبول
اسی کے دین کو زور پکڑا دیں　　جگ کو رب اس کے دین میں لا دیں
شرع اس کی تے اور شرع تمام　　باطل اور شرع کر دیے گمنام
شرع احمد کی اور شرع اگر　　متفق آ پڑے جو یک دیگر
ہم کوں اس شرع سیں نہیں کچھ کام　　مگر اتنا کہ سچ ہیں وہ پیغام
اس کے معراج کی سنو اب بات　　کہ بلایا تھا اس کو حق نے رات
سو نے سیں اٹھا بدن کے ساتھ　　مسجد اقصیٰ کو لے گئے اس رات
(سو دتے)　(بساتھ)
وہاں سے چڑھ کے براق کے اوپر　　آسماں پر گئے تھے پیغمبر
آسماں سیر کر لیے تھے تمام　　انبیا سیں ملے تھے نام بنام
عرش و کرسی بہشت و دوزخ سب　　آئے اس کی نظر منیں یہ سب
سدرۃ المنتہی پہ جب پہنچے　　ساتھ ان کے سیں جبرئیل رہے
لے گئے ان کو وہاں سے جب رفرف　　اس مکاں پر کہ تھا بڑا اشرف
لا مکاں تھا مکان کیونکے کہوں　　جانتا نہیں میں جان کیونکے کہوں
دیکھنا تھا جو کچھ کے سب دیکھا　　نقدنانے (؟) کیا کہوں لکھا
جو سنا د(؟) وہاں نبی ہمارے نے　　آ گیا سب خدا کے پیارے نے
جلد اس طرح سیر کر آیا　　کہ بچھونے کو گرم آ پایا

اور نبیوں کی تھیں سبھی جو ام   فضل رکھتی تھی لیکن اس سے کم
ولیاؤں کی سب جو امت ہیں   تابع شرع اور سنت ہیں
عام لوگوں سیں ان کو افضل جان   خاص کر بوجھ اور اکمل جان
پھر پیمبر کی آل اور اصحاب   سب سے بہتر ہیں اور سب کے باپ
پھر خلافت کے حق منیں افضل   سب سیتی تھا خلیفۂ اول
ان کے پیچھے عمر کو جان شرف   تھا خلافت میں اس کے حق نظر (؟)
پھر کے عثمان کوں خلیفہ جان   ان کے پیچھے علی ولی کو مان
ہر خصومت کہ ان کو تھی باہم   بیچ میں اس کے تم نہ مارو دم
کسی پر اعتراض تو مت کر   کہ ترے دین میں نہ ہووے ضرر
نہ صحابی کہ روز لڑتا تھا   مرتضیٰ ساتھ آ جھگڑتا تھا
جان رکھ دل میں مرتضیٰ کا حق   پھر خلاف اس کا جھوٹ تھا مطلق
لیکن اس کو زبون کچھ مت کہہ   طعن کرنے سوں منہ کو موندے رہ
کہ خدا نے جسے کیا ہو برا   اس کو ہم نے برا کہا تو کیا
اور جس کو خدا نے خوب کہا   کس طرح کر بدی ہو اس کی روا
جو کہ ہو اہل قبلہ اور مومن   مانتا ہو نبی (دیگر) کے تئیں نس دن
اس کو کافر نہ جان اور ست کہہ   دوزخی نہیں کرے اگرچہ گنہ
اور جس کو صلاح و تقوی (اور امت) ہو   زاہد و متقی ہو اور خوشخو
نہ کہہ اس کوں من سیتی (منے؟) بھلا موں   نہ بھلا کہہ کسی کو اور نہ زبوں
(؟) ان نے قطع بہت بنایا ہے   کہ نبی نے جسے بنایا ہے
گرچہ مشہور ہیں جگت میں دس   لیکن اس سے بیچ مت کر بس
ایک جماعت کو آل کی امت   ہے مقرر بشارت رحمت
جو کہا قبر بیچ مر کر کر   دار دنیا سے وہ سفر کر کر
وہ فرشتے اسے بشکل مہیب   کرتے ہیں گے سوال کی مریب (؟)
کہ خدا کو ہے بیتر (اور) اور نبی   دین و ایمان بوجھتے ہیں سبھی
اگر ان کا جواب نیک رہے   غم سے چھوٹے ہمیشہ شاد رہے

دونوں مل اس کو آفریں لیوے | یک دریچا بہشت کا کھولے

دیکھ لیوے عیاں مقام اپنا | باغ اپنا ہو حوض جام اپنا

قبر کے تیئں بدی سے وسعت ہو | کہیں اس کو عروس کی جوں سو

اور جو اور طرح دیوے جواب | قبر چاروں طرف سے لیوے داب

آہنی گرز اس کے سر پہ لگے | پڑا دوزخ کے آگ بیچ جلے

ایک دوزخ کا کھول دے روزن | کہ جلے آگ بیچ سارا تن

دیکھ لیوے مکان کو اپنے | آگ کے بیچ میں لگے تپنے

گرز کھانے کے وقت اس کا شوار | سنیں گے سب طیور مار اور مور

مگر اک آدمی و ایک پری | رکھتے ہیں اس فغاں سے بے خبری

کہ اگر یہ سنیں تو ہوں بے تاب | چھوڑ دیں باب جنت اور خور و خواب

حق تعالیٰ اگر کرے احسان | کہ رہے وقت مرگ کے ایمان

جب کہ ہو نوبت جہان آخر | نزع کے سب نشان ہوں ظاہر

نام اللہ کا زباں سے کہے | ایسا کوئی جہان میں نہ رہے

حکم ہووے گا تب کہ اسرافیل | پھونک دیوے گا صور کوں بن ڈھیل

اس کے اک پھونکنے سے سب عالم | ہوے جاویں گے ایک پل میں عدم

مدتوں آسماں رہے خالی | سب زمین و زماں رہے خالی

حکم ہر صور پھونکنے کا ہو | گر اٹھے سب جہاں پھر کے عسو (؟)

ایک دم مارتے ہیں سب بندے | مر گئے تھے سو ہوا ٹھے زندے

نیک اور بد کے نامۂ اعمال | سب کے ان میں لکھے ہوے احوال

حکم سیں جو کہ اڑ کے آویں گے | ہر کسی کو جو آ دکھاویں گے

نیک کو داہنے سیں دیویں گے | جو اسے دست چپ سے لیویں گے

پھر بڑا زور گہن کے لا ناگاہ | جس میں تولیں عبادت اور گناہ

نیکیاں ہوں زیادہ جس کے ہاں | اسے ہوگا نصیب باغ جناں

ہوئی جس کی برائیاں بھاری | اس کوں شرمندگی ہے اور خواری

کھڑے ہونے کے ہیں پچاس مقام | جس کوں نیں غاصبوں کے خاص و عام

(ذکر کا)

کرو عرض اس قبلۂ حسن سے جسے خوب رویاں کی ہے سروری

تغافل نہ کر حال سب جان کر
جلا ہے مجھے ایک دم آن کر

کہاتے ہیں گو آج وہ خوش نیں کہ جس کی نگہ کے بندے ہیں ہمن
خجل ہو کے اس کا مکھ (کی) جھلکار تے ہوا آب میں عرق قدر عدن
اسی چشم کی فتنگی نے مدام یہ گردش میں ڈالا ہے چرخ کہن
(؟) بیچ نازک بدن جگ تیں ختن بیچ مشہور ہے من ہمن
اسے دل سیتی چاہتے ہیں سدا فدا ہو جیو سے جس اوپر ہیں ہمن
کہو اے عزیزاں برائے خدا ہماری طرف سے اسے یہ بچن

تغافل نہ کر حال سب جان کر
جلا ہے مجھے ایک دم آن کر

نہ جانوں کہ یہ شوخ سر تا بہ پا قیامت ہے یا سحر ہے یا بلا
نظر کر مرے دل کی بے طاقتی اپنا خوش ادائی سے مت مسکرا
تحیّر میں ہے اب تلک آرسی ترے مکھ کی دیکھی ہے جب سے صفا
چھپا جا کے ظلمات کے بیچ میں لباں کوں ترے دیکھ آب بقا
عجب کیا ہے خوباں غلامی کریں تری شان کوں دیکھ اے میرزا
مروں گا جدائی سے بے تاب ہو ل مجھے چھوڑ کر جان ہرگز نہ جا
جدائی کے مارے جلے شوق کے یہی عرض رکھتے ہیں نس دن سدا

تغافل نہ کر حال سب جان کر
جلا ہے مجھے ایک دم آن کر

تری زلف کا جب کروں میں خیال اسے ناگ دھو کر مجھے بال بال (؟)
بندھا جو تری زلف کے جال بیچ نہیں ہے اسے تا قیامت نکال
سجیلے میرے شوخ کی چال دیکھ پڑا خوبرویاں کے لشکر میں جال (؟)
کرے بیتر ے مکھ کی (مگر) ہمسری کہ آیا ہے خورشید اوپر زوال
روایت ہے یوں عشق کے دین کی کہ دلبر کوں ہے خون عاشق حلال

ہماری طرف سے اسے جاں بکڑا　　کہے کون اپنی کسے ہے مجال

تغافل نہ کر حال سب جان کر
جلاے مجھے ایک دم آن کر

ترے لب کو جس وقت دیکھے شراب　　ہووے آگ سیں شک سیں جل کباب
یو رخسار کے مطلع اوپر　　دسے خال چوں نقطۂ انتخاب
قلم برق بے تاب ہو ہاتھ میں　　اپس دل کا کر میں لکھوں پیچ و تاب
ہوا وار تیرا ہے اے بحرِ حسن　　نہ دے دل کو بر باد مثلِ حباب
دلی ریختہ بیچ استاد ہے　　کہے آبرو کیونکر اس کا جواب
نپٹ آبرو آج بے تاب ہے　　کہو اس کے اس بے وفا سے شتاب

تغافل نہ کر حال سب جان کر
جلاے مجھے ایک دم آن کر

•

متفرق کلام

مثنوی

کروں ہوں میں شروع اس کے نام — جن نے پیدا کیے ہیں خاص و عام
جن نے بھیجا ہے ہم کو پیغمبر — کہ ہوا گمرہوں کے تیئں رہبر
حمد کیجے ثنائے خالق کو — نعت کیجے نبی صادق کو
بعد حمد اور نعت (ثنا؟) یہ بات — کان دھر کر سنو کہ ہووے نجات
کہ اول فرض یوں ہے عاقل پر — بالغ ہوشیار کے دل پر
کہ دل و جان سے قبول کرے — صدق سے یہ بات زباں پہ دھرے
کہ ہے موجود ایک سرجن ہار — جن نے پیدا کیا ہے سب سنسار
وہ ہمیشہ تھا (ہے؟) اور ہمیشہ تھا — ایک جانے اسے اور ایک (گنا)
ایک ہے، یہ شمار سے باہر — فکر سے اور بچار سے باہر
نیست سیں ان نے سب کو ہست کیا — تن بنایا پھر اس کو جان دیا
ہے محمدؐ نبیؐ اسی کا رسولؐ — اسے جو دی خبر ہوئی ہے قبول
اس کی باتوں کو جن نے جانا سانچ — اس کو دوزخ کی لگنی ناہیں آنچ
کہو اس پر درود اور سلام — آل و اصحاب پر نبی کے مدام
یہ تو مجمل ہوا مفصل سن — اب تو باندھی ہے میں سخن کے تن (تیئں؟)
دوسرا کوئی اس کا اور نہیں — ہرگز اس کا کوئی شریک نہیں

اگر اس سے کسی کو شرکت ہو — کب جہاں میں یہ فیض برکت ہو
خلق میں آ پڑیں فساد ہزار — ملک راج میں نہ ہو آباد
سب صفا ہیں کمال کی اس ہیں — شان ہیں حبب جلال کی اس ہیں
نام اس کا اگرچہ نو دو نو — کہتے ہیں ملک اور بھی دس سو
لیکن اس کی جناب میں کم ہیں — اس کے اسماء عالم عالم ہیں
سب صفا میں نہ عین ہیں دید خبر — یہی بوجھو کہ ہے اسی میں خبر
ایک اس کی صفت سے جان جہات — سب صفت سے بڑی ہے اس کی بات
جیونا اس کا جان اس میں نہیں — زندگانی وہ دم زدن سے نہیں
آپ سے آپ جیوتا ہے سدا — جان و تن ان نے سب کیا پیدا
علم اس کا بڑا ہے اور شعور — جاننے اور نہ جاننے سے دور
جگ کی اور کلیات جزئیات — جانتا ہے تمام دن اور رات
کوئی ایسی نہیں جہاں میں چیز — کہ کبھی اس کی اس کو ہو نہ تمیز
ریت جنگل کی اور برگ درخت — جانتا ہے سبھی کے تئیں یک لخت
ہر ارادہ ہے اس کا اور خواہش — اس ارادے کو نہیں کبھی کاہش
کام جو کچھ کہ جگ میں ہوتا ہے — پلک ہلنا جو رگ میں ہوتا ہے (؟)
اس کو ہووے سبھی ارادت سیں — خواہ ہو قصد خواہ عادت سیں
اس کی خواہش کے بن نہ ہجے یار — نہ چبھے پانو میں کسی کے خار
لوگ اس بات میں جو آویں سب — کہ سر مو سے پل گھٹاویں سب
یا بڑھاویں جگت میں کوئی چیز — سب اکٹھے ہوں اس پہ اہل تمیز
جو نہ ہو یوں ارادہ معبود — محنت اس کے لیے نہ بخشے سود
قدرت اس کو کہ ہے بڑی کامل — سارے عالم کو ہے وہی شامل
سب کو عدم (؟) تئیں بن آلات — اس کی قدرت کی ہے بڑی سی بات
قادر ہر کمال برحق ہے — اس کی قدرت کا یہ اثر حق ہے
بن آنکھوں دیکھتا ہے سب کچھ جان — بات سنتا ہے سب کی وہ بن کان
سنتا ہے سب قریب ہو یا دور — دیکھتا ہے اندھیر ہو یا نور

ہر مکاں پر سوال ہووے گا ۔ جیسا واں جس کا حال ہووے گا

نیک دیوے گا جو کوئی کر جواب ۔ طے کرے گا وہ مومنوں کو شتاب

اور نہیں تو ہزار سال تئیں ۔ گھر اروے گا اپنے حال تئیں

کافروں سیں آگ میں جا کا ۔ سو نہیں چھوٹنے کا پھر سا کا (۲) بھاگا)

تا ابد آگ میں جلے گا وہ ۔ ا ہا تھ افسوس کے ملے گا وہ

اور مسلمان ہے بقدر گناہ ۔ جاے دوزخ میں جو کہ ہے بدراہ

پھر پیغمبر اسے چھڑا دیں گے ۔ آخرش وہ نجات پاویں گے

نہ کرے گا کوئی شفاعت اگر ۔ حق کرے فضل آپ اس پر

جب کہ مومن نجات پاویں گے ۔ حوض کوثر کی طرف آویں گے

حوض میں دھو کے بدن اپنا ۔ بھول جاویں گے آگ کا سپنا (۹۰)

ہوئیں گے سب بہشت میں داخل ۔ ہووے آسان سب جو تھی مشکل

آٹھ درجے بہشت کے جانو ۔ یوں ہی منقول صدق سے مانو

ایک سے اک مقام ہے بہتر ۔ ہے سعادت سبھوں میں یک دیگر

جیسا جس کا عمل ہے دنیا میں ۔ دیا اس کا مقام عقبیٰ میں

یا الٰہی رسول کے صدقے ۔ مرتضیٰ اور بتول کے صدقے

اور صدقے سبھی اماموں کے ۔ نیک کار اور نیک ناموں کے

اس گنہ گار پر کرم کیجیے ۔ روز محشر کی آبرو دیجیے

بخشئے اور کرم سیں کر کے نثار ۔ فضل کرئیے دیکھائیے دیدار

جبکہ میزاں سے چھوٹ کر آ دیں ۔ مل کے تب سب کو راہ بتلا دیں

پل ہو باریک تیغ سیں بھی تیز ۔ اس کے اوپر کریں گے سب جہیز

بال سیں عرض اس کا کم ہو گا ۔ اس پہ چلنا بڑا ستم ہو گا

کافر اس پر اگر رکھے کا پا ۔ قعر دوزخ میں گر پڑے گا جا

مومنوں کو خدا سیں ہو تائید ۔ جس کی قائم ہو جس قدر توحید

جس کیا ہو گناہ سے پرہیز ۔ برق وہ جوں گزر کرے گا تیز

کوئی ایک باد جوں کرینگے پتر ۔ روز موافق کریں گے اس پر سیر

پر گنہ گار کو مشقت ہے — پار ہونا بڑی سے دقت ہے
فضل جب حق کے پاس ہوویں گے — تب بلائیں خلاص ہوویں گے
نعمتیں اس کی جاودانی ہیں — تا ابد عیش و کامرانی ہیں
گرچہ نعمت ہیں واں ہزار ہزار — سب سے برتر ہے نعمت دیدار
گر خدا کو بچشم تر دیکھیں — ہر کوئی اپنے گھر بگھر دیکھیں

یا الٰہی رسول کے صدقے — مرتضیٰ اور بتول کے صدقے
اور صدقے سبھی اماموں کے — نیک کاروں اور نیک ناموں کے
اس گنہ گار پر کرم کیجے — روز محشر کے آبرو دیجے
بخشیے اور کرم کریے پار — فضل کریے دکھائیے دیدار

فرہنگ دیوانِ آبرو

[یہ فرہنگ صرف ان الفاظ تک محدود ہے جو دیوانِ آبرو
میں کسی خاص معنوں میں آئے ہیں اور عام طور پر دوسرے شعرا
کے ہاں نہیں ملتے]

۱. رسما ہوا : ملا دلا ہوا۔ نیند میں بھرا ہوا
۲. جاما : جسم کے اوپری حصّے کا خاص لباس
۳. کسا : کسوٹی پر جانچا ہوا
۴. نپٹ : ہرگز
۵. بخت سیاہوں : بدنصیبوں
۶. مسا : بڑا سیاہ دانا جو جسم پر ہو
۷. مینں : میں
۸. بالا : بلند
۹. پلنگ : ذومعنی چارپائی۔ چیتا۔
۱۰. چیتر کاری ۔ پلنگ پر بنے ہوئے آرائشی نقش و نگار
۱۱. چیتا ۔ ذومعنی۔ ایک معنی درندے کے اور دوسرے جاگنا۔ چوکنا ہونا
۱۲. طرح ۔ انداز، طریقہ
۱۳. میتا ۔ میت ۔ دوست

۱۴۔ سرت ۔ ایک ساز کے ہم آواز تار

۱۵۔ گیان ۔ علم

۱۶۔ گیتا ۔ (بمعنی بھگوت گیتا و نیز بمعنی گیت)

۱۷۔ جُگ ۔ زمانہ

۱۸۔ آرے ۔ ذومعنی ۔ آرے بمعنی ضرور و نیز بمعنی آجا

۱۹۔ چیرا ۔ پگڑی و دستار

۲۰۔ سوہا ۔ بھلا لگا

۲۱۔ مڑوڑ ۔ بل کھانا

۲۲۔ پھوہا ۔ پھابا ۔ روئی کا پوس

۲۳۔ انجھو ۔ آنسو

۲۴۔ بردہا ۔ پھاہا ۔ روئی کا پوس

۲۵۔ کوے ۔ آنکھ کا کنارہ

۲۶۔ بان ۔ ذومعنی ۔ تیر نیز آن بان

۲۷۔ برن ۔ جسم، طرح نیز لباس

۲۸۔ کپنجنی ۔ سناری

۲۹۔ تری ۔ شکر

۳۰۔ سنمکھ ۔ بمقابل

۳۱۔ آرسی ۔ انگوٹھے میں پہننے والا زیور جس میں آئینہ لگا ہوتا ہے

۳۲۔ رجالے ۔ رذیل، ادنی لوگ

۳۳۔ نری ۔ ذومعنی نرہونا ۔ نیز خاص چمڑے کی جوتی

۳۴۔ ٹھٹھک ۔ حیران ہوکر

۳۵۔ نقش ۔ ذومعنی تصویر یا تعویذ کی لکیریں یا حروف

۳۶۔ خارجی ۔ ذومعنی، دل کا کانٹا، خارجی حضرت علی کے خاندان سے عداوت رکھنے والے کو بھی کہتے ہیں۔

۳۷۔ گوشہ گیر ۔ مقیم

۳۸۔ بالم ۔ محبوب نیز کھیرے کو بھی کہتے ہیں
۳۹۔ پیر ۔ درد نیز بزرگ
۴۰۔ سیلی ۔ گلے میں پڑا ہوا رنگین کپڑا یا رومال
۴۱۔ ٹکا ۔ بمعنی آویزاں کرنا ڈال لینا ۔ نیز ترکیب یا تعویذ
۴۲۔ اچرج ۔ تعجب
۴۳۔ خوجا ۔ نامرد نیز خو بمعنی عادت یا بمعنی چھوٹ جانا
۴۴۔ غلال ۔ غلیل کا غلہ یا غلولا
۴۵۔ اسپند ۔ رائی کا دانا جو نذر اتارنے کے لیے آگ میں جلاتے ہیں۔
۴۶۔ چٹکنا ۔ چھوٹا سا چمٹا جس سے بال بھی نوچتے ہیں
۴۷۔ زور آوری ۔ طاقت سے ، زور و شور سے
۴۸۔ بکسا ۔ بگڑا ہے
۴۹۔ بالا دینا ۔ دھوکا دینا
۵۰۔ ہالا ۔ ذو معنی ۔ ہلا ، نیز چاند کے گرد کا حلقہ
۵۱۔ مالا جپنا ۔ رٹ لگائے رکھنا ۔ پیچھے پڑ جانا ۔ نیز بار بار نام لینا یا ذکر کرنا
۵۲۔ جھمکی ۔ جھلک
۵۳۔ چھنالا ۔ آوارگی ، بدچلنی ۔ دھوکہ بازی
۵۴۔ لولو ۔ موتی نیز بمعنی احمق
۵۵۔ ہمن ۔ ہمارا
۵۶۔ ٹک ۔ ذرا
۵۷۔ درس ۔ درشن ۔ جلوہ نیز بمعنی سبق
۵۸۔ مغز ہونا ۔ مغرور ہونا ، دماغ دار ہو جانا
۵۹۔ بے جا سننا ۔ برا بھلا سننا
۶۰۔ حلاوت ۔ مٹھاس
۶۱۔ حرف گویاں ۔ برا کہنے والے
۶۲۔ نوکیں کرنا ۔ دشمنی کرنا

۶۴۔ بانکا باندھنا ۔ گھیرا باندھنا

۶۵۔ خندہ ۔ غنڈہ نیز ہنسنے ہنسانے والا

۶۶۔ تروار ۔ تلوار

۶۷۔ جھمانکا ۔ چمک جھلک

۶۸۔ رجوارے ۔ رج بمعنی مٹی دھول، نیز رجوارے بمعنی اقتدار، حکومت

۶۹۔ پیا ۔ محبوب

۷۰۔ لاابالی ۔ بے درد ۔ جو کسی خطرے یا مروت کو خاطر میں نہ لائے

۷۱۔ بیدمالی ۔ تلوار بازی کا ہنر

۷۲۔ جمالی ۔ مشہور فارسی شاعر

۷۳۔ حالی ۔ یہاں مراد ہے زمانۂ حال کا تذکرہ نیز شاعر

۷۴۔ فرخندہ فالی ۔ نیک فال

۷۵۔ گھنڈی ۔ گرہ

۷۶۔ تڑپھ ۔ تڑپ

۷۷۔ دونا ۔ دوگنا ۔ دگنا

۷۸۔ کنڈل مارنا ۔ دائرہ بناکر بیٹھنا

۷۹۔ گھڑیاں باجنا ۔ وقت کو ظاہر کرنے والے گھڑیال کا بجنا

۸۰۔ کال ۔ قحط

۸۱۔ ٹھٹھا ہے ۔ باندھا ہے

۸۲۔ ٹھاٹھ ۔ جال ۔ منصوبہ

۸۳۔ مکھ ۔ منہ

۸۴۔ سوئی ۔ وہی

۸۵۔ تسی ۔ اسی طرح

۸۶۔ بھاڑ ی جھونکنا ۔ بے نیاز ہو جانا

۸۷۔ ممولا ۔ محبوب ۔ چھوٹی سی خوش رنگ خوش آواز چڑیا

۸۸۔ بھیتر ۔ اندر

۸۹۔ چنچل ۔ شریر
۹۰۔ اچپلے ۔ شوخ
۹۱۔ برگ چھونا ۔ ہرن کی کھال کا بچھونا
۹۲۔ ہیکل ۔ گلے کا ہار
۹۳۔ برہ ۔ فراق ، جدائی
۹۴۔ مگن ۔ خوش
۹۵۔ اناڑی ۔ ناتجربہ کار
۹۶۔ نرکھ ۔ دیکھ کر
۹۷۔ من ہرن ۔ محبوب
۹۸۔ بر ۔ جسم
۹۹۔ بودلی ۔ بے ساختہ
۱۰۰۔ بچن ۔ باتیں
۱۰۱۔ کاڑھا ۔ نکالا ۔ اٹھایا نیز عرق یا دوا
۱۰۲۔ چرب اتارنا ۔ غالب آنا ۔ فتح کرنا
۱۰۳۔ گھیو کاڑھا ۔ گھی کاڑھنا سیدھی انگلی سے گھی نہ نکالنا محاورہ ہے
۱۰۴۔ رام ہونا ۔ فریفتہ ہونا یا مطیع ہونا
۱۰۵۔ میرزائی ۔ دلداری ۔ حسن ۔ محبوبی
۱۰۶۔ بوعلی ۔ مراد حکیم بوعلی سینا سے ہے جو عالم اسلام کے سب سے بڑے
۱۰۶۔ د: مند کہے جاتے ہیں ۔
۱۰۷۔ گٹک جانا ۔ ایک گھونٹ میں پی جانا
۱۰۸۔ چرخ بازی ۔ چالاکی ، دوڑ دھوپ
۱۰۹۔ آسیا ۔ چکی
۱۱۰۔ کشن ۔ مراد کرشن جی ہیں
۱۱۱۔ کبجا ۔ مراد وہ کبڑی عورت ہے جسے کرشن جی نے معجزے سے حسین و جمیل
اور جوان دوشیزہ بنا دیا تھا

۱۱۲ ـ بیوڑا ـ جھگڑا ـ معاملہ
۱۱۳ ـ بیوڑا ـ ایک خاص آزاد منش قلندرانہ فرقہ
۱۱۴ ـ سدھ ـ جوگی
۱۱۵ ـ رم کرنا ـ فرار اختیار کرنا
۱۱۶ ـ من ہرن ـ محبوب ـ
۱۱۷ ـ جیوڑا ـ جی
۱۱۸ ـ آس ـ بمعنی بت، نیز امید
۱۱۹ ـ دیوڑا ـ ڈیوڑھی ـ نیز مندر کی جگہ جہاں آرتی اتارتے ہیں
۱۲۰ ـ نلوا ـ بے آسرا
۱۲۱ ـ میوڑا ـ غنڈہ، بانکا
۱۲۲ ـ گوکلا ـ ایک پرند
۱۲۳ ـ زہرہ آب ہونا ـ ڈر سے پتا پانی ہو جانا
۱۲۴ ـ بکٹ کہانی ـ دردناک قصہ
۱۲۵ ـ نونہرا ـ نونہروں کی طرح (ایک قصبے کا بھی نام ہے)
۱۲۶ ـ حرف سے بہرا ہونا ـ کسی کی بات سے فائدہ یا لطف حاصل ہونا
۱۲۷ ـ خوش نین ـ حسین آنکھوں والا
۱۲۸ ـ سہو ـ دھوکے سے، بھول کر
۱۲۹ ـ ہمناسے ـ ہم سے
۱۳۰ ـ بات چبانا ـ ٹال جانا
۱۳۱ ـ جہیں ـ جہاں کہیں
۱۳۲ ـ تہیں ـ وہیں
۱۳۳ ـ چوچلا ـ ناز انداز
۱۳۴ ـ شوم ـ کنجوس
۱۳۵ ـ گھوم کا جاما ـ ایسا لباس جس کا دامن بڑا ہو اور اس کا گھوم زیادہ ہو
۱۳۶ ـ چلبلا ـ شریر ـ نچلا نہ بیٹھنے والا

۱۳۷۔ کلکلا ۔ بگلا

۱۳۸۔ بس ملا ۔ زہر ملا ہوا

۱۳۹۔ خامی ۔ برائی سے ۔ خرابی سے

۱۴۰ خزہ ۔ تھیلی

۱۴۱۔ چکو ۔ چاقو

۱۴۲۔ بکیا ۔ بک بک کرنا

۱۴۳۔ مرجان ۔ موتی

۱۴۴۔ چھلاوٗ ۔ فریب نیز فریبی

۱۴۵۔ راوت ۔ فیل بان

۱۴۶۔ بانکیت ۔ بانکے

۱۴۷۔ بانا ۔ لباس

۱۴۸۔ سیاتے ۔ عقلمند

۱۴۹۔ مردنگ ۔ ایک خاص قسم کا ڈھول

۱۵۰۔ پرچا ۔ جی مائل ہونا

۱۵۱۔ زرچا ۔ کبوتر کی ایک قسم

۱۵۲۔ شید بازی ۔ چالاکی

۱۵۳ تڑپھڑاوٗنا ۔ تڑپنا

۱۵۴۔ وارا ۔ وار

۱۵۵۔ نک دار ۔ بانکا

۱۵۶۔ نستارا ۔ نوازا

۱۵۷۔ پھپھولا ۔ آبلہ

۱۵۸۔ جبر و مقابلا ۔ جبر بمعنی ظلم مقابلہ بمعنی ملاقات مگر جبر و مقابلا الجبرے کو بھی کہتے ہیں ۔

۱۵۹۔ ازمادنے ۔ آزمانے

۱۶۰۔ کلا حاشا ۔ حاشا و کلا قسم کھانے کا ایک طریقہ ہے یہاں مراد بہانہ بازی اور

حیلہ جوئی سے ہے

۱۶۱۔ باشا ۔ کبوتر کو شکار کرنے والا پرندہ

۱۶۲۔ الوٹھا ۔ الوکھا

۱۶۳۔ شست دکھلانا ۔ چھوٹی امید یا لالچ دینا

۱۶۴۔ انگوٹھا دکھانا ۔ انکار کرنا

۱۶۵۔ دنبالہ ۔ کاجل کی لکیر۔

۱۶۶۔ اِلاّ ۔ فوراً آجا

۱۶۷۔ برکا ۔ گھٹا

۱۶۸۔ ترش پیشانی ہونا ۔ غصہ ہونا

۱۶۹۔ لینڈی ۔ بازاری کتا ۔ بزدل اور ڈرپوک

۱۷۰۔ رچرکا ۔ ڈورا

۱۷۱۔ چرکا ۔ بمعنی دار لگنا

۱۷۲۔ بتاشے کا قفل ۔ ایک خاص قسم کا تالا

۱۷۳۔ ثباشے ۔ چھوٹی چڑیاں

۱۷۴۔ باشا ۔ شکاری پرندہ۔

۱۷۵۔ خاما ۔ بمعنی قلم نیز بمعنی کچا

۱۷۶۔ اگن ۔ آگ

۱۷۷۔ سیاما ۔ بمعنی سیاہ

۱۷۸۔ محمودی ۔ ایک خوشنما اور قیمتی کپڑا جس کا محمد شاہی دور میں رواج تھا

۱۷۹۔ پاؤنا ۔ پانا ۔ حاصل ہونا

۱۸۰۔ مرن ۔ مرنا ۔ موت

۱۸۱۔ عَلم ہونا ۔ بلند ہونا

۱۸۲۔ بنگی ۔ بھنگ کھانے والا

۱۸۳۔ سبزی ۔ بھنگ

۱۸۴۔ تواضع ۔ خاکساری ۔ نیز مدارات

۱۸۵۔ طالع ۔ طلوع ہونا ۔ نکلنا
۱۸۶۔ نام دھروانا ۔ برا بھلا کہلوانا
۱۸۷۔ واکرنا ۔ کھولنا
۱۸۸۔ خوان ومان ۔ سارا مال اسباب، عزت اور دولت
۱۸۹۔ سبزہ رنگ ۔ محبوب
۱۹۰۔ کنہی ۔ کسی
۱۹۱۔ عرق ۔ پسینہ
۱۹۲۔ خوش کا ۔ بیتری پسند کا نیز خشکا ۔ سادہ چاول
۱۹۳۔ مبکی ۔ رونے والا
۱۹۴۔ ہم چشم ۔ برابر
۱۹۵۔ پھلک ۔ آبلہ
۱۹۶۔ ریلے ۔ سیلاب ۔ جوش ۔ دھکا
۱۹۷۔ کرارے ۔ ساحل
۱۹۸۔ کمک ۔ مدد
۱۹۹۔ سماتاسمک ۔ آسمان سے اس مچھلی تک جس پر زمین قائم سمجھی جاتی ہے
۲۰۰۔ گنجفہ ۔ تاش کی قسم کا ایک کھیل جو گول پتوں سے کھیلا جاتا ہے
۲۰۱۔ سوختہ ہونا ۔ ہار جانا گنجفے کی اصطلاح ہے
۲۰۲۔ خال خال ملنا ۔ کبھی کبھار ملنا
۲۰۳۔ عارضہ ۔ بیماری یا کبھی کبھی ہونا
۲۰۴۔ سیج ۔ بستر
۲۰۵۔ چھچھوندر چھوڑنا ۔ غلط خبر اڑا دینا
۲۰۶۔ ٹوٹا ہونا ۔ نقصان ہونا
۲۰۷۔ بھاؤ بتانا ۔ موسیقی کے مضمون یا کیفیت کو حرکات اور اشاروں سے ادا کرنا ۔
۲۰۸۔ گت ۔ نغمہ
۲۰۹۔ سگھڑ ۔ سلیقہ مند

۲۱۰۔ دیہہ ۔ جسم

۲۱۱۔ لہنا ۔ نصیب میں ہونا

۲۱۲۔ نعمت خان ۔ محمد شاہی دور کے مشہور بین کار

۲۱۳۔ دوڑا ۔ دھواں دھار بارش

۲۱۴۔ سدارنگ ۔ محمد شاہی دور کے مشہور بین کار

۲۱۵۔ ڈیرا ۔ گھربار

۲۱۶۔ مرم ۔ بھید

۲۱۷۔ سوت ۔ سوکن

۲۱۸۔ کنٹھا ۔ ہار

۲۱۹۔ منتا ۔ تمھاری منت میں ۔ تمھاری خاطر

۲۲۰۔ تلپھ کر ۔ تڑپ کر

۲۲۱۔ اکارت ۔ بیکار

۲۲۲۔ اوچھے ۔ کم ظرف

۲۲۳۔ جس ۔ عزت، وقار

۲۲۴۔ نس دن ۔ دن رات

۲۲۵۔ چوپڑ ۔ پچیسی کا کھیل

۲۲۶۔ پاس آ ۔ پاسا پھینکنا یعنی کوڑیوں کو پھینکنا ۔ نیز پاس آکر بیٹھنا

۲۲۷۔ منگر پنا ۔ مغرور ہونا ۔ انکاری ہونا

۲۲۸۔ لاسا ۔ شکار پھانسنے کے لیے جو چیز ترغیب کے طور پر جال یا چھڑ میں لگائی جائے۔

۲۲۹۔ چواسا ۔ چاروں طرف چلنے والی ہوا

۲۳۰۔ باسا ۔ باس یعنی، خوشبو

۲۳۱۔ کاسا ۔ یعنی پیالا

۲۳۲۔ چکورا ۔ چکور، چاند کے گرد گھومنے والا پرندہ

۲۳۳۔ دریاؤ ۔ دریا

۲۳۴۔ ترپھیں ۔ تڑپ ۔ ترکیب

۲۳۵- بھگوڑا - بھاگ جانے والا

۲۳۶- زنار - جنیو کا ڈورا

۲۳۷- پانی ہونا - نرم اور خلیق ہونا

۲۳۸- خوبانی - محبوب سے نسبت ہے۔ نیز ایک موسمی پھل

۲۳۹- گورائی - گوراپن، صباحت

۲۴۰- بورانی - رائتے کے طرز کا کھانا

۲۴۱- پیکن دہی کا تھوڑا سا حصہ جس سے دہی زیادہ دودھ میں ڈال کر بنایا جاتا ہے۔

۲۴۲- بانات - قیمتی کپڑا، پوشاک

۲۴۳- محکم - مضبوط

۲۴۴- کبر - غرور

۲۴۵- گھٹانا - گھنا کرنا۔ رقیق سے گاڑھا کرنا

۲۴۶- اٹبنا - بدن کو خوشبودار کرنے کے لیے تیار کردہ سفوف

۲۴۷- بکر - دوشیزگی

۲۴۸- ناکو - نام

۲۴۹- بت بنا - باتیں بنانے والا

۲۵۰- دھاڑا - داڑھی

۲۵۱- کاڑھا - عرق

۲۵۲- دارو - دوا نیز، شراب

۲۵۳- چٹاخا - زوردار آواز

۲۵۴- پشت دینا - دھوکا دینا۔ دھکا دینا

۲۵۵- رسیا - عاشق نیز رتی کی تصغیر

۲۵۶- دوالی کا دیا - مشہور ہے کہ دیوالی کے دیے سے جادو کیا جاتا ہے

۲۵۷- نظامی - مشہور فارسی شاعر، نظامی گنجوی

۲۵۸- جامی - مشہور صوفی شاعر جامی

۲۵۹- بنگلا - گھر

۲۶۰۔ جنگلا ۔ محمد شاہی دور کا مشہور راگ

۲۶۱۔ مورکھ ۔ بے وقوف ۔ نیز مو بمعنی بال رکھ بمعنی بڑھا

۲۶۲۔ تاڑ ۔ گھورنا

۲۶۳۔ ہندوستان زا ۔ ہندوستانی نژاد

۲۶۴۔ جکڑا ۔ باندھا

۲۶۵۔ بانبی ۔ سانپ کے رہنے کی جگہ

۲۶۶۔ من کا ۔ تسبیح کا مرکزی حصہ

۲۶۷۔ آب داری ۔ پانی پلانے کا محکمہ نیز تلوار کو آب دینا اور کاٹ میں اضافہ کرنا

۲۶۸۔ سالنا ۔ سالن کی تصغیر ۔ وہ ترکاری یا گوشت جو روٹی کے ساتھ کھایا جائے

۲۶۹۔ لنجا ۔ جس کا ہاتھ خراب ہو

۲۷۰۔ بیا ۔ بمعنی آجا نیز بیا ایک پرندہ ہے جس کا گھونسلہ بڑی ہنرمندی سے بنتا ہے

۲۷۱۔ عنبری ۔ محمد شاہی دور کا مشہور کپڑا

۲۷۲۔ سٹکنا ۔ خاموشی سے نکل جانا

۲۷۳۔ تو تیا لگا یا ۔ دھوکہ دیا ۔ خاموش کر دیا

۲۷۴۔ موسا ۔ بچوڑا ۔ خوب جی بھر کر ملا دلا

۲۷۵۔ بنگلے کا پان ۔ بنگلہ پان لذت میں مشہور ہے

۲۷۶۔ پاجی ۔ بمعنی چور ۔ بدمعاش

۲۷۷۔ کرداتا ۔ کڑوا ہونا

۲۷۸۔ چاکر ۔ نوکر

۲۷۹۔ سرنوانا ۔ سرنیچا کرنا جھکانا

۲۸۰۔ سیتار پھیکا

۲۸۱۔ کوڑی ۔ پہلے زمانے میں کوڑی سب سے کم قیمت سمجھی جاتی تھی

۲۸۲۔ کہنا ۔ پرانا

۲۸۳۔ پٹکا ۔ کمر میں باندھنے والا کپڑا

۲۸۴۔ من کٹھا ۔ دل ہٹ جانا

۲۸۵۔ سوائی ، ایک چوتھائی زیادہ
۲۸۶۔ سگھڑائی ۔ سلیقہ مندی
۲۸۷۔ خرطبنور ۔ طبنورے یا ستار کی موٹھ
۲۸۸۔ فغفور ۔ بادشاہِ چین
۲۸۹۔ نفخ صور ۔ صور پھونکنا جو دنیا کے تہہ و بالا ہونے اور قیامت بپا ہونے کی نشانی
۲۹۰۔ ہوگا صور سے مراد ہیبت ناک بگل کی آواز
۲۹۱۔ دمیدن ۔ ظاہر ہونا
۲۹۲۔ نوشین ۔ میٹھا
۲۹۳۔ زنبور ۔ شہد کی مکھی
۲۹۴۔ گلائی ۔ گولائی
۲۹۵۔ کہلا ۔ کاہلی کرنا نیز کہہ کرلے آنا
۲۹۶۔ ارسنا ۔ دامن کو لباس کے کسی حصے میں اٹھا کر رکھ لینا ۔
۲۹۷۔ کھپ جانا ۔ اچھالگنا
۲۹۸۔ کنارِ گل ۔ گلاب کے پاس
۲۹۹۔ تھانہ ۔ ٹھکانہ ، مرکز
۳۰۰۔ دوش دینا ۔ الزام دینا
۳۰۱۔ سیوا ۔ خدمت
۳۰۲۔ زنخ ۔ ٹھوڑی
۳۰۳۔ کھیوا ۔ ملاح، ناخدا
۳۰۴۔ مُہر منہ پر دے بیٹھنا ۔ خاموش ہو رہنا
۳۰۵۔ اے وا ۔ وائے افسوس
۳۰۶۔ اکارت ۔ بیکار
۳۰۷۔ چار آئینہ ۔ سپاہیوں کا سینے پر پہننے کا لوہے کا لباس
۳۰۸۔ بے کو ۔ بے آسرا
۳۰۹۔ نالش ۔ دعویٰ

۳۱۰۔ کس رو۔ کس طرح

۳۱۱۔ رحمت ۔ شکریہ

۳۱۲۔ تراوش ۔ برسنا

۳۱۳۔ جتے ۔ جیتے

۳۱۴۔ تعب ۔ تکلیف

۳۱۵۔ برشتہ۔ تلا ہوا

۳۱۶۔ آسیب ۔ بھوت

۳۱۷۔ کارچوب ۔ سونے چاندی کے کام سے کڑھا ہوا قیمتی کپڑا

۳۱۸۔ چکن ۔ ایک خاص قسم کا بوٹی دار کپڑا

۳۱۹۔ ہاٹ ۔ بازار

۳۲۰۔ بارہ باٹ ہونا ۔ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بٹ جانا

۳۲۱۔ پاٹ ۔ پھیلاؤ

۳۲۲۔ ڈھول کوٹ ۔ حصار

۳۲۳۔ گوٹ ۔ چوپڑ کے کھیل کا مہرہ

۳۲۴۔ سراہے ۔ تعریف کی

۳۲۵۔ گپ چپ کی ۔ ایک خاص قسم کی مٹھائی

۳۲۶۔ نبات ۔ شکر

۳۲۷۔ بورانا ۔ مست ہونا۔ پگلانا

۳۲۸۔ گن گانا ۔ تعریف کرنا

۳۲۹۔ ٹیسو کے پھول۔ بسنت کے زمانے میں کھلنے والے خاص سرخ پھول

۳۳۰۔ برہن ۔ فراق زدہ عورت

۳۳۱۔ ہنڈول ۔ خوشی کا ایک خاص راگ

۳۳۲۔ کلاونت ۔ گانے والے

۳۳۳۔ ہلس ہلس ۔ خوش ہو کر

۳۳۴۔ کمیت ۔ گھوڑا

۳۳۵۔ پھندیت ۔ چالاک
۳۳۶۔ لعل ولیت ۔ ٹال مٹول
۳۳۷۔ برائے بیت ۔ صرف نام کے لیے
۳۳۸۔ گایک ۔ نغمہ نواز ۔ گویے
۳۳۹۔ سبزہ ۔ مراد محبوب
۳۴۰۔ الّا ۔ سوائے
۳۴۱۔ دبدبا ۔ رعب
۳۴۲۔ ہزار ۔ بلبل
۳۴۳۔ مبتذل ۔ بازاری
۳۴۴۔ برودوش ۔ جسم اور کاندھے ۔ روپ رنگ
۳۴۵۔ حبتہ البنات مصری کی ڈلی ۔ شکر کی ڈلی
۳۴۶۔ مخطط : داڑھی والا
۳۴۷۔ بت ۔ مراد گھولنا
۳۴۸۔ کسب ۔ مراد ہنر ۔ پیشہ
۳۴۹۔ پت پڑ گنج ۔ دلی کے نواح کا ایک علاقہ بھی ہے ۔
۳۵۰۔ اطریفل صغیر ۔ طب کی ایک مقوی دوا
۳۵۱۔ خوب کلاں ۔ طب کی دوا نیز ایک پھل
۳۵۲۔ پرائے ۔ بیگانے ۔ غیر
۳۵۳۔ ہرزہ گرد ۔ آوارہ گرد ۔ بیہودہ گو
۳۵۴۔ کلّے ۔ گال
۳۵۵۔ پلّے ۔ پلّے، کتّے کا بچہ
۳۵۶۔ کشادکرنا ۔ پھیلانا
۳۵۷۔ کلّ یوم ھو فی شان ۔ قرآن کی آیت ہے، معنی ہے مراد ہر روز اس کی نئی شان ہے ۔
۳۵۸۔ امتداد ۔ تبدیلی ۔ ردّوبدل
۳۵۹۔ مستفاد ۔ فیض یاب ہونا ۔

۳۶۰۔ سواد ۔ مزہ

۳۶۱۔ وسمہ ۔ خضاب

۳۶۲۔ زینت المساجد۔ دہلی کی ایک مشہور مسجد جو لال قلعے کے قریب ہے۔

۳۶۳۔ گودنا ۔ چھریاں چبھو چبھو کر مار ڈالنا

۳۶۴۔ باز خویش آوند۔ اپنوں کے بخیریت واپسی کی تمنا

۳۶۵۔ جدنہ تد ۔ وقت بے وقت

۳۶۶۔ دانہ زاد ۔ دانے کے لیے ترسنے والا۔ دانے پر پلا ہوا

۳۶۷۔ کوڑوا۔ حملہ آور

۳۶۸۔ بھوجبیا ۔ چمکدار کپڑا ۔ جگنو

۳۶۹۔ بڑ مارنا ۔ شیخی مارنا

۳۷۰۔ رودبار ۔ نہر، دریا

۳۷۱۔ جوار ۔ قریب

۳۷۲۔ کریز ۔ پرندوں کے دوبارہ بال آنے کا موسم

۳۷۳۔ اتیت ۔ جوگی

۳۷۴۔ کرنگ ۔ ایک قسم کا گھوڑا

۳۷۵۔ قرار ۔ وعدہ

۳۷۶۔ اکھیاں ۔ آنکھیں

۳۷۷۔ دوستدار ۔ قریبی دوست

۳۷۸۔ رکھاوٹ ۔ بے نیازی ۔ سرد مہری

۳۷۹۔ کٹار ۔ تلوار

۳۸۰۔ استعداد ۔ صلاحیت

۳۸۱۔ مسطر ۔ متوازی لکیریں کھینچنے کا پیمانہ

۳۸۲۔ جھلجھلاتا ۔ چمک دمک دکھاتا

۳۸۳۔ پچھڑ جانا ۔ ماند پڑ جانا

۳۸۴۔ خاور ۔ سورج

۳۸۴- سر بر ہونا ۔ برابر ہونا

۳۸۵- مدامی ۔ ہمیشہ ۔ سدا

۳۸۶- نکھی کبوتر ۔ سدھا ہوا خاص کبوتر

۳۸۷- مفتخر ۔ عزت یاب ہونا ۔ ایہام کی رعایت سے، 'مفت خر' بھی اس کا املا ہوگا جس سے متضاد معنی پیدا ہوتے ہیں ۔

۳۸۹- آز ۔ ہوس

۳۹۰- کدو ۔ کبھو

۳۹۱- چھتیوں ۔ چھاتی سے مراد ہے

۳۹۲- منگتا ۔ بھکاری ۔ امیدوار

۳۹۳- پواج ۔ جمع پاجی

۳۹۴- سلام علیکی ۔ دعا سلام

۳۹۵- تبختر ۔ غرور

۳۹۶- تیمم ۔ پانی موجود نہ ہونے کی صورت میں نماز ادا کرنے کے لیے خاک سے وضو کرنا

۳۹۷- بے قدرتی ۔ مجبوری

۳۹۸- ترحم ۔ رحم

۳۹۹- قلزم ۔ سمندر

۴۰۰- دولنڈھی ۔ ہولی کے دوسرے دن غبار اور مٹی کی ہولی

۴۰۱- بیر ۔ کنواں نیز بھائی

۴۰۲- چھب ۔ خوبی

۴۰۳- چھو کر منتر پھونکنا ۔ جادو کرنا

۴۰۴- پیٹھ دے کر جانا ۔ دھوکا دے جانا

۴۰۵- شک کر ۔ شبہہ کر نیز شکر بمعنی چینی

۴۰۶- مار ۔ سانپ

۴۰۷- بچن ۔ باتیں

۴۰۸- گوش ۔ کان

۴۰۹۔ کلھیا میں گڑ پھوڑنا ۔ راز رکھنا
۴۱۰۔ باز آنا ۔ کسی کام کو کرنے کی بات مان لینا
۴۱۱۔ بہلی ۔ بیل گاڑی ۔ سواری
۴۱۲۔ باؤلی ۔ پاگل ۔ نیز کنواں
۴۱۳۔ راس آنا ۔ سازگار ہونا
۴۱۴۔ اچھا برس ۔
۴۱۵۔ نکس ۔ نکل جانا
۴۱۶۔ عبس ۔ عبث ۔ بے کار
۴۱۷۔ بیتھا ۔ سرگزشت ۔ حال دل
۴۱۸۔ کھویا ۔ دودھ سے بننے والا ادا ۔ نیز خدا کا معتوب
۴۱۹۔ آواز کوس ۔ گھڑیاں کی آواز
۴۲۰۔ معطی ۔ امیر ۔ دولت مند
۴۲۱۔ بربط ۔ ایک قسم کا تار والا باجا
۴۲۲۔ ایتا ۔ اتنا
۴۲۳۔ الحفیظ ۔ معنی، خدا کی پناہ
۴۲۴۔ لامع ۔ چمک دار
۴۲۵۔ طامع ۔ لالچی
۴۲۶۔ کالے کے آگے چراغ نہ جلنا ۔ محاورہ ہے ۔ مراد یہ ہے کہ زیادہ چالاک سے بار پانا مشکل ہے
۴۲۷۔ جتا ۔ جتنا
۴۲۸۔ خصم ۔ دشمن
۴۲۹۔ بے لام کاف ۔ بے گالی کے
۴۳۰۔ منقلب ۔ الٹا
۴۳۱۔ ٹیکا ۔ ماتھے کا زیور (تلک بھی ماتھے ہی پر لگایا جاتا ہے) ۔
۴۳۲۔ گور ۔ قبر ۔ مراد مقام گور سے بھی ہے جو بہرام وطن تھا ۔
۴۳۳۔ تن کا ۔ ان لوگوں کا

۴۳۴۔ طاق ۔ ممتاز ۔ یکتا۔

۴۳۵۔ قاق ۔ سوراخ

۴۳۶۔ تودہ ۔ ڈھیر

۴۳۷۔ جفت، طاق ۔ دو سے تقسیم ہونے والے اور نہ ہونے والے

۴۳۸۔ سیاق۔ اولیت، سبقت

۴۳۹۔ کلنک ۔ الزام ۔ عیب لگنا۔

۴۴۰۔ کرنک ۔ سوکھا ہوا

۴۴۱۔ انک ۔ شمار، عدد

۴۴۲۔ سورٹھ ۔ موسیقی کا راگ

۴۴۳۔ بہاگ ۔ موسیقی کا راگ

۴۴۴۔ کلیان ۔ موسیقی کا راگ

۴۴۵۔ بھاونا ۔ اچھا لگنا

۴۴۶۔ مال ۔ چرخے پر چڑھی ہوئی تانت کی ڈوری

۴۴۷۔ نال ۔ ساتھ

۴۴۸۔ گاڈری ۔ احمق، بے وقوف

۴۴۹۔ جریان ۔ جاری ہونا

۴۵۰۔ سلسبیل ۔ بہشت کی ایک نہر

۴۵۱۔ مباح ۔ جائز

۴۵۲۔ اقلیم ۔ ریاست

۴۵۳۔ سان ۔ تلوار تیز کرنے کا آلہ

۴۵۴۔ ندان ۔ کبھی نیز نادان، بے سمجھ

۴۵۵۔ سدھی ۔ دانش مند، اچھی عقل والا ۔ دانا

۴۵۶۔ منگل گانا ۔ خوشی کے گیت گانا

۴۵۷۔ ہٹ دھرم ۔ ضدی ۔ نیز، بے ایمان

۴۵۸۔ حرفت ۔ چالاکی

۴۵۹۔ سالنا ۔ باقی رہنا
۴۶۰۔ دھمال ۔ شور شرابا ۔ اچھل کود
۴۶۱۔ تھوں نے ۔ تھیں نے
۴۶۲۔ ادتال ۔ بوجھ
۴۶۳۔ آل ۔ اولاد
۴۶۴۔ ڈھنڈال ۔ ویران
۴۶۵۔ عدول ۔ سرتابی
۴۶۶۔ آڈوتا ہے ۔ آتا ہے
۴۶۷۔ تر پھرانا ۔ تڑپنا
۴۶۸۔ مکھڑا ۔ چہرہ
۴۶۹۔ بھانت ۔ مثل، طرح
۴۷۰۔ ڈانواں ڈول ۔ مذبذب ۔ الجھن میں ہونا
۴۷۱۔ غول ۔ راستے میں مسافر کو بہکانے والے، بھوت
۴۷۲۔ خلال ۔ گنجفہ میں مکمل شکست ہونا
۴۷۳۔ قال و قیل ۔ بے کار باتیں کرنا
۴۷۴۔ شملہ ۔ دستار کا اوپر کا حصہ
۴۷۵۔ لٹو ۔ گھمانے پھرانے کا گول ٹکڑا
۴۷۶۔ گھساڑ ۔ ڈال
۴۷۷۔ دھس کر ۔ گھس کر
۴۷۸۔ جاجم ۔ دری ۔ نیز ۔ جاکر جم جانا
۴۷۹۔ سادھنا ۔ عقیدت
۴۸۰۔ سرگم ۔ موسیقی کے سات سُر
۴۸۱۔ نیمہ ۔ نصف ۔ آدھا
۴۸۲۔ حلیم ۔ کھچڑا گوشت اور دال کا پکا ہوا ۔ نیز بُردبار، سنجیدہ
۴۸۳۔ عظم رمیم ۔ ہڈی، جس میں جان پڑ جائے ۔

۴۸۴- دو نیم ۔ ٹکڑے ٹکڑے ہونا۔ ٹوٹا ہوا

۴۸۵- ابتنے ۔ اداس

۴۸۶- خرّم ۔ خوش

۴۸۷- بھرم رکھنا - عزّت رکھنا ، عیب پوشی کرنا

۴۸۸- برن ۔ بھیس

۴۸۹- بپھن ۔ تکلیف

۴۹۰- ڈہکانا ۔ ڈرانا

۴۹۱- امول ۔ لاثانی ، بیش قیمت

۴۹۲- سگھڑ ۔ سلیقہ مند ۔ شریف ، نیز علم جاننے والا

۴۹۳- سم توڑنا ۔ موسیقی کی اصطلاح میں واگ کے دائرے کو مکمل کرنا ۔ سم زہر کو بھی کہتے ہیں ۔

۴۹۵- تال ۔ موسیقی کی اصطلاح میں راگ کا دائرہ

۴۹۶- پرفشاں ۔ اڑتا ۔ کھلنا ۔ بازو یا پٹ کھولنا

۴۹۷- بین بین کر۔ گن گن کر

۴۹۸- نانو دھرنا ۔ برا بھلا کہنا

۴۹۹- کتا ہے ۔ کہتا ہے

۵۰۰- شتاب ۔ جلد

۵۰۱- کمیت ۔ گھوڑا

۵۰۲- مرم ۔ بھید

۵۰۳- طپاں ۔ تپاں ۔ جلتے ہوئے

۵۰۴- سیم ۔ چاندی

۵۰۵- حوّا ۔ خوفناک ، ڈرانے والی چیز ، نیز حضرت آدم کی رفیقہ حیات

۵۰۶- دھروانا ۔ امانت رکھوانا

۵۰۷- برجا ۔ مناسب

۵۰۸- مزاخ ۔ مذاق

۵۰۹۔ لخت ۔ ٹکڑے
۵۱۰۔ بسن ۔ بسنا، آباد ہونا
۵۱۱۔ فاتحہ ۔ قرآن کی ایک سورت جو کسی کو ثواب پہنچانے کے لیے پڑھتے ہیں
۵۱۲۔ اچرج ۔ تعجب
۵۱۳۔ دہریا ۔ مادے کو اصل کائنات ماننے والا۔ نیز منکر خدا
۵۱۴۔ نخصمیں ۔ بغیر شوہر کے، یعنی جو کسی کے نہ ہوں۔ خود غرض۔ خود رائے
۵۱۵۔ چڑکھاؤ ۔ چھیڑ کاؤ۔
۵۱۶۔ رمق ۔ سانس
۵۱۷۔ فگار ۔ زخمی
۵۱۸۔ آن ۔ شان
۵۱۹۔ اور ۔ یقین ہونا
۵۲۰۔ مکدر ۔ گرد آلود۔ نیز رنجیدہ
۵۲۱۔ احول ۔ بھینگا
۵۲۲۔ بلی ۔ بہادر
۵۲۳۔ بھال ۔ بھالا۔ نیزہ
۵۲۴۔ برودوش ۔ جسم ۔ آغوش
۵۲۵۔ پوٹلی پھیرنا ۔ ہلکی سینک کرنا
۵۲۶۔ انمناہٹ ۔ رنجیدگی ۔ دوری ۔ خفگی
۵۲۷۔ خجلت ۔ شرمندگی
۵۲۸۔ افتادگی ۔ عاجزی
۵۲۹۔ بھسم ۔ جلا کر راکھ کر ڈالنا ۔ نیز راکھ
۵۳۰۔ متہم کرنا ۔ الزام دینا
۵۳۱۔ بھانپے ۔ بوجھ لینا۔ پتہ لگا لینا۔
۵۳۲۔ بیت الحرام ۔ کعبہ، مقدس جگہ، نیز خدا کا گھر
۵۳۳۔ استخارہ ۔ قرآنی دعا کے ذریعے کسی کام کے کرنے کے لیے فال نکالنا

۵۳۴۔ بجر سل ۔ پتھر کی سِل
۵۳۵۔ زلف مطول ۔ لمبی زلف ، نیز مطول سے مراد ہے مشہور کتاب دربیان عروض
۵۳۶۔ خشم گیں ۔ غصے میں
۵۳۷۔ سامری ۔ حضرت موسیٰ کے دور کا مشہور جادوگر
۵۳۸۔ منیں ۔ میں
۵۳۹۔ بکتری ۔ محمد شاہی دور کا انگرکھا نما لباس
۵۴۰۔ دھڑی ۔ ہونٹ پر پان کی ریخیں جمانا
۵۴۱۔ چونا ۔ ٹپکنا
۵۴۲۔ کل ۔ قرار ، چین
۵۴۶۔ دنگل ۔ محفل ، مجمع
۵۴۷۔ بل ۔ زور
۵۴۸۔ سانکل ۔ زنجیر ۔ کنڈی
۵۴۹۔ بانکی ۔ ٹیڑھی میڑھی
۵۵۰۔ فربہی ۔ موٹاپا ۔ نیز غرور ، فراغت
۵۵۱۔ کپٹ ۔ کدورت ، دشمنی
۵۵۲۔ فرصت ۔ آرام ۔ دکھ سے نجات
۵۵۳۔ صاحب ۔ مالک ، آقا ، مختار
۵۵۴۔ خدمت ۔ ملازمت
۵۵۵۔ الحق ۔ دراصل ۔ سچ
۵۵۶۔ کحل بین ۔ آنکھ کا سرمہ
۵۵۷۔ تجا ۔ ترک کیا
۵۵۸۔ کستے ہو ۔ آزماتے ہو ۔ نیز سختی کرتے ہو۔
۵۵۹۔ سفلہ ۔ غنڈہ ۔ ذلیل
۵۶۰۔ حلقہ بگوش غلام نیز حلقے والوں کو توجہ سے سننے پر مجبور کیا۔
۵۶۱۔ قوال ۔ قوالی گانے والا

۵۶۲۔ رسیں ۔ نقالی

۵۶۳۔ جس تس کوں ۔ ہر کسی کو

۵۶۴۔ نصاب ۔ وہ دولت جس پر زکوٰۃ واجب ہو

۵۶۵۔ زکات ۔ دولت کا اکیانواں حصّہ جسے ہر سال زکات کے طور پر مستحقین کو دینا فرض ہے۔

۵۶۶۔ مردمک ۔ پتلیاں

۵۶۷۔ چین بجبیں ہونا ۔ ماتھے پر شکن لانا

۵۶۸۔ کھیوا پار ہونا ۔ ناؤ پار لگنا

۵۶۹۔ بلے ۔ پتوار

۵۷۰۔ سنوارے ۔ آرایش کیے ہوئے بنائے ہوئے

۵۷۱۔ ولایت ۔ دوسرے ملک سے مراد ہے عموماً افغانستان، ایران یا مغربی ممالک سے مراد ہے۔

۵۷۲۔ سماؤ ۔ برداشت ۔ سمائی

۵۷۳۔ چھپاؤ ۔ راز رکھنا، چھپانے کی بات

۵۷۴۔ بتیں اشعار

۵۷۵۔ گھڑیاں ۔ گڑیاں ۔ بنائیں۔ رکھیں

۵۷۶۔ اوچھلتا ۔ اُبال کھانا

۵۷۷۔ وچنتا ۔ فکرمند ہونا

۵۷۸۔ مشیخت ۔ شیخی مارنے کا، اوّلیت کا دعویٰ

۵۷۹۔ کرنتا ۔ کام کرنے والا

۵۸۰۔ تنتا ۔ پوری طرح بے شکن رکھنا

۵۸۱۔ سرس ۔ آسان ۔ سہل

۵۸۲۔ سرلبور ۔ شرابور ۔ مکمل طور پہ سرشار

۵۸۳۔ بھریاں ۔ بھری ہوئی

۵۸۴۔ بریاں ۔ جلی بھنی

۵۸۵۔ پریاں ۔ بڑی ہیں

۵۸۶۔ پھرکر ۔ پہن کر

۵۸۷۔ کاجر ۔ کاجل

۵۸۸۔ کافریاں ۔ شوخی ۔ لوٹ مار

۵۸۹۔ ذقن ۔ ٹھوڑی

۵۹۰۔ اٹ پٹاؤ ۔ نازوانداز

۵۹۱۔ اٹکلی ۔ جان لی، سمجھ لی

۵۹۲۔ چہیئے ۔ چاہیے

۵۹۳۔ فرزیں ۔ شطرنج کا ایک مہرہ جو وزیر بھی کہلاتا ہے

۵۹۴۔ شہ ۔ شطرنج کا ایک مہرہ جو شاہ بھی کہلاتا ہے اور اس کے گھر تک کوئی دوسرا مُہرا پہنچے تو اسے "شہ دینا" کہتے ہیں اور جب بادشاہ کے لیے کوئی گھر نہ رہے تو مات ہو جاتی ہے ۔

۵۹۵۔ نفر۔ معمولی نوکر ۔ نیز پیدل

۵۹۶۔ ابلہ ۔ بے وقوف

۵۹۷۔ چار مغز ۔ چار گنا دماغ دار ۔ چار گنا مغرور

۵۹۸۔ چار ابرو ۔ چار ابرو کا صفایا کر کے یعنی ابرو، سر، داڑھی، مونچھ منڈا کر

۵۹۹۔ اٹکھیل ۔ شرارت

۶۰۰۔ پوسنا ۔ پالنا

۶۰۱۔ ضرب نعرہ لگانا ۔ آواز لگانا

۶۰۲۔ بے روئی ۔ بے نیازی ۔ بے پروائی

۶۰۳۔ جامہ زیب ۔ وہ شخص جس پر ہر پوشاک اچھی لگے

۶۰۴۔ لٹ پٹے ۔ بے پروائی کی سج دھج ۔ بے ساختہ پن

۶۰۵۔ توکل ۔ خدا پر بھروسہ ۔ قناعت

۶۰۶۔ بر ۔ جسم ۔ آغوش ۔ بغل ۔ کنار

۶۰۷۔ مدعی ۔ دشمن

۶۰۸۔ اپجے ۔ اُگے

۶۰۹۔ خوب روئی ۔ حسن ۔ خوبصورتی

۶۱۰۔ نیاؤ ۔ انصاف

۶۱۱۔ نگر ۔ بستی ۔ شہر

۶۱۲۔ ادھر ۔ ہونٹ ۔ لب

۶۱۳۔ بپت ۔ بپتا ۔ مصیبت

۶۱۴۔ کدھر جاں ۔ کدھر جائیں

۶۱۵۔ ساتوں ۔ ساون ۔ بارش کا مہینا

۶۱۶۔ علم سبز ہونا ۔ علم کارگر ہونا

۶۱۷۔ بید مجنوں ۔ مشہور نازک سا درخت ۔ یہاں بید سے مراد وید مقدس ہے، جو سب سے بڑا گیان سمجھا جاتا ہے ۔ اور مجنوں سے مراد پاگل پن یعنی یہاں مجنوں کی بڑھی بند ہوجاتی ہے ۔

۶۱۸۔ ۔ آپہی ۔ آپ ہی

۶۱۹۔ سین دینا ۔ خبر دینا ۔ مخبری کرنا ۔ بدگوئی کرنا

۶۲۰۔ بسرنا ۔ بھول جانا ۔

۶۲۱۔ دروغی ۔ جھوٹا

۶۲۲۔ عین ۔ ٹھیک ٹھیک

۶۲۳۔ ظن ہونا ۔ شبہ ہونا

۶۲۴۔ روستائی ۔ چوکیداری

۶۲۵۔ سد ۔ حد

۶۲۶۔ گو ۔ بات کرنے کی صلاحیت

۶۲۷۔ کنھیا ۔ سری کرشن جی

۶۲۸۔ غرفش کرنا ۔ گیدڑ بھبھکیاں دینا ۔ ڈرانا ۔ دھمکی دینا

۶۲۹۔ بھلیاں ۔ بھلی باتیں

۶۳۰۔ کپٹ ۔ کینہ ۔ کدورت

۶۳۱۔ جیو ۔ جی

۶۳۲۔ کج روی کرنا ۔ برا برتاؤ کرنا

۶۳۳۔ بھو ۔ پالتو

۶۳۴۔ مشروع ۔ محمد شاہی عہد کا مشہور کپڑا

۶۳۵۔ ازار ۔ پاجامہ

۶۳۶۔ کٹاری دار ۔ کٹاؤ دار کنارے کی

۶۳۷۔ پھرنی ۔ پھرکنی ۔ لٹو

۶۳۸۔ اندر کی سبھا ۔ راجہ اندر کی سبھا جو پریوں کے ناچ کے لیے مشہور ہے

۶۳۹۔ کراں ۔ ساحل

۶۴۰۔ مان ۔ غرور

۶۴۱۔ نایک ۔ گویا نیز ہیرو

۶۴۲۔ دبکانا ۔ ڈراتا ۔ للکارنا

۶۴۳۔ بخت ۔ قسمت ۔ مقدر

۶۴۴۔ محنت ۔ کلفت ۔ تکلیف

۶۴۵۔ کٹ راگ ۔ کھڑاگ ۔ جھنجھٹ ۔ الجھن ۔ پیچ کی باتیں

۶۴۶۔ قادری ۔ محمد شاہی دور کا خاص لباس

۶۴۷۔ ملاں ۔ ملا ۔ مولوی

۶۴۸۔ نبل ۔ کمزور ۔ ناتوان

۶۴۹۔ انزال ۔ گرنا نیز جنسی بیماری

۶۵۰۔ گزک ۔ شراب کے ساتھ کھانے کے لیے کوئی چٹ پٹی چیز ۔ تل سے بنائی ہوئی میٹھی چیز کو بھی کہتے ہیں

۶۵۱۔ پودنے ۔ چھوٹی سی چڑیا

۶۵۲۔ مسی ۔ چنے یا موٹے اناج کی روٹی

۶۵۳۔ اندھیاری ۔ تاریک ۔ اندھیری

۶۵۴۔ کوکو ۔ فاختہ کی آواز نیز 'تو کہاں ہے' کا ترجمہ

۶۵۵۔ نظرباز ۔ عیاش ۔ محبوبوں کو تکنے والا

۶۵۶۔ دل تنگ ہونا ۔ رنجیدہ ہونا

۶۵۷۔ پلے پہ آنا ۔ قبضے میں آنا

۶۵۸۔ نارد ۔ پھوڑا

۶۵۹۔ تماکو ۔ تمباکو

۶۶۰۔ سیہ چشمی ۔ چالاکی

۶۶۱۔ ماہیت ۔ حقیقت ۔ اصل

۶۶۲۔ زاری کرنا ۔ رونا

۶۶۳۔ جییں ۔ جیسے

۶۶۴۔ زناری ۔ غلامی ۔ اطاعت

۶۶۵۔ سبک ۔ ہلکا

۶۶۶۔ وار پار ۔ اِدھر اُدھر کے

۶۶۷۔ محرم ۔ واقف

۶۶۸۔ ممن ۔ مثل

۶۶۹۔ خونخوارۂ عاشق ۔ عاشق کا خون پینے والا

۶۷۰۔ بستار ۔ تفصیل

۶۷۱۔ افعی ۔ اژدہا

۶۷۲۔ بنچا ۔ چھوٹی تلوار

۶۷۳۔ برگھٹ ۔ برملا ۔ صاف صاف

۶۷۴۔ شاہ نجف ۔ حضرت علی مراد ہیں

۶۷۵۔ دُر ۔ موتی نیز کانوں میں پہننے کا بندہ

۶۷۶۔ کان دینا ۔ غور سے سننا

۶۷۷۔ بیا ۔ بمعنی آؤ

۶۷۸۔ برو ۔ بمعنی جاؤ

۶۷۹۔ گرد ۔ گردیں رکھنا

۶۸۰۔ معصیت ۔ گناہ

۶۸۱۔ فی المثل ۔ فوراً ۔ برجستہ

۶۸۲۔ پنتھ ۔ راہ

۶۸۳۔ سواد ۔ علاقہ ۔ نواح

۶۸۴۔ پتنگ ۔ پروانہ

۶۸۵۔ اٹ پٹا ۔ مشکل ۔ پیچیدہ

۶۸۶۔ گاہق ۔ گاہک ۔ خریدار

۶۸۷۔ کہاوتا ہے۔ کہلاتا ہے

۶۸۸۔ ناطق ۔ بولنے والا

۶۸۹۔ لات کرنا ۔ ردکرنا ۔ مارکھگانا

۶۹۰۔ اسپ ۔ گھوڑا

۶۹۱۔ مدارات ۔ خاطر تواضع کرنا

۶۹۲۔ التماس ۔ گزارش

۶۹۳۔ برتو ۔ استعمال کرو

۶۹۴۔ پرم ۔ پریم ۔ محبت

۶۹۵۔ سرت ۔ سنگیت

۶۹۶۔ اِمساک ۔ بچاکر رکھنا ۔ کنجوسی ۔ دیرسے آسودہ ہونا

۶۹۷۔ اسراف ۔ فضول خرچی

۶۹۸۔ ناجی ۔ نجات پانے والا

۶۹۹۔ کودو ۔ معمولی اناج (محاورہ ہے کہ معمولی اناج دے کر پڑھنے والا کچھ نہیں سیکھ پاتا

۷۰۰۔ رکت ۔ خون

۷۰۱۔ رکت چندن ۔ صندل اور خون کا ٹیکہ

۷۰۲۔ سنگ تاؤ ۔ پتھر پر تپانا ۔ نیز ایک دوا

۷۰۳۔ موسی ۔ مراد حضرت موسیٰ ۔ نیز مو سے مراد بال اور سی سے مراد جیسی

یعنی بال جیسی پتلی کمر

۷۰۴۔ فرعون ۔ مصر کا بادشاہ، جس نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا۔ ویسے مصر کے بادشاہ کا فرعون لقب تھا۔

۷۰۵۔ مڑا دڑ دال ۔ بل

۷۰۶۔ باندھنوں ۔ ارادہ کرنا اور اسے یاد رکھنے کے لیے گرہ باندھنا

۷۰۷۔ آپ ۔ خود

۷۰۸۔ ساخت ۔ مراد عیاری

۷۰۹۔ جیبھ ۔ زبان

۷۱۰۔ بے دستگاہی ۔ مفلسی ۔ بے نوائی ۔ بے بسی

۷۱۱۔ کالک ۔ سیاہی

۷۱۲۔ اغماض ۔ چھپانے سے رازداری

۷۱۳۔ رنجک ۔ بندوق کا چلنا

۷۱۴۔ داب لینا ۔ دبا لینا ۔ غلبہ پالینا

۷۱۵۔ لاگی ۔ لگا ہونا

۷۱۶۔ فاضل ۔ یعنی عالم نیز باقی رہنا ۔ بیکار ہونا ۔ مزید ہونا

۷۱۷۔ کناس ۔ خاکروب ، بھنگی

۷۱۸۔ خدا شناس ۔ خدا کو جاننے والا

۷۱۹۔ پھوہ پھٹنا ۔ شفق ظاہر ہونا

۷۲۰۔ نہ افلاک ۔ نو آسمان

۷۲۱۔ مجرّد ۔ کنوارا

۷۲۲۔ قہوہ ۔ کافی

۷۲۳۔ چاہ ۔ چاہت نیز چائے سے بھی مراد ہے (چائے کے بارے میں یہ حوالہ غالباً اردو شاعری میں سب سے پہلا ہے)

۷۲۴۔ مونْد ۔ بند ہونا

۷۲۵۔ اکلانا ۔ اٹھلانا

۴۲۶۔ چاؤں ۔ چاہت سے

۴۲۷۔ کشیدہ ۔ کھنچا ہوا

۴۲۸۔ جھکجھورے ۔ صدمے ۔ دھکے

۴۲۹۔ گانٹھ کاٹنا ۔ جیب کاٹنا ۔ چوری،

۴۳۰۔ کترنی ۔ قینچی

۴۳۱۔ سریجن ۔ محبوب

۴۳۲۔ چھب ۔ خوبصورتی

۴۳۳۔ موروں ۔ مور کے نقش والی قادری

۴۳۴۔ مکری ترکیبیں ۔ حیلے بہانے نیز بہانہ باز

۴۳۵۔ سکھاوتا ۔ سکھاتا ہے

۴۳۶۔ جکڑی ۔ گروہ

۴۳۶۔ کولا ۔ چھپانا۔ پکڑلینا۔ گود میں بھرلینا

۴۳۷۔ اولا ۔ ژالہ ۔ برف کا ٹکڑا

۴۳۸۔ اجان ۔ انجان

۴۳۹۔ خنک ۔ ٹھنڈا

۴۴۰۔ ملولا ۔ قلق ، رنج

۴۴۱۔ پیوستہ ۔ گھسی ہوئی

۴۴۲۔ اصدقا ۔ سچا دوست

۴۴۳۔ نہنگ ۔ ناکا ۔ مگرمچھ

۴۴۴۔ فرنگ ۔ جادو، نئی ترکیب

۴۴۵۔ رمز ۔ اشارہ

۴۴۶۔ بھبھوت ۔ راکھ

۴۴۷۔ ادھوت ۔ قلندر ۔ جوگی

۴۴۸۔ ملنگ ۔ سادھو

۴۴۹۔ ٹھاٹھ ۔ طرز ۔ طور طریقہ

۷۵۰۔ گھٹا ۔ واقع ہونا

۷۵۱۔ جٹا ۔ سادھوؤں کے لمبے بال

۷۵۲۔ بٹا ۔ چوگان کھیلنے کا بلا

۷۵۳۔ داوری ۔ فریاد طلبی

۷۵۴۔ خوش قامتاں ۔ بلند و بالا قد والے

۷۵۵۔ کری ہے ۔ اس طرح کا برتاؤ کیا ہے ، کری بمعنی کی

۷۵۶۔ سقیم ۔ بُرے حال والا ۔ مظلوم

۷۵۷۔ جیم ۔ اردو ابجد کے نقطہ (ج) کی طرح سر کو جھکائے ہوئے

۷۵۸۔ گردہ ۔ دائرہ ۔ گیند ۔ گول

۷۵۹۔ دریتیم ۔ پوری سیپی کا تنہا موتی جو زیادہ قیمتی مانا جاتا ہے

۷۶۰۔ دریبہ ۔ محلہ

۷۶۱۔ گہنا ۔ زیور ۔ نیز گرہن

۷۶۲۔ چپنی ۔ چمک دار

۷۶۳۔ ٹھکرا ۔ ٹھیکرا ۔ ٹوٹا ہوا برتن کا ٹکڑا

۷۶۴۔ مصقلا ۔ آئینے پر قلعی ہونا

۷۶۵۔ خالی کا چاند ۔ بقر عید سے پہلے والا مہینا

۷۶۶۔ شیر قالی ۔ قالین کا شیر

۷۶۷۔ پرتگالی ۔ پرتگال کی بنی ہوئی شراب

۷۶۸۔ عالی ۔ بلند تر

۷۶۹۔ سویدا ۔ دل کے اندر کا داغ

۷۷۰۔ آخون ۔ شاگرد

۷۷۱۔ گنور ۔ دہلی کے قریب کا ایک قصبہ

۷۷۲۔ سنبھال کے ۔ سنبھل کے (سنبھالکے بھی اسی راستے کا ایک اور قصبہ ہے)

۷۷۳۔ کنکھ ۔ لکھ ۔ دیوالیہ ہونا ۔ مفلس ہونا

۷۷۴۔ تحویل دار ۔ امانت دار ۔ مختار ۔ خزانے کا مالک

۷۷۵۔ سرکار میں داخل ہونا۔ سرکاری خزانے میں شامل ہو جانا۔ ضبط ہو جانا

۷۷۶۔ تاک ۔ انگور کی شاخ، نیز تاکنا۔ غور سے دیکھنا

۷۷۷۔ سیہرا ۔ سہرا

۷۷۷۸ سرشک ۔ آنسو

۷۷۔ کالندری

۷۸۰۔ سجیلی ۔ شرمیلی

۷۸۱۔ کیلی ۔ قبضے میں کی

۷۸۲۔ چھبی ۔ تصویر ۔ جھلک

۷۸۳۔ رتی ۔ رت جگا ہونا۔ قسمت جاگنا

۷۸۴۔ بتی سی ۔ چراغ کی بتی کی طرح ۔ نیز بتیسی مراد ہے

۷۸۵۔ پچھیے ۔ بہت زیادہ سرخ

۷۸۶۔ بورے ۔ بوریاں ۔ نیز ڈبویا

۷۸۷۔ نیشکر ۔ گنا

۷۸۸۔ اکورے ۔ گنے کا ٹکڑا

۷۸۹۔ سوگند ۔ قسم

۷۹۰۔ اتو ۔ کلابتوں کا کام

۷۹۱۔ کوکے ۔ چیخے ۔ بلند آواز سے بولے

۷۹۲۔ چوکے ۔ ختم ہو گئے ۔ چوک گئے نیز خطا ہو گئے ۔

۷۹۳۔ بھونچال ۔ زلزلہ

۷۹۴۔ بپت ۔ بپتا ۔ مصیبت

۷۹۵۔ خواجہ قطب کا مزار ۔ مہرولی کے قریب دہلی کے مشہور صوفی بزرگ کا مزار ہے

۷۹۶۔ دماغ اٹھانا ۔ غصے کو برداشت کرنا

۷۹۷۔ گن گنی ۔ ہلکی گرم

۷۹۸۔ مٹھن ۔ بہانہ بازی

۷۹۹۔ نمانے ۔ سیدھے سادے لوگ

۸۰۰۔ لونی اتارنا ۔ رونق جاتی رہنا

۸۰۱۔ کتابت ۔ تحریر۔ خط

۸۰۲۔ پھاندے ۔ دائرے کے بیچ

۸۰۳۔ پیزار ۔ جوتی

۸۰۴۔ منقار ۔ چونچ

۸۰۵۔ دھڑی ۔ مسی یا پانوں کے رنگ سے ہونٹوں پر دھڑی جمانا۔ نیز دھڑی ۲½ سیر کے وزن کو بھی کہتے ہیں۔

۸۰۶۔ نکٹ ۔ قریب

۸۰۷۔ ٹوٹکا ۔ جادو۔ نیز معمولی سی دوا

۸۰۸۔ خرقہ ۔ لبادہ

۸۰۹۔ مراقب ۔ مراقبے میں بیٹھ جانا۔ یکسو ہو کر دنیا سے قطع تعلق کرلینا۔

۸۱۰۔ گربہ مسکیں ۔ معصوم نظر آنے والی بلی

۸۱۱۔ چڑھ ہے ۔ زیادہ ہے

۸۱۲۔ سوئی ۔ سو وہی

۸۱۳۔ وسواس ۔ اندیشہ

۸۱۴۔ ملن ۔ ملاقات

۸۱۵۔ کہربا ۔ قیمتی پتھر جو سبز رنگ کا ہوتا ہے

۸۱۶۔ سمرن ۔ تسبیح۔ مالا

۸۱۷۔ مناہی ۔ پابندی

۸۱۸۔ سپارش ۔ سفارش

۸۱۹۔ نہوروں ۔ طعنے، تشنیع۔ ناز نخرے

۸۲۰۔ صاحب نوبت ۔ مرتبے والے جس کو سواری کے آگے اور اعزاز میں ڈنکا بجایا جاتا ہے۔

۸۲۱۔ لبارنا ۔ بہلانا

۸۲۲۔ کودک ۔ لڑکا

۸۲۳- بلولا - بلبلہ

۸۲۴- لاسا - چڑیوں کو پھنسانے کا مسالہ

۸۲۵- اڑتے چڑیا پھنسانا محاورہ ہے چالاکی، ہنرمندی اور تجربے کاری سے مراد ہے

۸۲۶- نہرنی - ناخن کاٹنے کا اوزار

۸۲۷- بھرن پڑنا - ہلکی سی پھوار پڑنا

۸۲۸- ہجرت - جدائی

۸۲۹- جیسے - جیئے

۸۳۰- آؤنا - آنا۔

۸۳۱- ندھڑکے - بے خطر

۸۳۱- سلک گہر - موتی کی لڑی

۸۳۲- مانجھا - کاٹ کرنے والی پتنگ کی ڈور

۸۳۳- اوکھٹ جانا - اکھڑ جانا

۸۳۴- سوہنے - خوبصورت - دل نواز

۸۳۵- جل تبلاونا - دھوکہ دینا

۸۳۶- اہیر - کہاروں کا ایک قبیلہ

۸۳۷- نیاری - انوکھی

۸۳۸- پیچھو - پیچھے

۸۳۹- فہمید - سمجھ

۸۴۰- مروارید - موتی

۸۴۱- اینچتا - کھینچتا

۸۴۲- دستا ہے - دکھائی دیتا ہے

۸۴۳- مرجنے - مرمٹنے والے

۸۴۴- چھٹکی - چھوٹی - کم

۸۴۵- بھٹکی - بوند - جمی ہوئی

۸۴۶- جلندھر - پیٹ میں پانی بھر جانے کی بیماری

۸۴۷- ان دھری ۔ بغیر رکھی ہوئی

۸۴۸- لگن دھرنا ۔ بات طے کرنا

۸۴۹- طوفان ۔ جھوٹا ۔ فرضی ۔ محض الزام

۸۵۰- ہادی ۔ رہ نما

۸۵۱- ان بن ہونا ۔ دشمنی ہونا

۸۵۲- تہریا ۔ غلط بہتان تراشنے والا

۸۵۳- گل دوپہریا ۔ دوپہر میں کھلنے والا پھول

۸۵۴- جلہری ۔

۸۵۵- جدول ۔ حاشیہ

۸۵۶- سُونہری ۔ نہر کے چاروں طرف کا حاشیہ سنہری

۸۵۷- بہری ۔ کبوتروں کو شکار کرنے والا پرندہ

۸۵۸- باؤ ۔ ہوا

۸۵۹- ممسک ۔ کنجوس

۸۶۰- خاطر نچنت کرنا ۔ دل کو مطمئن کرنا

۸۶۱- مہنت ۔ اجارہ دار ۔ متولی ۔ پجاری

۸۶۲- انت ۔ آخر ۔ انجام ۔ مطلب کی بات

۸۶۳- اکھاڑا ۔ محفل ، مجمع

۸۶۴- صاحب سلامت چھوڑنا ۔ سلام دعا ترک کرنا

۸۶۵- رہ گزری سودا ۔ بازار میں چلتے پھرتے سودا

۸۶۶- تبہ ۔ خراب ۔ ذلیل وخوار

۸۶۷- صفی ۔ دوست ۔ باصفا

۸۶۸- بل دار ۔ پیچ دار

۸۶۹- معلق ۔ بے سہارا اٹکی ہوئی

۸۷۰- ملتجی ۔ التجا کرنے والا

۸۷۱- رجی ۔ خاک میں ملنا ۔ رج بمعنی ، خاک

۸۷۲۔ بجی ۔ جی جان تک نوبت آجانا ۔ نیز نوبت کی آواز بلند ہونا
۸۷۳۔ چوکا ۔ غلطی کی ۔ نیز چونک پڑا ۔
۸۷۴۔ ٹھاڑی ۔ کھڑی ۔ نیز تمھارے سامنے
۸۷۵۔ اپنی کہی ۔ اپنی مرضی ۔
۸۷۶۔ بہی ۔ حساب کی کتاب ۔ نیز بہہ جانا ۔ غارت کرنا
۸۷۷۔ صحی ۔ صحیح ۔ درست ۔ ٹھیک
۸۷۸۔ اللہی ۔ خدا ہی
۸۷۹۔ چھتر ۔ بادشاہ کے سر پر سایہ کرنے کا چھتر
۸۸۰۔ داؤبازی ۔ دھوکا بازی
۸۸۱۔ ادنا ۔ گھنا
۸۸۲۔ ڈاہ ۔ کینہ ۔ حسد نیز ڈھانا
۸۸۳۔ ترشح ۔ ہلکی بارش ۔ پھوار
۸۸۴۔ چونا ۔ ٹپکنا ۔ نیز پان میں کھانے والا چونا
۸۸۵۔ تھونا ۔ بکھرنا
۸۸۶۔ گھونا ۔ گھنا ۔ چالاک
۸۸۷۔ بن کے چھٹنا ۔ بے خبر بن کر چھوٹ گیا
۸۸۸۔ سیلی ۔ گلے کا رومال یا کپڑا
۸۸۹۔ چیلی ۔ مریدنی ۔ عقیدتمند
۸۹۰۔ بیلی ۔ مددگار
۸۹۱۔ شہدا ۔ پاک ۔ بے یارومددگار
۸۹۲۔ لیا ۔ لاکر رکھنا
۸۹۳۔ ٹھاڈا ۔ کھڑا
۸۹۴۔ چکنیا ۔ چکنا ۔ خوش اخلاق
۸۹۵۔ بوٹا ۔ پودا
۸۹۶۔ قلعی ۔ پتائی

۸۹۷۔ جی کھپانا ۔ جی کڑھانا

۸۹۸۔ ڈُردریا کا ملنا ۔ منھ دیکھے کی سگر درصل دھوکے اور فریب کی ملاقات

۸۹۹۔ تصدیع ۔ کوشش، ملاقات

۹۰۰۔ اشراف ۔ شریف کی جمع

۹۰۱۔ خودی ۔ غرور

۹۰۲۔ کرھی ۔ کندہ

۹۰۳۔ بےخودی ۔ بےہوشی

۹۰۴۔ نراشی ۔ نااُمیدی

۹۰۵۔ خلاصی ۔ نجات

۹۰۶۔ گنج رواں ۔ قائم رہنے والا خزانہ

۹۰۷۔ سوالی ۔ سائل ۔ امیدوار

۹۰۸۔ سناٹا ۔ سنّاٹا

۹۰۹۔ برس گالی ۔ اب کے برس برسات کا موسم میرے حق میں گالی ہے، نیز ۔ برشگالی یعنی برسات

۹۱۰۔ یک روئی ۔ باہمی محبت

۹۱۱۔ لباس پنبئی ۔ روئی کا لباس

۹۱۲۔ خشم ۔ غصّہ

۹۱۳۔ کلا ۔ آن بان ۔ نیز فن ۔ ہنرمندی ۔ خوبصورتی

۹۱۴۔ پُن ۔ ثواب

۹۱۵۔ جس ۔ عزت

۹۱۶۔ بیری ۔ دشمن

۹۱۷۔ بلک ۔ بلکہ

۹۱۸۔ اپکار ۔ احسان ۔ نیکی

۹۱۹۔ طرح ۔ طریقہ ۔ انداز

۹۲۰۔ بوسے ۔ بو

۹۲۱۔ محجوب ۔ شرمندہ
۹۲۲۔ کبک دری ۔ قمری ۔ چکور
۹۲۳۔ ذوالقرن ۔ زمانے والا ۔ مراد ہے سکندر اعظم بادشاہ سے
۹۲۴۔ الپس ۔ عبث
۹۲۵۔ منتہی ۔ انتہا ۔ اختتام نیز فارغ التحصیل
۹۲۶۔ بے بوجھ ۔ بے سمجھ ۔ ناواقف ۔ اناڑی
۹۲۷۔ چھیپ ۔ چہرے کے داغ
۹۲۸۔ جھائیں ۔ چہرے کے دھبے
۹۲۹۔ دل چھلنا ۔ دل جیتنا
۹۳۰۔ اکا ۔ پگڑی کا مرکز
۹۳۱۔ چین ۔ شکن
۹۳۲۔ تکما ۔ گول گھنڈی
۹۳۳۔ مغرق ۔ کامدار
۹۳۴۔ بیڑے ۔ پان
۹۳۵۔ لٹک ۔ سستی
۹۳۶۔ بخشی ۔ سپہ سالار
۹۳۷۔ مہاجن ۔ جانوں کی جان
۹۳۸۔ سادہ رو ۔ خوبصورت ۔ سادہ دل
۹۳۹۔ مبتذل ۔ ذلیل
۹۴۰۔ ہرجائی ۔ ہر کسی سے ملنے والا
۹۴۱۔ دبیل ۔ مغلوب
۹۴۲۔ مقراض ۔ قینچی
۹۴۳۔ کرخت ۔ سخت
۹۴۴۔ رجھانا ۔ اپنا فریفتہ بنانا
۹۴۵۔ خورسند ۔ خوش